تعلیمی اداروں میں تعمیرِ سیرت

[تربیتِ طلبہ ہینڈ بک وگائیڈ]

ڈاکٹر محمد امین

کتاب محل

Marfat.com

Marfat.com

تعلیمی اداروں میں تعمیر سیرت

[تربیت طلبہ ہینڈ بک و گائیڈ]

ڈاکٹر محمد امین

کتاب محل

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: تعلیمی اداروں میں تعمیر سیرت [تربیت طلبہ ہینڈ بک وگائیڈ]

تالیف: ڈاکٹر محمد امین

سن اشاعت: 2018ء

تعداد: 600

باشتراک: الاصلاح ٹرسٹ

قیمت: 300 روپے

Marfat.com

مشاورتی کمیٹی

جناب احمد جاوید	ماہر تزکیہ و اخلاق
پروفیسر ارشد جاوید	ماہر نفسیات
پروفیسر ملک محمد حسین	ماہر تعلیم
پروفیسر شاہد رشید	سوشیالوجسٹ
ڈاکٹر امجد وحید	اسلامی فکر و تہذیب
پروفیسر ڈاکٹر عثمان خلیل	ماہر تعلیم
حافظ محمد موسیٰ بھٹو	ماہر تزکیہ و تربیت
پروفیسر ڈاکٹر محمد امین	علوم اسلامیہ

Marfat.com

Marfat.com

تربیتِ طلبہ ہینڈ بک

❁......اس ہینڈ بک سے مقصود یہ ہے کہ سکول انتظامیہ، اساتذہ اور ان افراد کو جن کے ذمہ طلبہ کی تربیت ہے، عملی رہنمائی مہیا کی جائے اور انہیں ایک ایسا لائحہ عمل دے دیا جائے جس کی موجودگی میں انہیں اس سوال کا جواب مل جائے کہ بچے کی اسلامی تربیت کیسے کرنی ہے۔

❁......یہ ایک ہینڈ بک ہے جو صرف تربیتی سرگرمیوں اور ان پر عمل درآمد سے بحث کرتی ہے لہٰذا مختصر ہے اور اس میں تفصیلات نہیں ہیں۔ تفصیلی رہنمائی کے لیے "تربیت طلبہ گائیڈ" کا مطالعہ کیا جائے۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	صفحہ نمبر
حصہ اوّل: تربیت طلبہ ہینڈ بک	9
فصل اوّل: تربیت مفہوم، غایت اور بنیادی اصول	11
فصل دوم: تربیتی سرگرمیوں کی تنظیم	13
فصل سوم: تربیتی سرگرمیاں	16
ضمیمہ ①: تربیت طلبہ میں اساتذہ کا کردار	32
ضمیمہ ②: درسگاہ کی ہم نصابی سرگرمیاں	49
مبحث اوّل: دینی حقیقتوں کا راسخ کرنا	57
مبحث دوم: ذہنی اور فکری صلاحیتوں کی آبیاری	62
مبحث سوم: انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری	65
مبحث چہارم: جسمانی استعدادوں کی تربیت	69
مبحث پنجم: درس گاہ کی آرائش	72
مبحث ششم: ہوسٹل (اقامت گاہ) کا نظم	73
ضمیمہ اوّل: شعائر اسلام	75
ضمیمہ دوم: روزمرہ کی مسنون دعائیں	77
حصہ دوم: تربیت طلبہ گائیڈ	79
پہلا باب: تربیت: بنیادی مفاہیم اور چیلنج	81
- تربیت کا مفہوم، اقسام، غایت، اصول اور اہمیت	82
- چیلنج: دین سے دوری اور مغرب کی ملحدانہ فکر و تہذیب	89

Marfat.com

باب دوم: قرآن کا انسانِ مطلوب 94

معاملات 105

باب سوم: طلبہ کی تربیت پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل 109

والدین، خاندان، معاشرہ، میڈیا 109

مسجد، اسلامی جماعتیں و ادارے۔ 116

باب چہارم: تربیت طلبہ میں سکول کا کردار 121

- طلبہ کی تعمیر شخصیت پر سکول انتظامیہ، نصاب، استاد اور تعلیمی ادارے کے ماحول کے اثرات 122

- سکول میں طلبہ کی منفی تربیت کرنے والے تعلیمی عوامل (غیر ملکی نصابی کتب۔غیر ملکی امتحانات۔
مخلوط تعلیم۔انگریزی کا غلبہ، اساتذہ کی غیر اسلامی تربیت۔تعلیم کی کمرشلائیزیشن تعلیمی ثنویت،
غیر اسلامی تناظر میں ہم نصابی سرگرمیاں 151 تا 156

باب پنجم: تربیتی وسائل و مراجع 157

- اردو کتب و جرائد 157

- انگریزی کتب و جرائد 160

- ڈجیٹل وسائل (ٹی وی پروگرام، فلمیں، ڈرامے، انٹرنیٹ، سی ڈیز ریکارڈرز، آن لائن لیکچرز)
لائبریریز اور ریسرچ ٹولز، موبائلز......وغیرہ) 160

Marfat.com

حصہ اوّل

تربیتِ طلبہ ہینڈ بک

Marfat.com

Marfat.com

فصل اوّل:

تربیت کا مفہوم، غایت اور بنیادی اصول

تربیت کا مفہوم

تربیت سے مراد یہ ہے کہ طالب علم تعلیم کے تقاضوں پر عمل کرنے لگے تا کہ تعلیم جیسا انسان اسے بنانا چاہتی ہے وہ عملاً ویسا ہی بن جائے۔ تعلیم کی غایت یہ ہوتی ہے کہ معاشرے کو اپنے آئیڈیلز اور عقائد (ورلڈ ویو[1]) کے مطابق جس طرح کا آدمی درکار ہے، نظام تعلیم ویسا ہی آدمی تیار کر کے دے۔ تفہیم کی خاطر تربیت کی کئی قسمیں بیان کی جاسکتی ہیں جیسے فکری تربیت، جسمانی تربیت ......وغیرہ۔ ہر معاشرے اور ملک کا نظام تعلیم اپنے بنیادی نظریات (ورلڈ ویو، فلسفۂ علم وغیرہ) کے مطابق اپنے طلبہ کی تربیت کرتا ہے۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ملک ہے، جس میں مسلمانوں کی اکثریت بستی ہے اور پاکستان کے آئین کے مطابق بھی ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح اسلامی معاشرہ قائم کرے اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کے قابل بنائے لہٰذا پاکستان کے تعلیمی اداروں میں محض تربیت نہیں بلکہ اسلامی تربیت کی ضرورت ہے۔

اسلامی تربیت سے مراد یہ ہے کہ تعلیم کے ذریعے ایسا فرد تیار کیا جائے جو اسلام کو مطلوب ہے یعنی ایک اچھا باعمل مسلمان جو اِن سارے احکام پر عمل کرے جن کے کرنے کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور ان سارے کاموں سے بچے جن کے کرنے سے اللہ و رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ ظاہر ہے ایسا مسلمان ایک بہترین انسان ہوتا ہے۔

تربیت کی غایت

قرآن وسنت نے ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ اس کا خالق و مالک و رب اس سے راضی ہو جائے اور اپنی رضا و خوشنودی کے حصول کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اسی کی پرستش کی جائے اور اسی کی اطاعت کی جائے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اس کے احکام کے مطابق گزاری جائے گویا اسلامی تعلیم کی غایت یہ ہے کہ وہ مسلمان بچے کی ایسی تربیت کرے، اس کی متنوع صلاحیتوں کی نمو اس انداز میں کرے کہ وہ بچہ کل کو اچھا باعمل مسلمان بنے تا کہ وہ اس دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزارے تا کہ اسے آخرت میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو جائے۔

---

[1] ورلڈ ویو سے مراد ہے تصور الٰہ، تصور انسان، اور تصور کائنات

Marfat.com

اسلامی تربیت کے بنیادی اصول

- سکول انتظامیہ اور استاد کا کام بچے کو صرف تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد بچے کی تربیت کرنا ہے اور تعلیم وتدریس اس کا ایک ذریعہ ہے۔ تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچہ جو تعلیم حاصل کرتا ہے اس پر عمل کرنے لگے، اس کی شخصیت اس تعلیم کے مطابق ڈھل جائے۔ اس کی سوچ، اس کی عادات اور اس کے رویے عملاً اس تعلیم کے مطابق ہو جائیں۔
- ہم چونکہ مسلمان ہیں اور پاکستان ایک مسلم معاشرہ ہے لہٰذا ہر سکول اور اس کے پرنسپل اور استاد کا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کی ایسے تربیت کرے کہ ان کا ہر طالب علم اچھا اور باعمل (Practicing) مسلمان بن جائے اور اللہ کی عبادت واطاعت اس کے لیے سہل ہو جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تعمیرِ شخصیت اسلامی اصولوں کے مطابق ہو یعنی تعلیم وتربیت کا سارا ڈھانچہ اسلامی تعلیمات پر مبنی ہو۔
- ہم جو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں وہ ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه" یعنی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن اِلَّا اللّٰهُ (یعنی اللہ کے سوا [کوئی معبود نہیں]) پر عمل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک لَا اِلٰهَ (کوئی معبود نہیں) پر عمل نہ کیا جائے۔ یعنی صرف ایک اللہ کو ماننا اور اس کی عبادت واطاعت کرنا اُس وقت تک بے معنی ہے جب تک ان دوسرے جھوٹے خداؤں کی نفی نہ کی جائے جو درحقیقت الٰہ نہیں ہیں۔ لہٰذا اسلام پر عمل اُس وقت تک بے معنی ہے جب تک غیر اسلام کی اطاعت ترک نہ کی جائے۔ تعلیم وتربیت میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم وتربیت صرف اسلام کے مطابق ہونا چاہیے اور ہمیں اُس سب غیر اسلام کو ترک کرنا ہے جو ہماری تعلیم و تربیت میں داخل ہو چکا ہے۔ اس غیر اسلام کا سب سے بڑا مظہر ہمارے عہد میں مغرب کی ملحدانہ فکر وتہذیب ہے لہٰذا ہمیں اپنی تعلیم وتربیت میں مغربی فکر وتہذیب کے ہر خلاف اسلام پہلو کو ترک کرنا ہے اور اسلامی فکر وتہذیب کے ہر پہلو کو اپنانا ہے۔ مغربی فکر وتہذیب کے اکثر تصورات واعمال خلافِ اسلام ہیں لہٰذا قابل رد ہیں تاہم اس سے محدود اور مشروط استفادے کی جو تھوڑی بہت گنجائش ہے، اس کا ذکر ہم آگے چل کر تفصیل سے کریں گے۔
- تعلیم وتربیت میں اسلامی اصولوں پر عمل اور غیر اسلامی (مغربی فکر وتہذیب پر مبنی) اصول واقدار کا ترک ہمارے دین وایمان کا مسئلہ ہے لہٰذا اگر دنیا، معاشرہ اور حکومت اس کام میں ہماری موافقت نہ کرے بلکہ ہماری مخالفت کرے تو بھی ہمیں یہ کام کرنا ہے اور اس کے کرنے کے راستے نکالنے ہیں۔

.................OOOO.................

Marfat.com

فصل دوم

تربیتی سرگرمیوں کی تنظیم

اگرچہ تعلیم وتربیت باہم گندھے ہوئے ہیں اور ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے بعض ماہرینِ تعلیم کا خیال ہے کہ اگر تعلیمی اور ہم نصابی سرگرمیوں کو صحیح انداز میں مرتب کیا جائے تو تربیت کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے لہٰذا تربیت کے لیے الگ عنوان قائم کرنے کی اور اسے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہمیں اس بات سے اصولی طور پر اتفاق ہے لیکن ہمارا موقف یہ ہے کہ موجودہ حالات میں چونکہ تعلیمی، نصابی اور ہم نصابی سرگرمیاں اس انداز میں روبہ عمل نہیں لائی جارہیں جن سے طلبہ کی اسلامی تربیت ہو لہٰذا سکول انتظامیہ اور اساتذہ کو یہ بات بتانے کی ضرورت ہے کہ تربیت کیا ہوتی ہے، کیسے ہوتی ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے؟ تاکہ انہیں اس امر کا احساس ہو کہ وہ تعلیم تو دے رہے ہیں لیکن طلبہ کی اسلامی تربیت جیسا ضروری کام جو کیا جانا ضروری تھا نہیں ہورہا۔ اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں متعلقہ تعلیمی، نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کی نشان دہی کر کے بتایا جائے کہ کس طرح ان سرگرمیوں کو اسلامی تناظر میں روبہ عمل لایا جائے کہ ان کے نتیجے میں طلبہ کی اسلامی تربیت ہو۔ ان سرگرمیوں کو ہم نے یہاں 'تربیتی سرگرمیوں' کا نام دیا ہے۔

تربیتی سرگرمیوں کی تنظیم

۱۔سکول تربیتی کمیٹی کا قیام

۱.۱...... ہر سکول میں بچوں کی اسلامی تربیت اور تعمیرِ شخصیت و کردار کے لیے ایک کمیٹی قائم کی جائے جسے 'تربیت کمیٹی' کا نام دیا جاسکتا ہے۔

۱.۲...... اس کمیٹی کا سربراہ سکول پرنسپل رڈائریکٹر یا اس کی طرف سے مقرر کردہ کوئی موزوں شخص مثلاً وائس پرنسپل یا اسلامیات کا استاد ہوسکتا ہے۔

۱.۳...... ہر کلاس کا انچارج استاد (یا اساتذہ میں سے کوئی ایک) اس کمیٹی کا ممبر ہوگا۔

۱.۴...... ہر کلاس میں سے ایک اچھے اور ہونہار طالب علم کا تعین کیا جائے گا جو کلاس کے انچارج تربیت استاد کی مساعدت کرے گا اور اسے کلاس کے بارے میں ضروری معلومات مہیا کرے گا۔ بوقت ضرورت اس طالب علم کو تربیتی کمیٹی میں بلایا جاسکے گا۔

Marfat.com

۱.۵......مشاورتی و تربیتی خدمات کی ایک مرکزی تربیتی کمیٹی ہوگی جس میں ملک کے نامور ماہرین تعلیم، ماہرین نفسیات اور ماہرین اخلاق شامل ہوں گے۔ یہ کمیٹی تربیت طلبہ کے لیے ضروری رہنما مواد تیار کرے گی اور کوشش کرے گی کہ ہر سکول میں تربیتی کمیٹی قائم ہو اور فعال طریقے سے کام کرے۔ یہ سکول تربیتی کمیٹیوں کے استثارات اور استفسارات کے جواب مہیا کرے گی۔

۱.۶......مرکزی تربیتی کمیٹی کی تیار کردہ 'تربیتی گائڈ' سکول تربیتی کمیٹیوں اور خود اس تربیتی ہینڈ بک کے لیے بنیاد کا کام دے گی اور تفصیلات کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۱.۷......مرکزی کمیٹی طلبہ کے لیے ورک بک تیار کرے گی جس سے تربیتی سرگرمیوں میں طلبہ کی شرکت بڑھے گی اور طلبہ کی سالانہ تربیتی جانچ میں بھی مدد ملے گی۔

۱.۸......مرکزی تربیتی کمیٹی طلبہ کی تربیت کے لیے تربیتی میٹریل (نظمیں، رسالے، آڈیو وڈیو کیسٹس، فلمیں، ڈرامے وغیرہ) سکول تربیتی کمیٹی کو مہیا کرے گی۔

۱.۹......مرکزی تربیت کمیٹی کے ارکان جب سکول وزٹ کریں گے تو سکول تربیتی کمیٹی سے مشاورت، رہنمائی اور حل مشکلات کے علاوہ طلبہ کی، براہ راست تربیت کے لیے بھی طلبہ سے ملاقات اور ان سے خطاب کر کے انہیں تربیت کی طرف راغب کریں گے۔ اس کے لیے صباحی خطاب کے علاوہ عمر کے لحاظ سے طلبہ کے گروپ بنا کر خصوصی خطاب کی صورت بھی نکالی جا سکتی ہے۔

۲۔ کمیٹی کا طریق کار

۲.۱......یہ کمیٹی تعلیمی سال کے آغاز میں اپنا اجلاس منعقد کرے گی اور سال بھر کی تربیتی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کرے گی۔ اس مقصد سے کمیٹی اپنا اجلاس کئی دنوں تک جاری رکھ سکتی ہے۔ ممکنہ تربیتی سرگرمیوں کی تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے۔

۲.۲......اس کمیٹی کا اجلاس ہر ماہ باقاعدگی سے ہوا کرے گا تاکہ طے کردہ مجوزہ تربیتی سرگرمیوں پر موثر عمل درآمد کو یقینی بنایا جا سکے اور تربیت سے متعلق پیش آنے والے نئے مسائل حل کیے جا سکیں۔

۲.۳......تربیتی سرگرمیوں کی طرف پیش قدمی کی ذمہ داری تربیتی کمیٹی کے سربراہ کی ہوگی۔

۲.۴......تربیت طلبہ کے حوالہ سے کسی فوری مسئلے پر غور کے لیے سکول تربیتی کمیٹی کا سربراہ کسی وقت بھی کمیٹی کا اجلاس بلا سکتا ہے۔

۲.۵......سکول تربیتی کمیٹی ہر طالب علم کی ایک فائل بنائے گی جس میں طالب علم کی تربیت سے متعلق ضروری بنیادی معلومات موجود ہوں گی۔ مجوزہ فارم بطور ضمیمہ الف اس باب کے آخر میں موجود ہے۔ یہ فائل سسٹم کمپیوٹرائزڈ بھی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

۶.۲......مرکزی تربیتی کمیٹی سکول کی تربیتی کمیٹیوں کے سربراہان کی ٹریننگ کا انتظام کرے گی۔ ریسورس پرسنز میں ماہرین اخلاق، ماہرین نفسیات اور ماہرین تعلیم شامل ہوں گے۔

۷.۲......سکول تربیتی کمیٹی پیچیدہ امور میں مرکزی تربیت کمیٹی سے مشاورت کر سکے گی اور اس کی مدد لے سکے گی۔

۸.۲......تربیتی کمیٹی کا سربراہ کوشش کرے گا کہ وہ خود اور سکول کے دیگر اساتذہ اور پرنسپل ٹرسٹ کی تیار کردہ 'تربیت طلبہ ہینڈ بک و گائیڈ' کا بالاستیعاب مطالعہ کریں۔ اس کے لیے سکول میں ہفت روزہ سٹڈی سرکل بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔

۹.۲......تربیت کمیٹی کے سربراہ، ارکان اور دیگر اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے علم اور تجربات کی روشنی میں اگر ٹرسٹ کی تیار کردہ ہینڈ بک و گائیڈ میں اگر کوئی حک و اضافہ کرنا چاہتے ہوں تو اس کے مرتب کو اس سے آگاہ کریں۔

۳۔ تربیت کی جانچ (Evaluation)

۱.۳...... تربیتی سرگرمیوں کی ابتداء کرتے ہوئے سال کے شروع میں ہر طالب علم کے ۱۰۰ نمبر متصور ہوں گے۔

۲.۳......کسی اخلاقی خرابی یا کمزوری کے صدور پر طالب علم کا ایک نمبر کم ہو جائے گا مثلاً طالب علم نے کسی کو گالی دی، کسی کا نام بگاڑا، کسی سے جھگڑا کیا، نہانے اور دانت صاف کرنے میں تساہل برتا، نماز ترک کر دی......تو ایسی ہر خرابی پر ایک نمبر کم ہو جائے گا۔

۳.۳......اسی طرح کسی اخلاقی خوبی کے اثبات پر ایک نمبر کا اضافہ متصور کیا جائے گا مثلاً امتحان میں فرسٹ آنا، مباحثہ جیتنا، قرآن حفظ کرنا، پانچوں نمازیں باقاعدگی سے پڑھنا، روزانہ قرآن پڑھنا، اضافی دینی کتب کا مطالعہ کرنا، کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی غریب کی مدد کرنا۔ وغیرہ تو ایسی ہر خوبی پر ایک نمبر کا اضافہ ہو جائے گا۔

۴.۳......کلاس کی تربیت کا انچارج استاد اگر چاہے تو سکول تربیتی کمیٹی کے سربراہ سے مشورے کے بعد طالب علم کی کسی بڑی خامی یا خوبی کو ایک سے زیادہ نمبر بھی دے سکتا ہے۔

۵.۳......تعلیمی سال کے آخر میں تربیت میں ۸۰ سے کم نمبر لینے والا طالب علم فیل تصور ہو گا اور سکول تربیت کمیٹی اگر ضروری سمجھے تو اس کی اگلی کلاس میں ترقی روک سکتی ہے۔

۶.۳......اسی طرح تربیتی لحاظ سے کلاس میں فرسٹ آنے والا طالب علم انعام کا مستحق ہو گا جس کا فیصلہ کمیٹی کرے گی۔

۷.۳......تربیتی لحاظ سے ہر سال سکول میں فرسٹ آنے والا طالب علم خصوصی انعام اور سرٹیفکیٹ کا مستحق ہو گا۔

................OOOO................

Marfat.com

فصل سوم

تربیتی سرگرمیاں

پہلی فصل میں ہم نے یہ بتایا کہ تربیت سے مراد کیا ہے۔ دوسری فصل میں ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ موثر تربیت کے لیے تربیتی سرگرمیوں کو منظم کرنے کی ضرورت ہے اور انہیں منظم کرنے کے طریقے بتائے۔ اب تیسری فصل میں ہم یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ ایک تعلیمی ادارے میں وہ کون سی سرگرمیاں ہوسکتی ہیں جو ایک مسلمان طالب علم کی اچھی تربیت میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔

سہولت بیان کی خاطر ہم نے اس فصل کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

✿ عمومی تربیتی سرگرمیاں

۱۔ صباحی خطابات

۲۔ ہفتے منانا

۳۔ والدین سے رابطہ

۴۔ حوصلہ افزائی

۵۔ تنبیہ و تادیب

✿ خصوصی تربیتی سرگرمیاں

۱۔ ایمانی تربیت کے لیے سرگرمیاں

۲۔ اخلاقی تربیت کے لیے سرگرمیاں

۳۔ انتظامی تربیت کے لیے سرگرمیاں

۴۔ علمی و ذہنی تربیت کے لیے سرگرمیاں

۵۔ معاشرتی تربیت کے لیے سرگرمیاں

۶۔ فکری تربیت کے لیے سرگرمیاں

۷۔ جسمانی تربیت کے لیے سرگرمیاں

عمومی سرگرمیوں سے مراد وہ سرگرمیاں ہیں جن سے ہر طرح کی تربیت کے لیے کام لیا جاسکتا ہے اور خصوصی سرگرمیوں سے مراد وہ سرگرمیاں ہیں جو کسی خاص مقصد کے لیے ہوں۔

Marfat.com

- تو آیئے ابتداء کرتے ہیں تربیت کے لیے عمومی سرگرمیوں سے۔

عمومی تربیتی سرگرمیاں

تربیتی سرگرمیوں سے مراد کوئی ایسی سرگرمی نہیں ہے جو تعلیمی ادارے کے عمل تعلیم وتدریس سے باہر کی سرگرمی ہو بلکہ ان سے مقصود ایسی تعلیمی، تدریسی، نصابی اور ہم نصابی سرگرمیاں ہیں جو طالب علموں کے فکر وعمل، رویوں اور عادات پر عملاً اثر انداز ہوں۔ ان تربیتی سرگرمیوں کو ہم نے عمومی اور خصوصی کی دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ عمومی سرگرمیوں سے مراد ایسی سرگرمیاں ہیں جنہیں بیک وقت کئی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ہم ان میں سے پانچ اہم سرگرمیوں کا ذکر کریں گے یعنی صباحی خطابات، ہفتے منانا، والدین سے رابطہ، تربیتی سرگرمیوں میں بہتر نتائج کی حوصلہ افزائی اور ان سے غفلت پر تادیب وسزا۔

۱۔ صباحی خطابات (Morning Assembly)

۱.۱......ہر سکول کو صباحی خطابات کا انتظام کرنا چاہیے۔

۱.۲......اگر سارے سکول کا ایک جگہ جمع ہونا آسان نہ ہو تو طلبہ وقت مقررہ پر اپنی اپنی کلاسوں میں چلے جائیں۔ سکول میں پبلک ایڈریس سسٹم کا انتظام ہو یعنی مقرر ایک کلاس سے مخاطب ہو لیکن ساری کلاسیں اسے سن رہی ہوں۔

۱.۳......صباحی خطاب کی ابتداء قرآن حکیم کی مختصر تلاوت وترجمہ سے کی جائے اور اس کے بعد کسی ایک طے کردہ موضوع پر چند منٹ کی موثر تقریر ہو۔

۱.۴......سکول تربیتی کمیٹی صباحی خطابات کے موضوعات متعین کرے اور یہ بھی طے کرے کہ یہ تقریر کون کرے گا۔

۱.۵......سال میں جتنے تعلیمی دن ہوں (یعنی چھٹیاں وغیرہ نکال کر) اتنے موضوعات کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ 'تربیت طلبہ ہینڈ بک' کے باب دوم 'قرآن کا انسانِ مطلوب' میں جو نکات بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کو ایک دن کے صباحی خطاب کا موضوع بتایا جاسکتا ہے یا پورا ہفتہ ایک وسیع موضوع کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی جاسکتی ہے جیسے نماز یا زبان کی لغزشیں۔

۱.۶......نمونے کے چند صباحی خطابات اس فصل کے آخر میں دیے گئے ہیں۔ اس موضوع پر بعض مطبوعہ کتابیں بھی موجود ہیں جن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۱.۷......صباحی خطابات میں پرنسپل، وائس پرنسپل، اسلامیات کے استاد یا کوئی اور موزوں استاد شریک ہوسکتے ہیں۔ اگر اساتذہ طلبہ کو اچھی تیاری کروادیں تو وہ بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔

۱.۸......صباحی خطابات کو طلبہ کی تربیت کا موثر ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔ خصوصاً اگر موضوعات کو ایک خاص ترتیب اور

Marfat.com

توازن سے پیش کیا جائے تو اچھے نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔

9.1......ایک پرنسپل صاحب نے اپنا یہ تجربہ بتایا کہ ان کے سکول میں ہر کلاس کا ایک طالب علم روزانہ نماز کا ایک حصہ سناتا تھا۔ اس عمل کو دہرانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ سکول کے ہر بچے کو نماز زبانی یاد ہو گئی۔

ہفتے منانا

- اہم اوامر و نواہی کے ہفتے منائے جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہفتہ بھر اسی سرگرمی پر ترکیز کی جائے اور عمل کیا جائے۔
- مثلاً اس تھیم پر ہفتہ منایا جائے کہ صفائی نصف ایمان ہے تو ہفتہ بھر مارننگ اسمبلی میں اس موضوع پر تقریریں کی جائیں۔ سکول میں اس کے بینر لگائے جائیں۔ طلبہ سے چارٹ بنوا کر کلاس رومز میں لگائے جائیں۔ اگر سکول میں طلبہ کے لیے کھیل کا کمرہ یا کامن روم ہو تو وہاں بھی بینر لگائے جائیں۔ اگر سکول کے ساتھ ہوسٹل ہو تو وہاں بھی کھانے، کھیل کے کمرے اور راہداریوں میں اس کے بینرز لگائے جائیں۔ اگر "Use me" کے ڈسٹ بن نہ ہوں تو وہ رکھوائے جائیں اور صفائی کا عملاً خیال رکھا جائے کہ اس دوران سکول میں کوئی صفائی طلب معاملہ رہ نہ جائے۔ طلبہ کے کپڑے، جوتے، ناخن، بال اور بستے چیک کیے جائیں اور طلبہ کو بتایا جائے کہ اگر سکول میں کہیں کوئی کاغذ وغیرہ پڑا پایا گیا تو اس کے قریب موجود طلبہ قابل مواخذہ ہوں گے کہ انہوں نے اسے اٹھایا کیوں نہیں؟ سکول کے سویپر کی خصوصی نگرانی کی جائے کہ اس دوران سارا سکول صاف ستھرا ہو۔ غرض سکول کا پورا ماحول صاف ستھرا ہو اور ہر پہلو سے صفائی کا عنصر غالب نظر آئے اور ذہنوں پر چھا جائے۔ اسی طرح دیگر ہفتے منائے جائیں مثلاً جھوٹ نہ بولو، گالی نہ دو، جھگڑا نہ کرو......وغیرہ۔

سال میں کام کے جتنے ہفتے بنتے ہوں (مطلب ہے چھٹیاں وغیرہ نکال کر) ان کے لیے اتنے موضوعات کا تعین سکول تربیت کمیٹی پہلے ہی سے کر لے تاکہ موقع پر سوچنا نہ پڑے کہ اگلے ہفتے کا موضوع کیا ہو گا۔ اس سے ہفتے منانے میں تسلسل رہے گا اور یہ عمل موثر ہو کر اچھے نتائج دے گا۔

سکول سنوارنا، سجانا

سکول کی راہداریوں اور کلاس رومز میں چارٹ اور سینریاں لگانا ایک معمول کی بات ہے لیکن اگر ان چارٹس اور سیزیوں کے لیے ایسے موضوعات منتخب کیے جائیں جو اسلامی تعلیمات کے مظہر ہوں تو سکول میں ایک ایسا ماحول پروان چڑھے گا جو اچھے اخلاق کی افزائش میں معاون ہو گا مثلاً 'ہمیشہ سچ بولو'، 'صفائی نصف ایمان ہے'، 'سب سے مسکرا کر ملو'، 'سلام میں پہل کرو'، 'کسی کو گالی نہ دو'، 'کسی سے جھگڑا نہ کرو'......وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

والدین سے رابطہ

- بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں والدین کا سکول سے رویہ عموماً لاتعلقی اور بے حسی کا ہے۔ والدین بچے کو سکول بھیج کر سمجھتے ہیں کہ اب ان کی ذمہ داری گویا ختم ہوگئی۔
- اسی طرح سکول کے انتخاب کے وقت بھی والدین کا رویہ عموماً غلط ہوتا ہے۔ وہ ایسا سکول تلاش کرتے ہیں جس کی بلڈنگ کشادہ اور ماحول صاف ستھرا ہو، بچوں کے بورڈ وغیرہ کے امتحان میں نمبر زیادہ آتے ہوں۔ سکول انگلش میڈیم ہو، آکسفورڈ کی کتابیں ہوں، او اور اے لیول کے امتحانات ہوتے ہوں -- وغیرہ وغیرہ
- اسی طرح سکول بھی والدین سے رابطے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا الّا یہ کہ انہیں فیس وقت پر نہ ملے ورنہ وہ والدین سے عموماً رابطہ نہیں کرتا سوائے سالانہ 'یوم والدین' (Parents Day) کی تقریب کے، جب بچوں میں انعامات وغیرہ تقسیم کیے جاتے ہیں۔
- ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ والدین کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کی اسلامی تربیت کریں تا کہ وہ کل کا باعمل مسلمان بن جائے اور وہ دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی کامیاب ہونے کا اہل ہو۔ جب تک بچہ ان کے پاس ہو وہ اس مقصد کے لیے خود کوشاں رہیں اور جب سکول کا انتخاب کریں تو یہی مقصد پیش نظر رکھ کر سکول کا انتخاب کریں کہ وہ ایسا سکول ہو جو ان کے بچے کی ایمانی، اخلاقی، فکری، جسمانی تربیت متوازن انداز میں کرے تا کہ اس کی صلاحیتوں کو اس طرح نمو ملے کہ وہ کل کو اچھا انسان، اچھا مسلمان اور معاشرے و ریاست کا مفید کارکن بنے۔
- اور سکول کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ والدین کی ان توقعات پر پورا اترے۔ بچے کو متوازن تعلیم دے۔ اس کو قرآن و حدیث سے مربوط کرے۔ اس کو حلال و حرام اور اسلام کے اوامر و نواہی سے آگاہ کرے۔ اس کی صلاحیتوں کی اسلامی تناظر میں نمو کے لیے جدوجہد کرے۔ اس کو دنیا میں کامیابی کے لیے موزوں مہارتوں اور فنون سے مزین کرے اور اسے ضروری آداب سکھائے۔
- سکول کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کی تعلیمی و اخلاقی حالت سے والدین کو ہمیشہ آگاہ رکھے۔ اگر بچہ اخلاقی بگاڑ میں مبتلا ہو تو فوراً والدین کو آگاہ کرے بلکہ انہیں فوراً سکول بلائے اور والدین کے ساتھ مل کر بچے کی اصلاح کا پروگرام بنائے۔
- طالب علم کی اخلاقی حالت کے بارے میں کوئی ملاحظات رکھنے والا استاد اگر کلاس انچارج نہ ہو، سبجیکٹ سپیشلسٹ ہو مثلاً انگریزی یا اردو کا استاد ہو یا سائنس کا استاد ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ سکول کی تربیتی کمیٹی کے انچارج سے مشورہ کرے اور والدین کو فوراً سکول بلوائے، انہیں اعتماد میں لے اور ان سے مل کر بچے کی اصلاح کا پروگرام بنائے۔ اس غرض سے بچے کے والدین سے اس کا مستقل رابطہ رہنا چاہیے۔

Marfat.com

- اگر کوئی طالب علم کسی بڑی اخلاقی یا ذہنی خرابی میں مبتلا ہو تو اس کی اصلاح کے لیے ٹرسٹ کی مرکزی تربیتی کمیٹی سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے تا کہ مذکورہ طالب علم کی مدد کی جاسکے۔

حوصلہ افزائی

- اگر کوئی طالب علم ایمانی، اخلاقی، تعلیمی، فکری، تنظیمی اور جسمانی لحاظ سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے تو اس کی حوصلہ افزائی ضروری ہے کیونکہ حوصلہ افزائی سے نیکی اور اچھائی پہ قائم رہنے کی ترغیب ملتی ہے، ہمت بندھتی ہے اور اس کام کے دوام اور تسلسل کو قائم رکھنا آسان ہوجاتا ہے۔
- اچھی جزا اور حوصلہ افزائی کا اصول انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اگر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ ہم نے پیغمبر کو نذیر و بشیر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر بار بار اور اتنی تفصیل سے قرآن حکیم میں نہ کرتے کہ اگر دنیا کی زندگی میرے احکام کے مطابق گزارو گے تو میری خوشنودی اور یہ یہ نعمتیں ملیں گی۔ اس سے واضح ہے کہ اچھی کارکردگی کا نتیجہ دنیا میں بھی اچھا ملنا چاہیے تا کہ اچھا کام کرنے والے کی حوصلہ افزائی ہو اور اسے راست روی پر قائم رہنے میں مدد ملے۔
- سکول میں اچھی کارکردگی کو سراہنے کے بے شمار مواقع آتے ہیں مثلاً طالب علم تعلیم میں کلاس میں اول آئے یا کھیل کے میدان میں یا تقریری اور تحریری مقابلے میں سکول، ضلع یا بورڈ میں پوزیشن حاصل کرے۔ اسی طرح اگر کسی طالب علم کی کئی ماہ تک نماز قضا نہ ہو یا تکبیر تحریمہ نہ چھوٹے تو اسے بھی انعام دینا چاہیے۔ اگر کوئی طالب علم خدمت خلق کا کوئی کام کرے، کسی غریب کی مدد کرے، جھگڑنے والے بچوں میں صلح کروا دے، تعلیم میں کمزور کسی بچے کی مدد کردے، اپنے کارڈ پر لائبریری کی کتابیں دلوا دے، اپنی موٹر سائیکل یا گاڑی پر کسی کو سکول لے آیا کرے......غرض سکول کے ماحول میں اچھائی اور نیکی کے جو مواقع ہوسکتے ہیں ان میں کسی طالب علم کا طرزِ عمل اگر مثبت اور بہتر ہو تو وہ مستحق ستائش ہے، اسے انعام دینا چاہیے، اس کی تعریف کرنی چاہیے تا کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو اور اسے نیکی کے رستے پر استقامت میسر آئے۔

تنبیہ و تادیب

- اصولی طور پر یہ بات درست ہے کہ بچے پیار و محبت کی زبان سمجھتے ہیں۔ انہیں نرمی و شفقت ہی سے سمجھانا چاہیے، لکھنا اور پڑھنا سکھانا چاہیے۔ اگر وہ غلطی کریں، کسی بات کو نہ سمجھیں تو استاد کو اس پر جھنجھلانا نہیں چاہیے، اس وجہ سے ان پر سختی نہیں کرنی چاہیے بلکہ والدین ہوں یا استاد، انہیں صبر اور حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ اسی طرح بچوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ مفید کیا ہے اور مضر کیا ہے؟ اسی لیے ہماری نظر میں وہ غلطیاں کرتے ہیں لیکن غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو یہ بڑوں ہی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان کو صحیح باتیں بتائیں، صحیح کاموں کی طرف ان کی

Marfat.com

رہنمائی کریں، انہیں غلط باتوں اور بُرے کاموں سے آگاہ کریں اور ان کے نقصان دہ نتائج سے انہیں باخبر کریں اور ان معاملات میں جلد بازی اور بے صبری سے کام نہ لیں، ان کا دل تنگ نہ پڑے بلکہ بچوں کی تربیت صبر اور حوصلے سے کرنی چاہیے اور ان کی معمولی غلطی پر انہیں سزا دینے پر نہیں اتر آنا چاہیے۔

* اصول کی بات وہی ہے جو ہم نے سطور بالا میں کہی لیکن بعض بچے اتنے شرارتی ہوتے ہیں یا ان کی غلط عادتیں اتنی پختہ ہو جاتی ہیں کہ وہ بار بار سمجھانے کے باوجود اثر نہیں لیتے۔ ایسے بچے محبت، شفقت اور نرمی کے مسلسل استعمال کے باوجود اگر نہ سدھریں اور بڑوں کی بات نہ مانیں تو انہیں ڈانٹا جا سکتا ہے، تنبیہ کی جا سکتی ہے اور نہایت ناگزیر ہو تو کچھ سزا بھی دی جا سکتی ہے لیکن اس سلسلے میں کچھ باتیں سامنے رہنی چاہئیں:

- غصے سے مغلوب ہو کر بچے کو کبھی نہ ماریں۔
- بچے کو سخت سزا نہیں دینی چاہیے اور ظالمانہ طریقے سے نہیں مارنا چاہیے کیونکہ مقصود اس کی اصلاح ہے نہ کہ تعذیب
- اور جیسا کہ ارشاد رسول گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے چہرے پر نہیں مارنا چاہیے۔
- بچے کو ہر وقت ڈانٹتے نہیں رہنا چاہیے اور نہ بات بات پر اسے مارنا چاہیے۔ اگر کبھی مار تک نوبت آ بھی پہنچے تو دوسرے وقت اسے پیار بھی کرنا چاہیے اور اسے بتانا چاہیے کہ استاد کے پیش نظر اس کی بہتری ہے نہ کہ اسے سزا دینا۔
- استاد انسان ہوتا ہے وہ کبھی پریشان، ناخوش اور ڈیپریسڈ بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں اسے خود شعوری طور پر احساس ہونا چاہیے کہ وہ اپنا غصہ اور فرسٹریشن بچوں پر نہ نکالے بلکہ خود کو کنٹرول کرے۔ زیادہ پریشان ہو اور خود کو کنٹرول نہ کر سکتا ہو تو سکول نہ آئے یا کلاس میں نہ آئے لیکن کسی دوسرے کا غصہ بچوں پر نکالنا بزدلی اور ناانصافی ہے۔
- ناگزیر حالات میں بچوں کو تنبیہ و تادیب کی اجازت دینے کے باوجود ہم نہیں سمجھتے کہ بچوں کو سزا دینا کوئی نارمل حرکت یا احسن عمل ہے۔ بچے ہر حال میں شفقت و نرمی کے ہی مستحق ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ پیار و محبت ہی کا برتاؤ کرنا چاہیے اور انہیں ڈانٹنے اور مارنے سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔

خصوصی تربیتی سرگرمیاں

خصوصی تربیتی سرگرمیوں سے مراد وہ سرگرمیاں ہیں جو کسی خاص مقصد کے لیے ہوں۔ ہم یہاں ایمانی، اخلاقی، علمی، انتظامی، فکری، جسمانی اور معاشی تربیتی سرگرمیوں کا اختصار سے ذکر کریں گے:

ایمانی تربیت کی سرگرمیاں

اھمیت: ...... ایمانی تربیت بنیادی ترین اہمیت رکھتی ہے اور تربیت کی ساری اقسام سے زیادہ اہم ہے کیونکہ

Marfat.com

انسانی اعمال کی بنیاد ایمان وعقیدے پر ہوتی ہے۔ اگر عقیدے پر یقین پختہ نہ ہو تو اعمال اس کے مطابق صادر نہ ہوں گے۔ اس لیے ایسی تربیتی سرگرمیاں ضروری ہیں کہ ایمان وعقیدہ پختہ ہو جائے اور انسان کا اللہ سے تعلق مضبوط ہو جائے۔ انسان کے اللہ سے تعلق کا سب سے بڑا مظہر عبادات ہیں لہٰذا وہ بھی ایمانی تربیت کا حصہ ہیں۔

تصورات: ......اللہ پر پختہ یقین، اس سے مضبوط تعلق اور صرف اس کی عبادت واطاعت۔

- رسول کا اللہ کی طرف سے ماڈل انسان ہونا۔
- اللہ ورسول ﷺ کی غیر مشروط اطاعت۔
- آخرت کی برتر اور اہم ترحیثیت۔
- آخرت میں جواب دہی کا تصور۔
- دنیا کا دارالامتحان اور مزرعۃ الآخرت ہونا۔
- اللہ تعالیٰ سے تعلق کا لازمی نتیجہ اس کی محبت اور خشیت۔
- اس محبت وخشیت کا لازمی نتیجہ ہے اللہ کی عبادت (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) اور اس کی اطاعت (اخلاق ومعاملات میں، جو مظہر ہیں انسانوں کے درمیان تعلقات کے)۔

وسائل: ......قرآن، سنت وسیرت، نماز، کثرتِ ذکر

سرگرمیاں: ......پرائمری سکول میں قرآن ناظرہ کی تکمیل

- نماز ترجمے کے ساتھ یاد کرنا
- آخری بیس سورتیں ترجمے کے ساتھ یاد کرنا
- وضو اور نماز کی پریکٹس، کلاس روم میں یا سکول کی مسجد میں
- انبیاء اور صحابہ کے حالات زندگی بچوں کو کہانیوں کی صورت میں سنانا۔
- ایسی کارٹون فلمیں/ وڈیو دکھانا جن میں بچوں کو وضو کرتے اور نماز پڑھتے دکھایا گیا ہو۔
- تجوید کی آڈیو/ وڈیو کی مدد سے بچوں کے مخارج اور تلفظ درست کرانا۔
- کھانے پینے، سونے، پہننے، گھر سے نکلنے وغیرہ کی قرآنی ومسنون دعائیں طلبہ کو یاد کرانا اور ان پر عمل کی عادت ڈالنا۔
- جو نماز سکول کے اوقات میں آئے اس کی باجماعت نماز کا سکول میں اہتمام کرنا اور سب اساتذہ اور طلبہ کا اس میں شریک ہونا۔
- چھٹی جماعت سے قرآن کا ترجمہ شروع کر کے دسویں تک اس کی تکمیل کرنا۔
- آخری پارہ اور اہم سورتیں (یٰسین، ملک، حشر اور بقرہ کا آخری رکوع وغیرہ) زبانی یاد کرانا۔

141888
Marfat.com

- پرائمری کے بعد خواہش مند طلبہ کو حفظ قرآن کا موقع دینا اور پھر انہیں مین اسٹریم تعلیم میں شامل کر لینا۔
- قرآن و اسلامیات کے لیے پہلا پریڈ مقرر کرنا۔ تدریس قرآن کے لیے معقول تنخواہ پر ماہر تجوید قاری کو استاد مقرر کرنا۔
- قرآن و اسلامیات کا استاد ایسا ہو جو شفیق، نرم خو اور حلیم ہو تا کہ بچوں پر سختی نہ کرے اور پیار محبت سے پڑھائے اور دین پر عمل کرائے۔
- مذکورہ سرگرمیاں کا ماحول پیدا کرنے کے لیے صباحی خطابات سے مدد لینا۔
- اسلامیات کی کتاب اور ٹرسٹ کی تیارہ کردہ 'تدریس القرآن' سیریز سے استفادہ کرنا جن میں مذکورہ بالا تصورات اور مضامین شامل نصاب ہیں۔
- قرآن وحدیث، اسلامیات اور تربیت کا باقاعدہ امتحان لینا اور اسے جز و امتحان اور مدارِ پاس فیل بنانا۔

اخلاقی تربیت کی سرگرمیاں

اخلاقی تربیت سے مراد یہ ہے کہ طلبہ کو پتہ چل جائے کہ اچھے اخلاق کیا ہوتے ہیں اور برے اخلاق کیا اور پھر وہ عملی زندگی میں اچھے اخلاق کو اپنالیں اور برے اخلاق کو ترک کر دیں۔ اچھے اور برے اخلاق کے ساتھ ہم اچھے اور برے آداب کا بھی ذکر کریں گے کیونکہ آداب بھی اخلاق ہی کا جزو شمار ہوتے ہیں۔ اچھے اور برے اخلاق و آداب کی تفصیلی فہرست 'تربیت طلبہ گائیڈ' کے باب دوم 'قرآن کا انسانِ مطلوب' میں دی گئی ہے اسے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

اھمیت:...... اخلاق کا تعلق انسانوں کے مابین رویوں اور تعلقات سے ہوتا ہے اور ایمان کا اظہار عبادات کے بعد سب سے زیادہ اخلاق ہی میں نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگ اخلاق کو دین کا قائم مقام سمجھ لیتے ہیں جو کوئی ایسا غلط بھی نہیں۔

استاد کا کردار:...... استاد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو اچھے اخلاق کے بارے میں بتائے۔ اگر نصابی کتاب میں اس بارے میں مواد کم ہو تو وہ خود سے تیاری کر کے آئے اور طلبہ کو بتائے کہ اچھے اخلاق کون کون سے ہیں اور ان کا معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنانے میں کیا کردار ہے۔

سرگرمیاں:...... یہاں بعض ایسی سرگرمیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر سکول میں عمل ممکن ہے اور جن سے طلبہ کو اچھے اخلاق و آداب کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے میں مدد ملے گی۔ ہم اچھے اور بُرے اخلاق اور آداب کے بارے میں الگ الگ گزارشات پیش کریں گے:

اچھے اخلاق (جنہیں اپنانا چاہیے)

ہمیشہ سچ بولو:...... اگر طالب علم سکول سے غیر حاضر ہو یا ہوم ورک کر کے نہ لائے اور استاد اس کی وجہ پوچھے تو بہت

Marfat.com

سے طلبہ جھوٹ بولتے اور کوئی بہانہ گھڑ لیتے ہیں جب کہ ان مواقع پر بھی سچ ہی بولنا چاہیے۔

بڑوں کا ادب کرو:......طالب علم کو چاہیے کہ جہاں بھی کوئی استاد ملے اسے سلام کرے یعنی السلام علیکم کہے اور کلاس میں استاد کے سامنے اونچا اور گستاخی سے نہ بولے۔ چھوٹے بچوں کو بڑی کلاسوں کے طلبہ کا بھی احترام کرنا چاہیے۔

چھوٹوں سے شفقت:......استاد کو حلیم اور نرم خو ہونا چاہیے۔ مار پیٹ کی بجائے شفقت اور تحمل سے کام لینا چاہیے۔ بڑی کلاسوں کے طلبہ کو چھوٹے بچوں کی مدد کرنا چاہیے۔

خیر خواہی:......استاد کو بچوں پر اپنے عمل سے یہ تاثر چھوڑنا چاہیے کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے اور اس کی تنبیہ و تادیب اور سزا بھی بچے کی ہمدردی کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی طالب علم کسی معقول وجہ مثلاً بیماری کے سبب سکول نہ آ سکے تو دوسرے طلبہ کو اسے اپنی ہوم ورک کی کاپی دیتے نہیں ہچکچانا چاہیے تاکہ وہ ہوم ورک اتار سکے۔

خوش خلقی:......ساتھی طلبہ کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے ملنا چاہیے۔

ایثار سے کام لینا:...... مثلاً ساتھی طالب علم کو پہلے بیٹھنے دینا یا پانی پیتے ہوئے پہلے اسے پانی دینا۔

صفائی:...... صاف ستھرے کپڑے پہننا، نہا دھو کر اور بال بنا کر سکول آنا۔

لباس اور وضع قطع:......میں کافروں سے مشابہت اختیار نہ کرنا اور نہ لڑکوں لڑکیوں کا ایک دوسرے جیسا لباس پہننا۔ چھوٹی لڑکیوں کو تربیت اور عادت کے لیے سکارف یا دوپٹہ لینا چاہیے اور بڑی کلاس کی لڑکیوں کو برقعہ، عبایا، چادر وغیرہ لینا اور جسم ڈھانپنا چاہیے)۔

اچھے کاموں میں تعاون:......جیسے مل کر مسجد جانا، کسی غریب ساتھی کی فیس ادا کر دینا......وغیرہ

باہمی اخوت و دوست داری:......جیسے مل بیٹھ کر پڑھنا، اکٹھے کھیلنا، ایک دوسرے کے گھر جانا، ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شریک ہونا۔

کام میں باقاعدگی:......اپنا کام ہمیشہ باقاعدگی سے کرنا چاہیے۔ ہوم ورک میں کبھی ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ دل چاہا تو کام کر لیا، نہ چاہا تو چھوڑ دیا بلکہ کام میں باقاعدگی ہونی چاہیے۔

اعلیٰ کارکردگی (Excellence):......اسلام میں یہی مطلوب نہیں کہ محنت کی جائے، کام کیا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہر کام عمدہ اور بہترین انداز میں کیا جائے۔ مطلب یہ کہ صرف امتحان پاس کرنا مطلوب نہیں بلکہ ہدف یہ ہو کہ اے گریڈ لینا ہے، کلاس میں ٹاپ کرنا ہے یا بورڈ میں پوزیشن لینی ہے۔ اسلام میں اسے احسان کہتے ہیں کہ ہر کام اپنے بہترین انداز میں کرنا، خواہ وہ عبادت ہو یا اطاعتِ خدا اور رسول کا کوئی دوسرا پہلو۔

محنت:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محنت، مشقت کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے لہٰذا آرام طلبی، سستی و کاہلی، کام چوری، آج کا کام کل پر ٹالنا، خود محنت کرنے کی بجائے دوسرے کی محنت کی نقل اتارنا وغیرہ سب اسلام کی رو سے بری

Marfat.com

عادتیں ہیں اور قابل ترک ہیں۔

منصوبہ بندی:...... الل ٹپ کام کرنا اور نظم وضبط کا خیال نہ رکھنا احمقانہ حرکت ہے۔ ہر کام منصوبہ بندی سے کیا جائے، روزانہ کاموں کا ایک ٹائم ٹیبل بنایا جائے اور اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ بہتر ہوگا اپنا ٹائم ٹیبل لکھ کر اپنے کمرے یا اپنی میز کے سامنے لٹکا لیا جائے تا کہ اس پر نظر پڑتی رہے اور اس پر پابندی سے عمل کیا جائے۔ حسبِ ضرورت اس ٹائم ٹیبل کو تبدیل کرتے رہنا چاہیے مثلاً امتحان کے دنوں میں الگ ٹائم ٹیبل بنانا چاہیے کہ کس دن کسی مضمون کا پرچہ ہے اور اس کے لیے تیاری کس کس وقت کرنی ہے مثلاً عام دنوں میں آپ اگر بعد عصر کھیلنے جاتے ہیں اور آپ کا میتھ یا انگلش کا پرچہ ہے جس کے لیے خصوصی تیاری کی ضرورت ہے تو کھیلنے مت جائیں یا خلافِ معمول مغرب یا عشاء کے بعد دوبارہ پڑھنے بیٹھ جائیں۔

اچھے آداب

۱۔ کسی کو ملنے جانا ہو تو پہلے اسے اطلاع دینا (فون، خط، ای میل، sms وغیرہ کے ذریعے) اور اس کی سہولت کا خیال رکھنا (مطلب یہ کہ ایسے وقت نہ جانا جب وہ مصروف ہو یا آرام کر رہا ہو)۔

۲۔ کسی کے گھر جائیں تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے اطلاعی گھنٹی بجائیں یا دروازہ کھٹکھٹائیں اور اجازت لے کر داخل ہوں۔

۳۔ کھانا داہنے ہاتھ سے کھائیں، کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لیں اور اس سے پہلے ہاتھ دھولیں۔ کھانا جلدی جلدی نہ کھائیں بلکہ اطمینان سے کھائیں۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھوئیں اور کھانا ختم کرنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کریں (مسنون دعاء پڑھیں) کھانا وقت پر کھائیں۔ کھانا کھاتے ہوئے بہت دیر نہ لگائیں۔ دال، سبزی، گوشت جو گھر میں پکا ہو کھالیں اور کسی خاص کھانے پر اصرار نہ کریں۔ اگر ایک برتن میں دوسروں سے مل کر کھا رہے ہوں تو اپنے سامنے سے کھائیں اور کھانے کے اچھے اجزاء زیادہ کھانے کا لالچ نہ کریں (جیسے بریانی پکی ہو تو اس میں سے چن چن کو بوٹیاں کھانا)۔

۴۔ پانی بیٹھ کر پیئیں، کوئی ساتھ ہو تو اسے پہلے پیش کریں۔ شروع اور آخر میں مسنون دعا پڑھیں۔ زیادہ ٹھنڈا پانی نہ پیئیں۔ ایک ہی سانس میں گلاس خالی نہ کر دیں بلکہ سانس لے کر اطمینان سے پیئیں۔ زیادہ چائے پینا بھی نقصان دہ ہے۔

۵۔ سگریٹ، حقہ اور پان سے پرہیز کریں۔

۶۔ کوئی عزیز یا دوست بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے جائیں لیکن وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھیں اور مریض کی حوصلہ افزائی کریں۔

۷۔ صبح شام دانت صاف کریں، باقاعدگی سے نہائیں (گرمیوں میں روزانہ اور سردیوں میں ہفتہ میں ایک بار) ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔ ناخن اور بال نہ بڑھنے دیں، کٹواتے رہیں۔

Marfat.com

۸۔ والدین پر ان کی استطاعت سے زیادہ مالی بوجھ نہ ڈالیں اور قیمتی و مہنگی اشیاء خریدنے پر اصرار نہ کریں۔

۹۔ اساتذہ، والدین اور بڑوں کو سلام کریں اور ان کا احترام کریں۔ چھوٹوں سے نرمی اور شفقت سے پیش آئیں۔

۱۰۔ کوئی آپ کی مدد کرے یا آپ سے تعاون کرے تو اس کا شکریہ ادا کریں۔

۱۱۔ کوئی بدسلوکی کرے تو اس سے درگزر سے کام لیں۔

۱۲۔ اگر آپ ایسی جگہ جائیں جہاں بہت سے لوگ پہلے سے بیٹھے ہوں تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اور انہیں تکلیف دے کر آگے جانے کی کوشش نہ کریں۔

برے اخلاق (جن سے بچنا چاہیے)

۱۔ جھوٹ نہ بولو۔ گالی نہ دو، غیبت، چغلی اور الزام تراشی سے بچو۔ بات بات پر قسم نہ کھاؤ۔ چیخ چیخ کر اونچی آواز میں باتیں نہ کرو۔ کسی کا نام نہ بگاڑو۔

۲۔ جھگڑا نہ کرو۔

۳۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔

۴۔ برے دوستوں کی صحبت سے بچو۔

۵۔ کسی کی چیز نہ چراؤ۔

۶۔ فضول خرچی نہ کرو۔ والدین سے بلاضرورت پیسوں کا مطالبہ نہ کرو۔

۷۔ ایسی شرارتیں نہ کرو جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

۸۔ قہقہہ لگا کر زور زور سے نہ ہنسو۔

۹۔ کام چوری بری عادت ہے۔

۱۰۔ سستی اور کاہلی سے بچو اور آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

۱۱۔ انٹرنیٹ، لیپ ٹاپ، ٹی وی، ڈی وی ڈی، وی سی آر۔ پر غیر مفید پروگرام دیکھنا جیسے فضول ڈرامے اور فلمیں بلکہ انڈیا اور انگریزی کے کارٹون بھی بچوں کی غلط تربیت کرتے ہیں۔ امتحان کے دنوں میں ٹی وی بالکل نہ دیکھو۔

۱۲۔ کھیلوں کا ایسا جنون نہیں ہونا چاہیے کہ پڑھائی کا حرج ہو۔

۱۳۔ زیادہ کھٹی میٹھی اور ٹھنڈی، سستی اور مضر صحت اشیاء جیسے میٹھی سپاری، ببل گم، برف کے گولے اور قلفیاں......وغیرہ نہ کھانا کہ ان سے گلا خراب ہو جاتا ہے اور زکام بخار ہو جاتا ہے اور بعض اوقات معدہ بھی خراب ہو جاتا ہے اور بھوک نہیں لگتی۔ بیمار ہونے سے سکول کے ناغے ہو جاتے ہیں اور پڑھائی کا حرج ہوتا ہے۔

۱۴۔ سگریٹ پان سے پرہیز کرو۔

Marfat.com

۱۵۔ اپنے سے لائق طلبہ سے حسد نہ کرو بلکہ ان کے برابر آنے اور ان سے آگے بڑھنے کے لیے زیادہ محنت کرو۔

علمی تربیت

تصورات:......مطالعہ کی عادت۔معلومات میں اضافہ۔ابلاغ کی صلاحیت۔زبان پر عبور

تعلیمی و تربیتی سرگرمیاں:......علمی و ذہنی تربیت کے لیے مندرجہ ذیل تعلیمی سرگرمیاں مفید رہیں گی:

- سکول میں لائبریری ضرور ہونی چاہیے اور ہر کلاس کے لیے ہفتے میں ایک لائبریری پریڈ ضرور رکھا جائے تاکہ طلبہ کو درسی کتب کے علاوہ مطالعہ کی عادت پڑ جائے۔ لائبریری میں بچوں کی عمر، نفسیات اور ضروریات کے مطابق مناسب کتب وافر تعداد میں ہونی چاہئیں۔ لائبریرین کو چاہیے کہ کتابوں کی تلاش اور کتابوں کے اجراء میں بچوں کی مدد کرے۔ لائبریری میں اخبارات و جرائد بھی ہونے چاہئیں تاکہ طلبہ حالات حاضرہ سے واقف ہو سکیں۔
- تقریر کی مشق کے لیے ہر ہفتہ ایک پریڈ مختص کیا جائے جس میں مباحثے اور مذاکرے ہوں، بیت بازی اور تقریری مقابلے ہوں۔
- مقامی، ضلعی اور صوبائی تقریری مقابلوں میں شرکت کی جائے اور پوزیشن لینے والوں کو حوصلہ افزائی کے انعامات دیے جائیں۔
- ہر ہفتے تحریر و انشاء کا پریڈ ہو۔ مضمون نویسی کے مقابلے ہوں۔ دیواری جرائد کا اجراء کیا جائے۔ طلبہ کا سالانہ مجلہ ہو جس میں طلبہ کے مضامین شائع کیے جائیں۔ اچھی تحریروں پر حوصلہ افزائی کے انعامات دیے جائیں۔
- طلبہ کو مفید مشغلوں کی ترغیب دینا جیسے پرانے سکے اور پرانی ٹکٹیں جمع کرنا۔ بڑے سکول 'مسلم تہذیب کے میوزیم' بھی قائم کر سکتے ہیں جس میں طلبہ کی جمع کردہ چیزیں رکھی جائیں۔
- خوش خطی کی کلاسیں، مقابلے اور انعامات وغیرہ

انتظامی تربیت

سرگرمیاں:

۱۔ وقت کی پابندی کی عادت پختہ کی جائے۔ وقت پر سکول جانا، گھر آ کر ہوم ورک کرنا، رات کو متعین وقت پر سونا اور صبح کو جاگنا......وغیرہ۔

۲۔ مستعد اور چاک و چوبند رہنا (کھیلوں میں حصہ لینا، کام وقت پر کرنا، سستی اور کاہلی سے بچنا)

۳۔ خود اعتمادی مثلاً امتحان کے وقت خصوصاً Viva Voce [یعنی زبانی امتحان] کے وقت نہ گھبرانا، تقریر کرتے وقت پر جوش ہونا، استاد سے سوال کرتے ہوئے یا نئے لڑکوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ جھجکنا......وغیرہ

Marfat.com

۴۔ نظم وضبط کی عادت: ٹائم ٹیبل بنا کر کام کرنا۔

۵۔ منصوبہ بندی مثلاً گرمیوں کی چھٹیوں کا صحیح استعمال (خوش خطی یا کمپیوٹر کورس کرنا یا کسی کمزوری وخامی کو دور کرنا جیسے انگریزی کمزور ہوتو انگریزی کا بنیادی کورس کرنا) یا مل بیٹھ کر پڑھنا یعنی گروپ سٹڈی، مستقبل کی پلاننگ......وغیرہ

۶۔ سکول فنکشن کا انعقاد کرنا جیسے اقبال ڈے، یوم پاکستان، یوم والدین، سیرت کانفرنس اور تفریحی سفر کا انتظام کرنا (سٹیج لگانا، کرسیاں رکھنا، انہیں صاف کرنا، مائک کا انتظام کرنا، طلبہ کو بٹھانا، انہیں شور سے منع کرنا......وغیرہ۔

۷۔ سکول باغیچہ کی دیکھ بھال

۸۔ سوشل ورک یعنی سماجی بہبود کی سرگرمیاں تعلیم کا حصہ ہونی چاہئیں جیسے مریضوں کی تیمارداری کے لیے جانا، کسی غریب مریض کے مہنگے علاج کے لیے فنڈز اکٹھے کرنا، سکول، گلی، محلہ کی صفائی کی مہم چلانا، تعلیمی اور مالی لحاظ سے کمزور بچوں کی پڑھائی میں مدد کرنا۔ اس طرح کے سماجی کاموں کا آغاز کرنا اور انہیں ٹیم ورک کے ذریعے منظم کرنا......وغیرہ۔

فکری تربیت

تصورات:......جدت وندرت۔تنقیدی ذہن (Critical Thinking) کی آبیاری۔

سرگرمیاں:

۱۔ طلبہ کو نئے پروجیکٹ دیے جائیں یعنی انہیں ایسے کام کرنے کو کہا جائے جو انہوں نے پہلے نہ کیے ہوں۔

۲۔ طلبہ کے تجسس کو ہوا دی جائے جیسے کہانیاں سنتے ہوئے دلچسپ موڑ آ جائے تو بچے دادی اماں سے پوچھتے ہیں ''دادو! پھر کیا ہوا؟'' مثلاً سند باد کا جہاد سمندر میں ڈوب گیا تو وہ زندہ کیسے رہا؟ ٹارزن اگر جنگل میں رہتا ہے تو شدید سردی سے کیسے بچتا ہے؟ وغیرہ۔

۳۔ کلاس روم میں طلبہ کو سوال کرنے پر اکسایا جائے، سوال کرتے وقت ان کی حوصلہ افزائی کی جائے مثلاً استاد کی کوئی بات جیسے ریاضی کا کوئی سوال اگر انہیں سمجھ نہیں آیا تو شرم اور جھجک کی وجہ سے بت بن کر خاموش نہ بیٹھے رہیں بلکہ استاد سے درخواست کریں کہ وہ دوبارہ وضاحت کرے کہ فارمولا انہیں سمجھ نہیں آیا۔

۴۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ ان کے ذہن میں جو شکوک وشبہات ہوں وہ ان کا اظہار کریں اور انہیں چھپا کر نہ رکھیں مثلاً سائنس کا استاد جب کہے کہ زمین گول ہے لیکن طلبہ محسوس کرتے اور دیکھتے ہوں کہ زمین تو مسطح اور چپٹی ہے تو وہ اس بات کا استاد سے اظہار کریں۔ اسی طرح وہ استاد سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ فرشتے اور جن ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟ استاد کو چاہیے کہ ایسے شبہات یا سوالوں کا جواب شفقت، نرمی اور دلیل سے دے اور بچے کے ذہن کو مطمئن کرے اور یہ کہہ کر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے کہ تم لایعنی سوال پوچھتے ہو۔

۵۔ استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں بتائے تو محض اللہ رسول کے احکام نہ بتائے کہ اللہ نے یہ اور

Marfat.com

یہ کام کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ ان کے دینی و دنیوی فوائد کا بھی ذکر کرے مثلاً نماز کے لیے وضو کرنے سے آدمی صاف ستھرا رہتا ہے اور برائیوں سے بچا رہتا ہے، روزہ رکھنے سے آدمی کو نیک کام کی طاقت حاصل ہوتی ہے اور معدہ بھی درست ہوجاتا ہے......وغیرہ۔

۶۔ بچے میں فکری حریت کی آبیاری کی جائے اور اسے فکر و تدبر اور تنقید کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ تمام دنیوی امور میں بلکہ خود ان دینی امور میں بھی جہاں اللہ نے واضح اور تفصیلی احکام نہیں دیے ہیں بلکہ مصلحتاً ان کو انسانوں پر چھوڑا ہے تو یہاں انسانی عقل و استدلال کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

۷۔ بچے میں فکری حریت کی آبیاری کے ساتھ ساتھ اسے یہ سکھانا بھی ضروری ہے کہ مسلمات پر بلا چوں و چرا عمل کرنا چاہیے یعنی حریت فکر اور تنقیدی ذہن وسوچ رکھنا اچھی بات ہے لیکن یہ بھی عقلی تقاضا ہے کہ مسلمات کی پیروی بلا حیل وحجت کی جائے مثلاً نماز پڑھنا اللہ کا حکم ہے۔ اس لیے نماز پڑھنا ضروری ہے خواہ اس کا کوئی فائدہ ہمیں نظر آئے یا نہ آئے۔ مطلب یہ کہ فکری حریت کی کچھ حدود ہیں۔ علم و حکمت کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لہٰذا اللہ و رسول کے احکام ماننے میں تقلید و اطاعت کا ذہن ہونا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ و رسول نے فضول کسی امر کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ ان کے ہر حکم میں انسانوں کا فائدہ ہے خواہ انسان کو کسی وقت اس کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔

جسمانی تربیت

تصورات:...... صحت مند عقل اور قوت کے لیے صحت مند جسم ضروری ہے۔

سرگرمیاں:......

۱۔ سکول میں روزانہ ایک پریڈ ڈرل کے لیے ہونا چاہیے۔

۲۔ سکول میں مختلف کھیلوں کا انتظام ہونا چاہیے اور دوسرے سکولوں سے مقابلہ بھی ہونا چاہیے تاکہ مسابقت اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے لیے درکار محنت اور ریاضت کی عادت پڑے۔

- جیتنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات دیے جائیں۔
- جیت کی صورت میں آپے سے باہر نہ ہونے اور ہارنے کی صورت میں دل شکستہ نہ ہونے کی عادت ڈالی جائے۔

۳۔ جسمانی صفائی کا اہتمام کیا جائے۔ طلبہ کے بال اور ناخن چیک کیے جائیں کہ وہ زیادہ بڑھے ہوئے نہ ہوں۔ لباس اور جوتے چیک کیے جائیں کہ وہ صاف ہوں۔

۴۔ بڑی عمر کے طلبہ کو مارشل آرٹس کی تربیت دی جائے۔ اگر خواتین انسٹرکٹر میسر ہو تو طالبات کو بھی یہ تربیت دینی چاہیے۔

معاشرتی تربیت

تصورات:......اسلامی تعلیمات اور معاشرے کی مفید رسوم و رواج سے طلبہ کی واقفیت اور ہم آہنگی۔

Marfat.com

سرگرمیاں:......

۱۔ اساتذہ اور طلبہ کا لباس پاکستانی ہونا چاہیے۔

۲۔ چھوٹی عمر کی طالبات سکارف لیں اور بڑی کلاسوں کی لڑکیاں برقع، عبایا، چادر وغیرہ لیں تا کہ ان میں حیا کا احساس زندہ رہے۔

۳۔ خواتین اساتذہ سادگی اختیار کریں اور فیشن کا مرقع بن کر سکول نہ آئیں۔

۴۔ معاشرے میں اساتذہ کا وقار اور احترام قائم رکھنے کے لیے اقدامات کیے جائیں اور انہیں اچھے گریڈ اور تنخواہیں دی جائیں۔

۵۔ مخلوط تعلیم ختم کی جائے اور لڑکیوں کے سکولوں میں مرد عملے کی تعیناتی ممنوع ہو، نہ خواتین اساتذہ لڑکوں کو پڑھائیں (سوائے ابتدائی ایک دو کلاسوں کے) اور نہ مرد اساتذہ بڑی کلاسوں کی لڑکیوں کو پڑھائیں۔

۶۔ طلبہ کو کبھی کبھار مریضوں کی عیادت کے لیے ہسپتال لے جایا جائے۔

۷۔ اسی طرح انہیں ترغیب دی جائے کہ وہ مستحقین کی مدد کریں کسی نابینا کو سڑک پار کرا دیں، کسی محتاج کو پیسے دے دیں یا کھانا کھلا دیں اور اسی طرح کے خدمت خلق کے دوسرے کام کر دیا کریں۔

۸۔ اگر کوئی دوست ان کے گھر آئے تو اس کی خاطر تواضع کشادہ دلی سے کریں کہ یہ حکم شرعی اور مسلم معاشرے کی روایت ہے۔

۹۔ بُرے دوستوں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔

معاشی تربیت

۱۔ میٹرک اور ایف اے میں ایک اختیاری مضمون ٹیکنالوجی کا ہونا چاہیے جس میں وہ طلبہ جو اپنے معاشی حالات کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے کچھ ہنر سیکھ لیں جیسے الیکٹریشن، موٹر مکینک، الیکٹرانکس (فریج، ٹی وی، کمپیوٹر مرتب اور کمپیوٹر کمپوزنگ کے کورس کریں اور روزی کمانے کے قابل ہوسکیں۔ اسی طرح کی تربیت طالبات کے لیے بھی ہونی چاہیے جیسے سلائی، کڑھائی، بُنائی وغیرہ۔

۲۔ فضول خرچی سے بچنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر شدید ضرورت کے کوئی چیز نہ خریدی جائے اور جو چیز خریدی جائے وہ آدمی کی مالی حیثیت کے مطابق ہو۔

۳۔ بخل بھی بری عادت ہے۔ بخل یہ ہے کہ آدمی وہاں بھی خرچ نہ کرے جہاں اسے خرچ کرنے کی ضرورت ہو اور پیسے کو سینت سینت کر رکھے۔ فضول خرچی اور بخل کے درمیان اعتدال کی روش ہی بہتر اسلوبِ حیات ہے۔

۴۔ اللہ کی راہ میں کھلے دل سے خرچ کرنا چاہیے اور غریبوں محتاجوں کی مدد کرنی چاہیے۔

Marfat.com

نفسیاتی تربیت

۱- ناکامی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مسلمان اپنے اللہ سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ محنت جاری رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

۲- اپنے آپ کو حقیر و عاجز اور دوسروں سے کمزور و بدتر سمجھ کر احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

۳- اسی طرح اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا، بہتر اور اعلیٰ سمجھ کر نہ دوسروں کو حقیر سمجھنا چاہیے اور نہ غرور و تکبر میں مبتلا ہونا چاہیے۔

۴- ہر کام خود اعتمادی سے کرنا چاہیے۔

۵- اگر کوئی طالب علم پڑھائی یا کھیلوں میں آپ سے آگے ہے تو اس سے حسد نہ کریں بلکہ اس جیسا بننے کی کوشش کریں، بلکہ اس سے آگے نکلنے کی پلاننگ کریں اور اس کے لیے مزید محنت کریں۔

۶- اگر کوئی طالب علم امیر گھرانے سے ہے تو اس سے مرعوب ہونے، دب کر رہنے اور اس پہ رشک کرنے کی ضرورت نہیں۔

۷- جو سوچیں اور کہیں اس پر عمل ضرور کریں۔

۸- آگے بڑھنے کی خواہش اور جدوجہد میں ہرج نہیں لیکن اسے طولِ امل اور خواب پرستی کی شکل نہیں دینی چاہیے۔

..................OOOO..................

Marfat.com

ضمیمہ 1

اساتذہ کی خدمت میں چند اہم گزارشات

تربیت طلبہ میں اساتذہ کا کردار

- طلبہ کی تعمیرِ سیرت میں استاد اہم کردار ادا کرتا ہے
- طلبہ کی تعمیرِ سیرت سے پہلے استاد کا اپنا تزکیۂ نفس ہونا ضروری ہے
- اساتذہ اور طلبہ کی تعمیر سیرت کا لائحہ عمل

ایک بات ابتداء ہی میں عرض کرنے کی ہے کہ تزکیۂ نفس، تربیت، تعمیرِ سیرت اور کردار سازی ہماری رائے میں تقریباً ہم معنی اور مترادف اصطلاحات ہیں۔ تزکیۂ نفس قرآنی اصطلاح ہے اور تربیت، تعمیرِ سیرت اور کردار سازی کے الفاظ تعلیمی حلقے عموماً استعمال کرتے ہیں۔ اس عوامی تاثر میں کوئی وزن نہیں ہے کہ تزکیۂ نفس کوئی مذہبی اور مقدس قسم کی چیز ہے جو ذکر کے حلقوں، مراقبوں، چلّوں، قوالیوں اور صوفیوں سے عبارت ہے جبکہ تعمیرِ سیرت اور تربیت اس سے الگ چیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آدمی بری عادتیں اور برے رویے چھوڑ دے اور تعمیری عادتیں اور تعمیری رویے پروان چڑھائے، جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس تحریر میں ہم تربیت، تعمیرِ سیرت اور کردار سازی کی جگہ تزکیۂ نفس کی اصطلاح زیادہ استعمال کریں گے۔

اگرچہ اصولاً ہر استاد مربی (Mentor) ہوتا ہے اور اسے مربی ہونا چاہیے اور ہر استاد ہماری اس تحریر کا مخاطب بھی ہے۔ تاہم اس کتاب میں مربی استاد سے ہماری مراد وہ استاد ہے جس کی سکول کی طرف سے ڈیوٹی لگی ہو کہ تربیت کمیٹی کے سربراہ کی حیثیت سے وہ سکول کے طلبہ کی تربیت کرے۔

باعث تحریر آنکہ

طلبہ کی تعمیر سیرت پر مرتبہ کردہ یہ کتاب چھپنے سے پہلے ہم نے بہت سے اہل علم و فضل کو دکھائی تاکہ اس کی خامیاں دور ہو جائیں اور وہ زیادہ موثر ہو جائے۔ ان میں سے بعض نے ہمیں چھوٹے موٹے مفید مشورے بھی دیے۔ حال ہی میں حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب نے (جو سندھ کے معروف اسلامی دانشور ہیں اور ماہنامہ بیداری حیدر آباد (اُردو، سندھی) کے مدیر بھی ہیں اور تزکیہ و تصوف پر بہت سی کتابوں کے مصنف بھی) کتاب کا مسودہ دیکھ کر ہمیں دو مشورے دیے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے ہر

Marfat.com

سکول میں تربیت کمیٹی بنا کر اور سکول کے ایک استاد کو مربی و مزکی بنا کر تربیت کا جو نظام تجویز کیا ہے اس میں سوال یہ ہے کہ اگر مذکورہ مربی و مزکی استاد کا اپنا تزکیہ نہ ہوا ہو (جیسا کہ ہمارے ہاں لوگ عموماً اپنے تزکیۂ نفس کی طرف سے غافل ہیں) تو وہ طلبہ کا تزکیہ و تربیت کیسے کرے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ''نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملاّ خطرۂ ایمان'' والی بات ہو جائے۔ دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم (پاکستان کے نامور فلسفی، اسلامی دانشور اور ماہر تعلیم، بانی اقبال اکیڈمی و صدر آل پاکستان ایجوکیشن کانگرس، متوفی ۱۹۶۹ء) نے اصلاح تعلیم اور طلبہ کی تربیت کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان سے اعتناء کیے بغیر بات مکمل نہیں ہو سکتی۔ غور کرنے پر ہمیں محترم بھٹو صاحب کی دونوں باتوں میں وزن نظر آیا۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں موضوعات پر قلم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور یوں یہ تحریر وجود میں آئی۔ اگرچہ ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم ''گائیڈ'' میں تربیت طلبہ میں اساتذہ کے کردار کے حوالے سے کئی باتیں لکھی ہیں تاہم ان میں مذکورہ بالا دو موضوعات کا الگ سے اضافہ ہم نے ضروری سمجھا۔

مربی اور تزکیۂ نفس

یہ بات صحیح اور منطقی ہے کہ اگر آدمی کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو تو وہ اسے دوسروں کو نہیں دے سکتا۔ مطلب یہ کہ اگر ایک آدمی کا اپنا تزکیہ نہ ہوا ہو تو وہ دوسروں کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔ بالفاظ دیگر اگر استاد کی اپنی اسلامی تربیت نہ ہوئی ہو تو وہ یقیناً طلبہ کی اسلامی تربیت نہیں کر سکتا۔

پیشتر اس کے کہ ہم قارئین کو یہ بتائیں کہ تزکیہ سے کیا مراد ہے؟ اس کی کیا اہمیت ہے؟ اس کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کے حصول کا طریق کار کیا ہے؟ اور یہ کہ اگر مربی استاد اپنا تزکیہ کرنا چاہے تو کیسے کرے؟ اور اگر وہ اپنے طلبہ کے نفوس کا تزکیہ کرنا چاہے تو اس کا طریق کار کیا ہو؟ ہم عرض کریں کہ تزکیۂ نفس کے موضوع پر ہماری طویل اور مختصر تحریریں موجود ہیں۔ 'اسلام اور تزکیۂ نفس' کے نام سے ہماری ۹۰۰ صفحات کی کتاب ہے (جو دراصل پنجاب یونیورسٹی سے ہماری دوسری پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے) جس میں اسلام میں تعمیر شخصیت کے اصول و قواعد اور عملی پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ ہے اور ان کا مغربی فکر و عمل سے تقابل کیا گیا ہے۔ 'تزکیۂ نفس۔ چند بنیادی مباحث' کے عنوان سے ہمارا ۵۶ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس میں تزکیۂ نفس سے متعلق بنیادی سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں کتاب محل، دربار مارکیٹ، لاہور یا مکتبہ البرہان A-97 نیلم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور سے منگوائی جا سکتی ہیں۔ ہاں ۸ صفحات کا ہمارا ایک پمفلٹ 'حقیقتِ تصوف' کے نام سے بھی ہے جو ڈاک ٹکٹ بھجوا کر مکتبہ البرہان سے بلا قیمت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے متعلق ضروری کتابوں کا ہم نے اس کتاب کی آخری فصل میں دی گئی فہرست مراجع میں اضافہ کر دیا ہے تا کہ جو اساتذہ اس موضوع کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیں وہ ان کتابوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

Marfat.com

تزکیۂ نفس سے کیا مراد ہے؟

تزکیہ ایک عربی لفظ ہے جس کا مادہ زک و ہے۔اس میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں ایک کسی چیز کو میل کچیل، گرد وغبار اور گندگی سے پاک وصاف کرنا اور دوسرے اس کی چمک دمک بڑھانا، اسے مزید اجلا بنانا۔ زکوٰۃ کا لفظ اسی سے ہے اور زکوٰۃ المال کا مطلب ہے کہ رزقِ حلال کماتے ہوئے ہم سے جو کمی کوتاہی ہو جائے مال کو اس کی بے برکتی اور ضرر سے بچایا جائے۔ دوسرے یہ کہ مال کو اللہ کی راہ میں اس کی تعلیمات کے مطابق خرچ کیا جائے تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت شامل ہو جائے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے یعنی زکوٰۃ وصدقات دے تو اس سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔[1]

تزکیہ کی نسبت جب نفس سے ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے نفس انسانی کو بری عادتوں اور غلط رویوں سے بچانا اور اچھی عادتوں اور صحت مند رویوں کو بڑھانا اور پروان چڑھانا۔ صحیح رویہ کون سا ہے اور غلط کون سا؟ جو شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرنا چاہتا ہے اگر وہ مسلمان ہے تو اس سوال کا جواب واضح ہے کہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کریں گے کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا؟ گویا ایک مسلمان کے لیے تزکیۂ نفس کا مطلب ہے نفس کی ایسی تربیت کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا اس کے لیے ممکن اور آسان ہو جائے اور طبیعت شریعت بن جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ تزکیہ متوازن انداز میں ہو اور زندگی کے سارے شعبے اس سے یکساں انداز میں مستفید ہوں یعنی عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات میں، یا جیسے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" [المائدۃ ۵: ۳] اور ہمیں پورے دین پر عمل کا حکم دیا ہے "اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً" [البقرۃ ۲: ۲۰۸] اس لیے دین کے سارے احکام پر عمل ضروری ہے۔

تزکیہ کی ضرورت واہمیت

قبولیت اسلام کا انحصار تزکیہ پر

تزکیۂ نفس کی ضرورت اس سے واضح ہے کہ جب تک طبیعت میں خیر کا مادہ نہ ہو آدمی اسلام بھی قبول نہیں کر سکتا جس کی مثال یہ ہے کہ مسلمانوں کی کمزور حالت دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مکہ کے دو جری اور موثر آدمیوں یعنی عمرو بن حکم (ابو جہل) اور عمر بن خطابؓ میں سے کسی ایک کو ایمان لانے کی توفیق ملے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو ایمان لانے کی توفیق دی جنھوں نے بعد میں اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت کی اور کارہائے نمایاں انجام دیے جبکہ ابو جہل کے حصے میں کفار مکہ کی سرداری اور اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت آئی اور وہ غزوۂ بدر میں دو مسلمان بچوں کے

---

[1] البقرہ ۲: ۲۷۶

Marfat.com

ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ ان میں قبولیتِ خیر کا مادہ ابوجہل کے مقابلے میں زیادہ تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہماری اس بات پر اچنبھا نہ محسوس کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ادراک کا مادہ ہر انسان میں رکھا ہے "وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ‌ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ‌ ؕ قَالُوۡا بَلٰى‌ ۛۚ" [الاعراف ۷:۱۷۲] اور نیکی بدی کی پہچان بھی ہر آدمی میں رکھی ہے "فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰٮهَا" [الشمس ۹۱:۸] اور اللہ تعالیٰ انبیاء کو صرف اتمامِ حجت کے لیے مبعوث فرماتا ہے ورنہ سلیم الطبع افراد کے لیے حق شناسی اور خیر کی زندگی بسر کرنا ناممکن نہیں ہوتا۔

اسلامی احکام پر عمل کا انحصار تزکیۂ نفس پر

معصیت سے بچنا...... دوسری بات یہ کہ آدمی ایمان لے بھی آئے تو اسلام کے احکام پر عمل کرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا جب تک اس کے نفس کا تزکیہ نہ ہو جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ جن آدمیوں کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو انہیں نماز بہت بوجھل اور بھاری محسوس ہوتی ہے۔ "وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَۙ" [البقرۃ ۲:۴۵] اور منافقوں کے بارے میں بتایا کہ وہ نماز میں نہایت کسل مندی سے مارے باندھے اٹھتے ہیں یعنی ان کے لیے نماز کی ادائی مشکل ہوتی ہے "وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى" [النساء ۴:۱۴۲] اور جہاد میں جانے سے بچنے کے لیے حیلے بہانے کرتے ہیں اور صحابہ کی جلالت شان کے باوجود ان کی بعض کمزوریوں کی نشان دہی کی جیسے وہ تجارتی قافلہ آنے پر آپ ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے ① احد میں پہاڑی درے پر جے نہ رہ سکے۔ اور غزوۂ حنین میں جم کر لڑ نہ سکے۔ ② غرضیکہ جب تک آدمی کے نفس کا تزکیہ نہ ہو وہ معصیت سے نہیں بچ سکتا۔ وہ نہ ترک رذائل پر قادر ہو سکتا ہے اور نہ اکتساب فضائل پر۔

درجۂ احسان وکمال

اسی طرح تقرب الی اللہ کے لیے جس مشقت کی ضرورت ہوتی ہے آدمی اس پر قادر نہیں ہو سکتا جب تک وہ نفس مزکی، کا مالک نہ ہو جیسے کثرت سے عبادت کرنا یا اللہ کی راہ میں کثرت سے مال خرچ کرنا۔ نبی کریم ﷺ رات کو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو مداخلت کرنا پڑی۔ ③ ایسے ہی موقع پر جب حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ ﷺ کیوں اتنی مشقت کرتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا "افلا اکون عبدا شکورا"۔ ④ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضرت

---

① الجمعه ٦٢: ١١

② التوبه٩: ٥٢

③ المزمل ٧٣: ١تا٤

④ صحيح بخاری، رقم الحديث: ١١٣٠

Marfat.com

عمرؓ گھر کا آدھا سامان لے آئے تو حضرت ابو بکرؓ سارا گھر ہی اٹھالائے اور نبی کریم ﷺ کے پوچھنے پر کہا کہ صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ ایک نماز سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب اذان ہو اور وہ اگلی نماز کے لیے مسجد میں آئے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے درجۂ احسان کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس طرح حاصل ہوسکتا ہے کہ آدمی یہ محسوس کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے آدمی اس منزل اور اس درجے کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے نفس کا تزکیہ نہ ہو۔

فلاح کا انحصار تزکیے پر

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝" [الشمس ۹۱: ۹،۱۰] یعنی فلاح پائی اس شخص نے جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور نا کام و نامراد ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہ کیا اور اسے معصیت کی میل کچیل سے نہ بچایا اور اسے مزید اجلا کر کے اس کی صلاحیتِ خیر میں اضافہ نہ کیا۔ دوسری جگہ فرمایا "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝" یعنی فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور کثرت سے ذکر کرنے اور نماز قائم کرنے کی عادت ڈالی۔ آگے فرمایا کہ تزکیہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور دائمی ہے۔ "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝" [الاعلیٰ ۸۷: ۱۴ تا ۱۷]

اکثر مفسرین اور اہل علم ان آیات سے اس طرف گئے ہیں کہ آخرت میں کامیابی کا انحصار تزکیۂ نفس پر ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ کا دارومدار تزکیے پر ہے اور آدمی جب تک اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر بسہولت عمل نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے گا تو اعمال صالحہ پر قادر نہ ہو سکے گا اور نہ اللہ کی رضا حاصل کر کے خود کو جنت کی نعمتوں کا حق دار اور اہل ثابت کر سکے گا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں فلاح و کامیابی کا انحصار بھی تزکیۂ نفس پر ہی ہے کیونکہ جب ایک شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرتا ہے، اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو وہ اپنے دین سے جُڑ جاتا ہے، اس سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اپنے نظریۂ حیات سے یہ وابستگی اس کے لیے محرکِ عمل بنتی ہے۔ اس سے اس کی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے، اچھی عادتیں اور تعمیری رویے پروان چڑھتے ہیں جیسے محنت کی عادت، اخلاص، مستقل مزاجی، پابندی قانون، تنظیمی صلاحیتوں کا نمو، اطاعت امیر، پلاننگ، وقت کی پابندی وغیرہ۔ یہ وہ صلاحیتیں ہیں جو آدمی کو دنیا میں بھی آگے بڑھنے اور میرٹ پر دوسروں سے آگے نکلنے کے قابل بناتی ہیں۔ اور دنیاوی زندگی اللہ کے احکام و تعلیمات کے مطابق گزارنے کی اہلیت اس میں پیدا کرتی ہیں لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا انحصار تزکیۂ نفس پر ہے۔

Marfat.com

تزکیہ مقصدِ بعثتِ انبیاء

غرض آدمی نہ مسلمان ہوسکتا ہے اور ہو جائے تو نہ اللہ کے اوامر ونواہی پر عمل کر سکتا ہے، نہ معصیت سے بچ سکتا ہے اور نہ درجۂ احسان پر فائز ہو کر تقرب الی اللہ کی منزل کو پہنچ سکتا ہے جب تک کہ اس کے نفس کا تزکیہ نہ ہو۔

تزکیۂ نفس کی یہی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بتایا کہ انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا ہے:

- سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی تزکیے ہی کی بات کی گئی تھی:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ [الاعلیٰ ۸۷: ۱۴ تا ۱۹]

- حضرت موسیٰؑ وہارونؑ کو حکم دیا گیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے پیار محبت سے دین کی دعوت دو تا کہ اس کا تزکیہ ہو اور وہ اپنے غلط موقف پر نظر ثانی کرے:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ [النازعات ۷۹: ۱۷، ۱۸]

- اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن اور لائحہ عمل ہی تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس بتایا:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ [آل عمران ۳: ۱۶۴]

قرآن حکیم میں یہی مشن اور حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تین دوسری جگہوں پر بھی موجود ہے یعنی البقرہ ۲: ۱۲۹: ۱۵۱، اور الجمعہ ۶۲: ۲ میں۔

اگرچہ یہاں تعلیم وتلاوتِ کتاب اور تعلیمِ حکمت کو بھی مقاصدِ بعثت میں شامل کیا گیا ہے تاہم غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان آیات میں تزکیے کا ذکر تعلیم کتاب وحکمت سے پہلے بھی ہے اور بعد میں بھی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوّل وآخر مقصود تزکیہ ہی ہے، بلکہ تعلیم کتاب وحکمت ذریعہ ہے اور تزکیہ اس کی غایت اور نتیجہ۔ اعمال اور ان کی غایت کے حوالے سے دیکھیے مندرج ذیل جدول:

عمل	غایت ونتیجہ
تعلیم کتاب وحکمت.... کی غایت	تزکیۂ نفس
تزکیۂ نفس.... کی غایت	اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل
اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل.... کی غایت	آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی نعمتیں (جنت)

مطلب یہ کہ تزکیۂ نفس کی اہمیت یہ ہے کہ اس کا آخری نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور جنت۔

Marfat.com

تصوف کی ضرورت و کردار

خلافت راشدہ میں فتوحات اتنی تیزی سے ہوئیں اور اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ ان کی فوری تربیت نہ ہوسکی۔ دوسری طرف فتوحات اور سیاسی وسماجی استحکام کی وجہ سے ہر طرف خوشحالی کا دوردورہ ہوا اور دولت کی ریل پیل ہوگئی۔ ان حالات میں اخلاقی خرابیاں بڑھنے لگیں تو رئیس المحدثین حضرت حسن بصریؒ، حضرت ثابت بنانیؒ، بشیر حافیؒ۔ جنید بغدادیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ جیسے بزرگوں نے لوگوں کی اسلامی تربیت اور تزکیہ کی طرف توجہ کی۔ یہ کوششیں دینی مدارس کی طرح ایک ادارے کی شکل اختیار کرگئیں جس کا نام تصوف پڑ گیا اور جس کا بنیادی مقصد لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا تھا۔ اس کی شکل یہ تھی کہ دین کے کسی صالح عالم کے لیے شہر سے باہر لوگوں کی تعلیم وتزکیہ کے لیے زاویہ/ رباط/ خانقاہ کے نام سے ایک عمارت بنادی جاتی جس میں یہ بزرگ مزکی/ مربی/ مرشد کا کردار ادا کرتے۔ لوگ باگ وہاں جاکر چندے قیام کرتے، جہاں انہیں کھانے اور رہائش کی سہولت بلا معاوضہ میسر ہوتی۔ وہ اس مربی سے دین سیکھتے اور دین پر عمل کرنا سیکھتے۔ اس ادارے کا منہاج دو نکات پر مبنی تھا: ایک کثرتِ ذکر اور دوسرے صحبتِ صالح۔ یہ دونوں امور قرآن وسنت کی نصوص پر مبنی ہیں۔ جلد ہی یہ ادارہ مقبول ہوگیا اور مسلم ممالک کے تمام شہروں اور قصبوں میں زاویے/ رباط/ خانقاہیں وجود میں آگئیں جن سے لاکھوں کروڑوں لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور ان کی دینی زندگی بہتر ہوگئی۔

جب امت زوال پذیر ہوگئی تو اس ادارے کو بھی زوال آیا اور اس میں بہت سے غیر اسلامی رسوم ورواج شامل ہوگئے۔ بعض صوفیاء یونانی، ہندی اور یہودی فلسفوں سے متاثر ہوگئے بلکہ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مسلم زوال میں متاخرین صوفیاء کا بھی کردار ہے جیسا کہ اقبال کہتا ہے کہ۔ اے کشتۂ سلطانی وملائی وپیری۔ یعنی اقبال کے نزدیک زوالِ مسلم کے تین اسباب ہیں: 1 ملوکیت 2 علماء کا جمود اور 3 متاخرین صوفیاء کا راہبانہ تصوف

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنت تزکیۂ نفس کے لیے کفایت کرتے ہیں لیکن بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ نفس کو مرض لگ جاتا ہے۔ غلط عقائد اور غلط تربیت سے آدمی طبعِ سلیم کا حامل نہیں رہتا۔ تو جس طرح ہمیں جسمانی مرض کا علاج کرانا پڑتا ہے اسی طرح اخلاقی اور باطنی امراض کے علاج کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا معدہ خراب ہوجائے تو اگر آپ اس کو گھی مکھن بھی کھلائیں تو اس کی صحت اچھی نہ ہوگی۔ اس میں قصور گھی مکھن کا نہیں بلکہ معدے کی خرابی کا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی بظاہر احکام شریعت بجا بھی لاتا ہے لیکن اس کے نتائج نہیں نکلتے مثلاً آپ روزہ رکھتے ہیں لیکن آپ کو تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ نماز پڑھتے ہیں لیکن وہ نماز آپ کو منکرات وفواحش سے نہیں روکتی تو اس میں نہ نماز کا قصور ہے اور نہ روزے کا بلکہ آپ کا نفس مختلف عوارض کی وجہ سے متوقع نتائج مرتب نہیں ہونے دیتا۔ اس معالجۂ نفس کے لیے مزکی کا عالم اور صالح ہونا کافی نہیں بلکہ اس کا ماہرِ نفس ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مرضِ نفس کا علاج کرسکے۔ ظاہر ہے اس علاجِ نفس میں کسی مسلمان کے لیے کوئی ایسی چیز قابل قبول نہیں ہوسکتی جو خلافِ قرآن وسنت ہو۔

Marfat.com

اسی طرح اگر کوئی مسلمان قرآن وسنت کے احکام بجالا رہا ہو اور ان کے مطلوبہ نتائج اسے حاصل ہو رہے ہوں تو اسے کسی تصوف، مربی یا معالج باطن کی ضرورت نہیں، اس کے لیے قرآن وسنت کافی ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص معصیت میں مبتلا ہو جائے اور خود پوری کوشش کے باوجود معصیت کے گڑھے سے باہر نہ آسکے تو اسے ضرور کسی مربی یا مزکی کی مدد لینی چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہو لیکن اگر وہ خود اپنی نماز کے معیار سے مطمئن نہ ہو اور سمجھتا ہو کہ اس کی نماز حضوع وخشوع سے خالی ہے یا وہ درجۂ احسان وکمال (Excellence) باوجود اپنی پوری کوشش کے حاصل نہ کر سکے تو کسی عالم وصالح مربی ومزکی سے مدد لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

ہم پھر باصرار کہتے ہیں کہ قرآن وسنت تزکیۂ نفس کے لیے کافی ہیں لیکن اگر آپ معصیت میں مبتلا ہیں یا احکام شریعت پر عمل سے آپ کو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے (جس کے بہترین جج آپ خود ہیں کہ ہر آدمی کے اندر اللہ نے 'ضمیر' نام کی ایک چیز رکھی ہوئی ہے) جس کا مداوا آپ اپنی کوششوں سے نہیں کر سکتے تو آپ کو لازماً کسی ماہرِ نفس صالح عالم (مربی/مزکی/مرشد) کی مدد لینی چاہیے کیونکہ یہ بہت اہم بات ہے۔ یہ آپ کی آخرت میں کامیابی اور ناکامی کا مسئلہ ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ اصلاح ومعالجہ قرآن وسنت کے مطابق ہو کیونکہ کوئی مسلمان قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کر سکتا اور نہ اسے کرنی چاہیے۔ تصوف میں بلاشبہ غیر اسلامی رسوم ورواج داخل ہو چکے ہیں، اس کے مدعی اکثر جاہل ہیں جن کے پیش نظر صرف دنیا اور مال ودولت ہے۔ اس کو وراثت اور گدی نشینی بنا دیا گیا ہے اور اکثر مدعیانِ تصوف کو تزکیۂ نفس کا پتا ہی نہیں کہ تزکیۂ نفس کس شے کا نام ہے۔ ظاہر ہے ایسے لوگوں کے پاس جانا اپنے دین وایمان کو ضائع کرنا ہے جس کی ہم وکالت نہیں کر رہے۔ تاہم اگر تزکیہ کی احتیاج ہو تو قرآن وسنت کے اندر رہتے ہوئے اس کے لیے کوشاں ہونا انتہائی ضروری ہے اور اس بات کو اہمیت نہ دینا فریبِ نفس اور بے عقلی ہے اور یہ چیز دین کا صحیح فہم نہ ہونے اور فکر آخرت سے غفلت کی مظہر ہے۔

تزکیۂ نفس سے غفلت کے اسباب

آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر تزکیۂ نفس دین میں اتنی ہی اہم چیز ہے تو مسلمان اس سے غافل کیوں ہو گئے ہیں؟ اس کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

۱۔ **دین سے دوری:**...... آج کل مسلمانوں کے دل میں دین کی وہ بنیادی اہمیت نہیں رہی جو ہونی چاہیے۔ 'مذہبی آدمی' ہونا عام لوگوں کے نزدیک ایک اضافی خوبی سمجھی جاتی ہے اور مغرب زدہ اور مادہ پرست ماڈرن مسلمانوں کے نزدیک یہ چیز خوبی کی بجائے ایک عیب سمجھی جاتی ہے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا مثلاً نماز پڑھنا، داڑھی رکھنا، شلوار قمیص اور ٹوپی پہننا نکو بننے اور غیر مہذب ورجعت پسند بننے کے مترادف ہے بلکہ مغرب تو ایسے لوگوں کو انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آخرت کا خوف ختم ہو کر رہ گیا ہے اور دنیاداری 'دنیا پرستی' اور دین سے دوری میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔

۲۔ **مغربی تہذیب کی پیروی:**...... مغرب اپنی فکر وتہذیب کو 'دین' نہیں کہتا لیکن عملاً اور حقیقتاً وہ دین ہی ہے یعنی ایک

Marfat.com

مکمل طرز زندگی جو اللہ کی بجائے انسان کی خدائی یعنی اس کی عقل اور خواہشاتِ نفس پر مبنی ہے۔ یوں وہ مکمل طور پر الحادی اور غیر اسلامی ہے۔ لیکن مغربی فکر و تہذیب کے علمبردار ممالک چونکہ دنیاوی لحاظ سے ترقی یافتہ اور ہر لحاظ سے غالب ہیں اور مسلمان پس ماندہ اور مغلوب ہیں لہٰذا مغربی ممالک (امریکہ و یورپ) اپنی فکر و تہذیب ترغیب و ترہیب سے مسلم ممالک میں جاری و نافذ کرنے کی کامیاب کوششیں کر رہے ہیں اور مسلمان ذہنی و فکری غلامی کی وجہ سے اسے قبول کر لیتے ہیں، یہ دیکھے بغیر کہ یہ غیر اسلامی ہے، الحادی ہے اور بے دینی تک لے جانے والی ہے۔ مسلمان معاشروں میں دین سے دوری، دنیا پرستی، مال و دولت اور دنیاوی آسائشوں ہی کو سب کچھ سمجھنا، مادہ پرستی، فحاشی و عریانی، معیارِ زندگی بلند کرنے کی دوڑ، راتوں رات امیر بننے کی خواہش.... سب اسی مغرب پرستی کا نتیجہ ہیں۔

۳۔ **تصوف کی خرابیاں:**...... تصوف کے غیر اسلامی رسوم و رواج نے بھی لوگوں کو بددل کیا ہے۔ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اگر ایسے غیر اسلامی تصوف نے لوگوں کا تزکیہ کرنا ہے تو ہم اس کے بغیر ہی بہتر ہیں۔ اس ردعمل کے ذمہ دار ظاہر ہے تصوف کے نام نہاد علمبردار اور پیروکار ہیں جنہوں نے اپنے ادارے کی تطہیر پر اصرار کرنے کی بجائے غیر اسلامی تصورات و اعمال کو قبول کر لیا ہے اور انہیں عین اسلام باور کرنے اور کرانے پر مصر ہیں۔

۴۔ **دین کا غیر متوازن تصور:**...... اس کی کئی صورتیں ہیں:

i۔ تصوف کے بعض علمبردار مبالغے سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصل چیز تزکیہ و تصوف اور طہارتِ باطن ہے اور باقی سب دنیاداری اور ظاہر پرستی ہے۔ اس سے وہ دین کے فرائض و واجبات کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھنا بلکہ ترک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ii۔ اس کے ردعمل میں کچھ لوگوں نے ظاہری اعمال پر قناعت کر لی اور ان کی روح اور نتائج سے صرفِ نظر کر لیا مثلاً سب مسلمان جانتے ہیں کہ نماز خشوع و خضوع سے پڑھنی چاہیے لیکن اکثر نمازیوں کو اس کا عمر بھر احساس نہیں ہوتا اور وہ رسمِ نماز ادا کر کے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا فرض کامیابی سے ادا کر دیا ہے خواہ اس نماز کے اچھے نتائج ان کی زندگی پر مرتب ہوں یا نہ ہوں۔

iii۔ بعض لوگ تزکیے کا مطلب صرف ذکر اور عبادت کی کثرت سمجھتے ہیں۔ عمدہ اخلاق، معاملات میں راست بازی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے کو وہ اہمیت نہیں دیتے اور نہ ان پر عمل ان کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

iv۔ اسی طرح بعض لوگ انفرادی زندگی میں اسلامی تعلیمات پر عمل اور فرد کی اصلاح کے تو قائل ہوتے ہیں لیکن اجتماعی زندگی (معاشرت، معیشت، سیاست وغیرہ) کی اصلاح اور ان کے اسلامی کردار پر اصرار کی اہمیت کو وہ سمجھنے پر تیار نہیں ہوتے۔

Marfat.com

v۔ بعض لوگ اجتماعی زندگی کی اصلاح (جیسے صحیح اسلامی ریاست کے قیام) ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور تعلیم وتزکیہ اور دعوت واصلاح یعنی فرد کی صحیح تعمیر سیرت کو اہمیت نہیں دیتے حالانکہ جب تک فرد کی اصلاح نہ ہو معاشرے اور ریاست کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ معاشرہ افراد ہی سے مل کر بنتا ہے، ریاست کا انتظام افراد ہی نے چلانا ہوتا ہے اور محض اسلامی قانون سازی سے لوگ اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔

vi۔ بہت سے لوگ اپنے فقہی اور کلامی مسلک کو عین دین سمجھتے ہیں اور حق کو اپنے مسلک ومشرب میں محصور سمجھتے ہیں اور وہ اس حقیقت کا ادراک نہیں کرتے کہ سارے مسالک 'اجتہادی مکاتب فکر' ہیں اور اجتہاد میں غلطی کا امکان سارے اہل علم کے نزدیک ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو غلط اور گمراہ سمجھتے ہیں اور ان کی اصلاح کے جوش میں ان کی تفسیق وتکفیر کرتے ہیں۔

یہ وہ چند اہم اسباب ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگ تزکیۂ نفس کی اہمیت سے غافل ہیں اور انہیں عمر بھر اپنے نفس کے تزکیہ کا خیال ہی نہیں آتا۔

نفس کا تزکیہ کس طرح ہوتا ہے؟

اپنا تزکیہ

۱۔ اگر ایک مسلمان معاشرے میں مروج معروفات (جیسے صدق، امانت، بہادری، خندہ روئی، سخاوت، غریبوں محتاجوں سے حسن سلوک، مہمان نوازی وغیرہ) پر عمل کرے تو اس کا کچھ نہ کچھ تزکیہ ہوتا رہتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو بعثت سے پہلے بھی صادق وامین کہا جاتا تھا اور جیسا کہ ہم نے سطورِ باسبق میں حضرت عمرؓ اور ابوجہل کی مثال دی ہے۔

اسی طرح ایک مسلما کی تربیت اگر اچھے ماحول میں ہوئی ہو اور وہ اسلامی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرے اور ان اعمال کے مطلوبہ نتائج مرتب ہو رہے ہوں تو اس کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اسی بات کو ہم یوں کہتے ہیں کہ تزکیۂ نفس کے لیے قرآن وسنت کافی ہیں کیونکہ جو شخص قرآن وسنت کے احکام پر کما حقہ عمل کرتا ہے اور ان کے مطلوبہ شرعی نتائج اسے حاصل ہو رہے ہوں تو وہ لازماً طبع سلیم کا حامل ہوتا ہے، وہ معصیت سے بچا ہوا ہوتا ہے اور مزید کوشش سے درجۂ احسان وکمال کو پہنچ سکتا ہے لہٰذا اسے اصولاً تصوف اور بیرونی مدد یعنی کسی مربی ومزکی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۲۔ لیکن اگر کوئی شخص بڑی حد تک شرعی احکام پر عمل کر رہا ہو لیکن اسے مطلوبہ شرعی نتائج حاصل نہ ہو رہے ہوں تو اگر وہ بنیادی طور پر طبعِ سلیم، دین کا ضروری علم اور اصلاح نفس کی سنجیدہ خواہش رکھتا ہو تو وہ تلاوتِ قرآن اور مطالعۂ قرآن سے، نبی کریم ﷺ کی احادیث اور سیرت طیبہ کے مطالعے سے، صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے حالات پڑھتے رہنے سے، کثرت ذکر سے، مربیوں، مزکیوں کے سوانح اور ان کے علم وتجربات کے مطالعے سے اور عمومی نیک صحبت سے اپنی

Marfat.com

دینی کمی، ان شاء اللہ، خود پوری کرسکتا ہے۔

۳۔ لیکن اگر کوئی مسلمان معصیت میں مبتلا ہو، دینی احکام پر عمل کرنے میں اس سے کوتاہی سرزد ہورہی ہو یا وہ برے بھلے انداز میں، حسب مقدرت، دینی تعلیمات پر عمل تو کررہا ہو لیکن اسے ان سے مطلوبہ شرعی نتائج نہ حاصل ہورہے ہوں اور وہ مطالعہ قرآن وسیرتِ طیبہ اور صحابہ واسلاف کے سوانح کے مطالعہ پر قادر نہ ہو یا اس مطالعے کے باوجود وہ اپنے اندر مثبت تبدیلی نہ پیدا کر پائے تو پھر مجبوراً اسے بیرونی مدد لینی پڑے گی اور اسے کسی ایسے موزوں مزکی ومربی کے پاس جانا پڑے گا جو تزکیۂ نفس میں اس کی رہنمائی اور مدد کرسکے تاکہ وہ کماحقہ دینی احکام پر عمل کرسکے.... بلکہ اسے ضرور ہی ایسا موزوں مزکی ومربی تلاش کرنا چاہیے جو تزکیۂ نفس میں اور دینی احکام پر کماحقہ عمل کرنے میں اس کی مدد کرے کیونکہ دینی احکام پر عمل نہ کرنا یا نہ کرسکنا آخرت میں ناکامی کی صریح نشانی اور دلیل ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے یہ بہت اہم معاملہ ہے بلکہ ایک حساس مسلمان کے لیے یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے کیونکہ اسی پر اس کی آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان اکثر تعلیماتِ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو اور اسے مطلوبہ شرعی نتائج بھی حاصل ہورہے ہوں جو عموماً شرعی فرائض وواجبات پر عمل کرنے سے حاصل ہوجاتے ہیں تو یہ کیفیت اس کی نجات کے لیے کافی ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ درجہ احسان وکمال کا متمنی ہو اور اس کے لیے درکار ضروری اعمال بھی وہ بجالائے جیسے کثرتِ ذکر، کثرتِ نوافل، کثرتِ تلاوت.... وغیرہ لیکن اپنی ان کوششوں کے باوجود اگر وہ درجۂ احسان حاصل نہ کرسکے تو ایسے شخص کے لیے بھی مناسب یہی ہے کہ وہ موزوں مزکی ومربی سے مدد لے تاکہ وہ درجۂ احسان حاصل کرسکے۔

دوسروں کا تزکیہ

۱۔ دوسروں کا تزکیہ صرف وہ شخص کرسکتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہوں:

i۔ اپنی اصلاح اور اپنا تزکیہ بڑی حد تک کرچکا ہو اور دینی تعلیمات پر بخوبی کاربند ہو۔

ii۔ وہ دین کا ضروری علم رکھتا ہو۔

iii۔ اسے دوسروں کے تزکیے کا فن آتا ہو۔

دوسروں کا تزکیہ کرنا ایک باقاعدہ فن اور سائنس ہے جسے تصوف کی اصطلاح میں 'سلوک' کہتے ہیں یعنی Science of Behaviour یا اسے وضاحت کے طور پر Science of Behavioural Change کہا جاسکتا ہے یعنی دوسرے فرد کو تبدیل کیسے کیا جائے؟ اس کی فکر وعمل کو، اس کے ذہن وقلب کو اور اس کے رویوں اور عادات کو کیسے بدلا جائے؟ یہ چیز بنیادی طور پر علم النفس یا نفسیات (Psychology) کا موضوع ہے۔ لہٰذا مربی ومزکی کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفسیات/علم النفس کا ماہر ہو اور لوگوں کے Mind Set اور ان کے فکری وعملی رویوں کو سمجھتا ہو۔ اس کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ تزکیے کے خواہش

Marfat.com

مند شخص کی تعمیر شخصیت صحیح خطوط پر ہو اور اس میں جو رکاوٹیں ہوں انہیں دور کیا جائے۔ یہ ایک طرح کا معالجۂ نفس ہے اور جس طرح جسمانی علاج کے لیے معالج کا طب کے فن کا باقاعدہ علم اور تجربہ رکھنا ضروری ہے اسی طرح یہ معالجِ نفس کے لیے بھی ضروری ہے۔ اس لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ آج صرف وہی شخص کامیاب مربی ومزکّیٰ ہو سکتا ہے جو ایک طرف تزکیے وتصوف کی مسلم روایت کا شناور ہو کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ تزکیہ ایک فن اور سائنس ہے تو یہ عملاً ہے۔ اس کے باقاعدہ مکاتب فکر ہیں۔ جو تزکیے کی چار اہم اپروچز کے مظہر ہیں (انہیں تصوف کے چار سلاسل کہا جاتا ہے) جو تخلیقی تحقیق، اجتہادی سوچ اور طویل تجربات پر مبنی ہیں۔ اس لیے جو مربی تزکیے میں محقق صوفیا اور اسلاف کے علم وتجربے کا وارث نہیں ہے، اس کا ناقص ہونا یقینی ہے۔ اسی طرح آج کا انسان، خواہ وہ کسی بھی معاشرے کا فرد ہو، عصر حاضر کی غالب فکر وتہذیب (یعنی مغربی فکر وتہذیب) کے اثرات سے بچ نہیں سکتا بلکہ غالب امر یہ ہے کہ آج کے ہر انسان کے فکری وتہذیبی رویے مغربی فکر وتہذیب پر مبنی ہیں یا بڑی حد تک اس سے متاثر ہیں لہٰذا آج کا مربی اگر مغربی فکر وتہذیب، مغربی نفسیات اور مغربی فلسفے سے واقف نہیں ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ناقص مربی ہے۔ خلاصہ یہ کہ آج کے مربی کو تزکیے کی قدیم وجدید روایت دونوں کا امین ہونا چاہیے۔

iv۔ ضروری ہے کہ وہ تصوف میں در آنے والی خرابیوں اور غیر اسلامی رسوم ورواج کا تارک ہو جیسے مریدین سے پیسے لینا، ان سے مبالغے پر مبنی تعظیم کروانا ان سے دنیوی مفادات سمیٹنا.... وغیرہ۔

v۔ وہ لوگوں کا تزکیہ کرنے میں مخلص ہو۔ یہ اس کا کاروبار نہ ہو، بلکہ وہ اسے ایک دینی ذمہ داری سمجھ کر ادا کرے۔

vi۔ وہ دوسروں کا تزکیہ کرتے ہوئے عُجب اور تکبر کا شکار نہ ہو جائے کیونکہ طالبانِ تزکیہ کو اگر اس سے نفع ہو تو ان کے دل میں اس کے لیے محبت اور احترام کے جذبات پیدا ہونا فطری بات ہے لیکن مربی کو شیطان کی چالوں سے بچنا چاہیے اور خود کو بڑی توپ شے سمجھنے کی بجائے عجز اور بندگی پہ قانع رہنا چاہیے۔

۲۔ مربی کو طالبان تزکیہ کی مدد اور معالجہ کرتے وقت مندرجہ ذیل پہلوؤں کا خیال رکھنا چاہیے:

i۔ وہ طالبان تزکیہ کو کوئی ایسی تعلیم نہ دے جو خلاف شریعت ہو۔

ii۔ وہ طالبان تزکیہ کے طبائع کا خیال رکھے کیونکہ بعض طبیعتیں پیار محبت اور ترغیب کا اثر قبول کرتی ہیں اور بعض ترہیب اور خوف وخشیت کا۔ بعض لوگ انفرادی اصلاح کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض اجتماعی امور کی طرف مائل۔ بعض لوگ عبادات کا ذوق رکھتے ہیں اور بعض اجتماعی اصلاح کا.... وغیرہ۔

iii۔ سب طالبانِ تزکیہ کے لیے ایک ہی فارمولا کارآمد نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر فرد اپنی مخصوص شخصیت اور احوال رکھتا ہے اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا بلکہ ہر شخص کا علاج اس کی انفرادی حیثیت کے پیش نظر کیا جانا چاہیے اور ایک جنیرک (Generic) فارمولا سب پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔

iv۔ مربی کو طالب تزکیہ کی جنس، عمر، تعلیم، ماحول، مشاغل، علم، سماجی حیثیت.... کا لحاظ رکھتے ہوئے تزکیہ کرنا چاہیے

Marfat.com

کیونکہ عورتوں کا مزاج و ماحول مردوں سے مختلف ہوتا ہے۔ عالم اور جاہل ایک جیسے نہیں ہوتے، بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کی نفسیاتی کیفیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ خادم اور آقا کی سماجی اور فکری حیثیت کو پیش نظر بھی رکھنا ضروری ہے۔ وغیرہ۔

v۔ یہ مربی کے لیے عمومی صفات اور طریق کار تھا جہاں تک مربی/معلم کے اس کے تلامذہ کے تزکیہ کا تعلق ہے تو وہ ایک مخصوص معاملہ ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۳۔ طالب تزکیہ کو مزکی کے پاس جا کر تزکیہ کراتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے:

i۔ اس کے پیش نظر صرف تزکیۂ نفس کا حصول ہونا چاہیے تاکہ وہ احسن طریقے سے احکام شریعت پر عمل کر سکے۔

ii۔ اگرچہ کسی بھی نیک آدمی سے دعا کی درخواست کرنے میں کوئی ہرج نہیں تاہم تزکیہ کرانے کی بجائے ہر وقت دنیاوی مسائل میں الجھے رہنا اور اس کے لیے مربی و مزکی سے تعویز مانگنا یا سفارش کرانا یا دعا کی درخواست کرتے رہنا مناسب نہیں۔

iii۔ بزرگوں کی تعظیم اور محبت میں ایسا غلو جو احکامِ شریعت کے خلاف ہو، غلط ہے۔

iv۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جس کے پاس تزکیے کے لیے جا رہے ہیں وہ تزکیہ کرنے کا اہل بھی ہے یا نہیں کیونکہ ہر عالم اور صالح شخص اس کا اہل نہیں ہوتا اور ''نہ ہر کس کہ موش مے تراشد قلندری داند'' والا معاملہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو سبز چوغہ پہنے، ہاتھ میں تسبیح لیے مسند تزکیہ پر بیٹھا ہو، موزوں مربی و مزکی بھی ہو کہ۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات

اگر ہم امراضِ جسمانی کے لیے سند یافتہ، تجربہ کار، ذہین اور لائق ڈاکٹر ڈھونڈتے ہیں تو معالجۂ نفس اور تزکیۂ نفس کے لیے مربی و مزکی میں اس طرح کی صفات کیوں نہ ڈھونڈی جائیں؟

v۔ مزکی کا شریعت کا عالم، اس پر عامل اور ماہرِ نفس ہونا کافی نہیں بلکہ طالب اور مزکی میں ذوقی ہم آہنگی ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جس مزکی سے طالب تزکیہ کی ذوقی اور مزاجی مناسبت نہ ہوگی اس سے استفادہ مشکل ہوگا اگرچہ مزکی میں دوسری ساری خوبیاں موجود ہی کیوں نہ ہوں۔

vi۔ اچھے مربی کی پہچان یہ بھی ہے کہ اس کی مجلس میں بیٹھ کر اللہ یاد آ جائے اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے۔ دین پر عمل کرنے کی ترغیب ملے اور اس سے استفادہ کرنے والے اکثر لوگ دین دار ہوں۔

vii۔ جو مزکی و مربی تبع سنت نہ ہو یعنی داڑھی منڈاتا ہو، سگریٹ پیتا ہو، گالیاں بکتا ہو، قہقہے لگاتا ہو، لوگوں سے پیسے لے کر تعویز دیتا ہو اور دوسری خلافِ اسلام رسوم و رواج پر عامل ہو، ایسے شخص کے پاس جا کر اپنا وقت اور دین ضائع نہ کیجیے۔

Marfat.com

معلمین اپنا اور طلبہ کا تزکیہ کس طرح کریں؟

معلمین کا تزکیہ

معلمین اپنا تزکیہ اسی طرح کر سکتے ہیں جس کی تفصیل ہم نے سطور بالا میں دی ہے۔ اور اگر وہ باوجود کوشش کے اپنا تزکیہ خود نہ کر سکیں اور اللہ و رسول کی تعلیمات پر کماحقہ عمل نہ کر سکیں تو انہیں بھی لازماً کسی مربی و مزکی سے مدد لینی چاہیے اور کثرت ذکر و صحبت صالح سے اپنے نفس کا تزکیہ کرنا چاہیے جس کی تفصیلات اوپر مذکور ہوئیں۔

اساتذہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی حیثیت عام آدمی کی سی نہیں ہے۔ ایک عام آدمی اگر اپنا تزکیہ نہیں کرتا تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے لیکن اگر ایک استاد اپنا تزکیہ نہیں کرتا تو اس کا وبال اس کے تلامذہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے کیونکہ اپنے طلبہ وطالبات کے نفوس کا تزکیہ کرنا یعنی ان کی کردار سازی کرنا، ان کو اچھا مسلمان اور اچھا انسان بنانا اس کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ یہ فریضہ انجام نہیں دیتا تو وہ اللہ کو بھی جواب دہ ہے، والدین کو بھی اور معاشرے اور قوم کو بھی، کیونکہ ایک معلم اگر اپنے تلامذہ کی اچھی تربیت نہیں کرتا یا یوں کہیے کہ اگر وہ ان کی بری تربیت کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ اگر اس کی اپنی عادتیں اور رویے برے ہیں تو ظاہر ہے وہ طلبہ کو بھی برے رویے ہی سکھانے کا موجب بنتا ہے جیسے نماز کے وقت نماز نہ پڑھنا، سگرٹ پینا، جھوٹ بولنا.... وغیرہ) تو وہ اللہ، والدین، قوم، معاشرہ سب کا مجرم ہے۔ استاد کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ چاہے یا نہ چاہے، اس کے طلبہ اسے آئیڈیلائز کرتے ہیں، اس جیسا بننا چاہتے ہیں، اس کی عادتوں اور رویوں کی نقل کرتے ہیں لہٰذا اس کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی سیرت کی تعمیر کرے، اپنا تزکیہ کرے، اپنی تربیت کرے اور سیرت واخلاق کا اچھا نمونہ طلبہ کے سامنے پیش کرے۔

طلبہ کا تزکیہ

ہم اس کتاب میں دوسری جگہ تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ:

۱۔ طلبہ کی تربیت (تعمیر سیرت/کردار سازی/تزکیۂ نفس) نظام تعلیم کے سارے اجزاء یعنی استاد، نصاب، انتظامیہ (پرنسپل/ڈائریکٹر)، تعلیمی ادارے کا ماحول، ہم نصابی سرگرمیاں اور طلبہ و طالبات سب کا کردار اہم اور ناگزیر ہے۔ خصوصاً ہم نصابی سرگرمیاں اس میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے نصابی سرگرمیوں پر اساتذہ کی تفصیلی رہنمائی کے لیے اس کتاب کے ضمیمہ ۲ میں اور اپنی سابقہ کتاب 'تعلیمی ادارے اور کردار سازی' میں کافی تفصیلات مہیا کی ہیں۔

۲۔ ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ استاد طلبہ کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے کہ جس طرح وہ اپنی سگی اولاد کو آگ کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے اسی طرح اپنے طلبہ وطالبات کو بھی جہنم کی آگ سے بچانا چاہے اور جس طرح اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا اور انہیں اچھا اور کامیاب مسلمان اور انسان بنانا چاہتا ہے اسی طرح اپنے طلبہ وطالبات کو بھی بنانے کی جدوجہد کرے اور یہ کام شفقت ومحبت سے کرلے۔

Marfat.com

۳۔ یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بڑوں کے تزکیۂ نفس کے اصول طلبہ پر لاگو ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ تصوف کے ادارے کے محقق صوفیاء نے تزکیہ کے لیے دو بنیادی اصول مقرر کیے ہیں: ایک صحبتِ صالح اور دوسرے کثرتِ ذکر ہماری رائے میں صحبت صالح کا اصول طلبہ پر بھی لاگو ہوتا ہے یعنی ضروری ہے کہ طالب علم برے بچوں کی صحبت سے بچے اور اچھے، محنتی، لائق اور صالح بچوں کے ساتھ دوستی کرے۔ اسی طرح اچھے اور صالح استاد کا کردار بھی طالب علم کے لیے صحبت صالح کی ذیل میں آتا ہے۔

جہاں تک کثرتِ ذکر کا تعلق ہے تو چھوٹے بچے فطری طور پر چونکہ کھیل کود کی طرف مائل ہوتے ہیں لہٰذا انہیں دلچسپ انداز میں اور کھیل ہی کھیل میں بڑھانا لکھانا چاہیے اور اسلامی اقدار ان میں منتقل کرنی چاہئیں۔ گویا سکول سطح پر دلچسپ نصابی وہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ کی تربیت کرنا چاہیے نہ کہ براہ راست وعظ اور ذکر کے ذریعے۔ البتہ یونیورسٹی طلبہ کو صحبت صالح اور کثرت ذکر کی تلقین کی جاسکتی ہے۔ ہمارے استاد جناب احمد جاوید صاحب بچوں کی تربیت وتزکیۂ نفس کے لیے مندرجہ ذیل لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں:

۱۔ انہیں نماز کا عادی بنایا جائے۔

۲۔ انہیں روزانہ قرآن حکیم کی تلاوت کی عادت ڈالی جائے۔

۳۔ روزمرہ کی دعائیں انہیں سکھائی جائیں اور ان پر عمل کی ترغیب انہیں دی جائے۔

۴۔ بچوں میں سچ بولنے کی عادت کو پختہ کرنا چاہیے اور اس پر زجر وتوبیخ نہیں کرنی چاہیے۔

۵۔ یہ سارے کام شفقت ومحبت سے کرنے چاہئیں اور کسی حد تک آزادی کا ماحول ہونا چاہیے یعنی سختی، جبر اور گھٹن کی صورت نہیں ہونی چاہیے۔

۶۔ اساتذہ اور والدین کو اچھا نمونہ پیش کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ کا نقطۂ نظر

ڈاکٹر محمد رفیع الدین یگانۂ روزگار فلسفی، اسلامی دانشور اور ماہر تعلیم تھے۔ بعض لوگ انہیں علامہ اقبالؒ کے بعد برصغیر پاک وہند کا دوسرا بڑا مسلم فلسفی اور دانشور سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مغربی دانشوروں کی فکر کو جس طرح علمی دلائل سے رد کیا اور اسلامی فکر وتعلیمات کی عظمت کو جس طرح دلائل وبراہین سے اپنی عمدہ نثر میں مغربی فکر سے عظیم تر ثابت کیا ہے اور جس طرح وہ علم اور تعلیم کی تشکیلِ نو کو اسلامی تناظر میں زیر بحث لائے ہیں، ان کے یہ کام علامہ اقبال سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اگرچہ اقبال کا اپنا دائرہ کار ہے خصوصاً اپنے اشعار کے ذریعے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت کی ہے وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدینؒ نے تعلیم کی اسلامی تشکیلِ نو کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو کوششیں کیں اس میں اگرچہ وہ زیادہ پیش رفت نہ کر سکے اور عمر نے انہیں زیادہ مہلت بھی نہ دی، تاہم تعلیم پر ان کی دو کتابیں (First

Marfat.com

(Principles of Islamic Educatlow) (جس کا اردو ترجمہ ان کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا) اور اسلام کا نظریۂ تعلیم اپنے موضوع پر شاہکار کتابیں ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی تلخیص معروف سندھی اسلامی دانشور اور صوفی حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب نے 'قومی تعمیر و زوال میں نظام تعلیم کا کردار' کے عنوان سے کی ہے۔ معلمین کو یہ کتابیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔

پہلی کتاب میں ڈاکٹر رفیع الدینؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی تعلیم کا بنیادی مقصد طلبہ میں دین کے بنیادی نصب العین کی محبت پیدا کرنا ہے۔ یہ نصب العین توحید ہے یعنی ذات باری تعالیٰ کا ادراک کرے۔ انسانی زندگی میں تصورِ الٰہ کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو کر اس کی عبادت واطاعت۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بشیر ونذیر قرار دیا ہے یعنی بشارت دینے والا اور انذار کرنے والا۔ گویا ترغیب وترہیب دونوں پہلو نبی ﷺ کی دعوت میں موجود تھے۔ اسی طرح یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں دو بنیادی جذبات محرک عمل ہوتے ہیں: ایک محبت اور دوسرے خوف۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف۔ ان دونوں کا مجموعہ تقویٰ کہلاتا ہے جسے قرآن حکیم نے شرع ہدایت قرار دیا ہے۔ اگرچہ اللہ کی محبت اور خشیت دونوں محرک عمل ہیں لیکن محقق صوفیاء مخاطب کی نفسیات اور طبیعت کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ محبت سے بدلے گا یا خشیت سے۔ اور یہ ایک ناقابل حقیقت ہے کہ بچے صرف پیار کی زبان سمجھتے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ صرف پیار ومحبت ہی کا سلوک کرنا چاہیے اور پیار ومحبت کے ساتھ، بغیر کسی جبر اور اکراہ کے، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیج بونا چاہیے تاکہ وہ آہستہ آہستہ تناور درخت بن جائے اور بچے کی شخصیت اس درخت کی ٹھنڈی میٹھی چھاؤں میں پروان چڑھے۔

یہ ایک روح فرسا حقیقت ہے کہ اگر ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سکولوں کے اسلامیات کے نصاب کا جائزہ لیں تو ہمیں وہاں بہت کم مواد ایسا ملتا ہے جو ایک مسلمان طالب علم کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے بیج بوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق مضبوط نہ ہو اور یہ تعلق شدید محبت اور جذباتی وابستگی پر مبنی نہ ہو اس وقت تک اسلامی شخصیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کا ذوق اور جذبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ کی رائے میں اسلامی نظامِ تعلیم کا بنیادی ہدف یہ ہونا چاہیے کہ طلبہ میں دین کے بنیادی نصب العین یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے۔ ان کی رائے میں حبل المتین کا یہ سرا اگر بچے کے ہاتھ آ جائے تو وہ اسے گرفت میں لے کر باقی ماندہ زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزار سکتا ہے اور یہی چیز دنیا میں مسلمانوں کے غلبے اور آخرت میں نجات کا سبب بن سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ ایک فلسفی تھے اور تصوف وتزکیہ اپنی اعلیٰ ترین علمی صورت میں ان کے فلسفے میں موجود تھا، اس لیے تعلیم پر ان کی کتابیں ایک عام قاری کو خشک اور ادق محسوس ہو سکتی ہیں۔ ہم نے بچوں کی تربیت کے حوالے سے ان کے نقطۂ نظر کا ایک عام فہم خلاصہ یہاں دے دیا ہے۔ اللہ کرے ہم ان کے نقطۂ نظر کو سمجھنے اور بیان کرنے میں کامیاب ہوئے ہوں۔

Marfat.com

حاصل بحث

ہماری اس تحریر کا حاصل یہ ہے کہ جو اساتذہ بچوں کی اسلامی تربیت کرنا چاہتے ہیں انہیں پہلے اپنی تربیت اور اپنے تزکیۂ نفس کی فکر کرنی چاہیے۔ اس کے بغیر وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم نے سابقہ سطور میں کچھ اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ وہ اپنا اور اپنے طلبہ کا تزکیۂ نفس کس طرح کریں۔ اللہ کرے یہ سطور مربی اساتذہ کے لیے مفید اور محرک عمل ثابت ہوں اور وہ احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

آخری بات یہ کہ تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت کسی علم، نظریے، فلسفے اور معلومات کا نام نہیں بلکہ یہ عملاً کرنے کا کام ہے اور عملی کوشش کرنے سے ہی تزکیۂ نفس ہوتا ہے لہٰذا اٹھیے اور شروع ہو جایئے۔ اپنا تزکیہ کرنے لگ جایئے اور اپنے طلبہ کا تزکیہ کرنے لگ جایئے۔ یہ ایک عملی کام ہے اور صرف کرنے سے ہوگا۔ آپ کو اس کے لیے عمل پر اکسانا ہی اس تحریر کا مقصد ہے۔

سکول سطح پر کارِ تربیت کو منظم انداز میں کرنا ایک نئی اپروچ ہے لہٰذا اپنے تجربات ہمارے ساتھ شیئر کیجیے، اپنی مشکلات ہمیں بتایئے اور اگر ہماری کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو پوچھیے۔ اگر کوئی بات وضاحت طلب ہے تو اس کی نشان دہی کیجیے تا کہ ہم اور آپ مل کر یہ اہم کام کامیابی سے کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ **وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العلمین**

..................OOOO..................

Marfat.com

ضمیمہ 2

درس گاہ کی ہم نصابی سرگرمیاں

تالیف

پروفیسر سید محمد سلیمؒ

نظر ثانی

ڈاکٹر محمد امین

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

❀ پیشِ لفظ ---------- 54

❀ آغازِ کلام ---------- 55

مبحث اوّل: دینی حقیقتوں کا راسخ کرنا ---------- 57

❀ ۱۔عبادات ---------- 57

❀ ۲۔طہارت ---------- 57

❀ ۳۔وضو ---------- 58

❀ ۴۔نماز ---------- 58

❀ ۵۔روزہ ---------- 58

❀ ۶ تلاوتِ قرآن مجید ---------- 58

❀ ۷ شعائرِ اسلامی ---------- 58

❀ ۸۔مسنون دعائیں ---------- 59

❀ ۹۔اخلاق ---------- 59

❀ ۱۰۔اسلامی آداب ---------- 59

❀ ۱۱۔اسلامی تشخص ---------- 59

❀ ۱۲۔اسلامی تقریبات ---------- 60

❀ ۱۳۔محبتِ رسول ---------- 60

❀ دینی تربیت ---------- 60

❀ ۱۔حق کی دعوت] امر بالمعروف ونہی عن المنکر[---------- 61

❀ ۲۔جذبہ خیر خواہی ---------- 61

مبحث دوم: ذہنی اور فکری صلاحیتوں کی آبیاری ---------- 62

❀ ۱۔تفکر و تخلیق ---------- 62

Marfat.com

❀ ۲۔تقریر و گفتگو ---------- 62
❀ ۳۔تحریر و مضمون نویسی ---------- 63
❀ ۴۔زبان دانی ---------- 63
❀ ۵۔مقابلۂ معلومات ---------- 63
ذہنی افق کی توسیع ---------- 64
❀ ۱۔مشاہیر کے خطابات ---------- 64
❀ ۲۔مطالعاتی سفر ---------- 64
❀ ۳۔تفریحی سفر ---------- 64
مبحث سوم :انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری ---------- 65
❀ ۱۔قائدانہ صلاحیت ---------- 65
❀ ۲۔احساس ذمہ داری ---------- 66
❀ ۳۔اوقات کی پابندی ---------- 66
❀ ۴۔سلیقہ وقرینہ ---------- 66
❀ ۵۔تنظیمی کھیل ---------- 67
خوداعتمادی ---------- 67
❀ ۱۔حل مشکلات ---------- 67
❀ ۲سکاؤٹنگ (کشافہ(---------- 67
❀ ۳۔تعمیری مشاغل ---------- 68
❀ ۴۔تقریبات ---------- 68
❀ ۵۔دعوتی دورے ---------- 68
مبحث چہارم: جسمانی استعدادوں کی تربیت ---------- 69
❀ ۱۔صفائی اور پاکیزگی ---------- 69
❀ ۲۔ریاضتِ بدن ---------- 69
❀ ۳۔ورزش ---------- 69
❀ ۴۔کھیل ---------- 70

Marfat.com

❀ ۵۔محنت ومشقت ---------- 70
ناجائز کھیل اور تفریح ---------- 71
❀ ۱۔بت پرستانہ بنیاد ---------- 71
❀ ۲۔کھیلوں کا جنون ---------- 71
مبحث پنجم: درس گاہ کی آرائش ---------- 72
❀ ۱۔طغرے (پوسٹ) ---------- 72
❀ ۲۔آیاتِ قرآنی کے ترجمے ---------- 72
❀ ۳۔احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- 72
❀ ۴۔موزوں اشعار ---------- 72
❀ ۵۔مناسب اقتباسات ---------- 72
❀ ۶۔کتبات ---------- 72
❀ ۷۔پھلواری اور گملے ---------- 72
مبحث ششم: ہوسٹل (اقامت گاہ) کا نظم ---------- 73
❀ ۱۔ناظم صلوۃ ---------- 73
❀ ۲۔ناظم صفائی ---------- 73
❀ ۳۔ناظم طعام گاہ ---------- 73
❀ ۴۔ناظم کھیل ---------- 74
❀ ۵۔ناظمِ محنت کار ---------- 74
❀ ۶۔ناظمِ امورِ ثقافت ---------- 74
ضمیمۂ اوّل:......شعائر اسلام ---------- 75
ضمیمۂ دوم:......روزمرہ کی مسنون دعائیں ---------- 77

................OOOO................

Marfat.com

پیشِ لفظ

معروف ماہر تعلیم پروفیسر سید محمد سلیم علیہ الرحمۃ کا یہ کتابچہ مارکیٹ میں دستیاب نہ تھا۔ہم نے پروفیسر ڈاکٹر مہر محمد سعید اختر صاحب (آئی ای آر، جامعہ پنجاب) کے ہاں سے اس کا ایک نسخہ ڈھونڈ نکالا اور اس پر کچھ محنت کر کے اسے بہتر بنایا اور اپنی کتاب کے ملحق (ضمیمہ) کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ہم نے اس پر جو کام کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ کتابت اور املاء کی بے شمار غلطیوں کی تصحیح
۲۔ بعض جگہ معمولی اضافے جن کو نسخ میں لکھا گیا ہے تا کہ ان کی نشاندہی رہے۔
۳۔ بعض جگہ حذف (اور یہ ایک آدھ جگہ ہی ہوا ہے) جہاں سٹار لگا دیا گیا ہے۔
۴۔ رموزِ اوقاف کا اہتمام
۵۔ بعض عبارتوں کی تہذیب، سلاست اور وضوح کے لیے، نہ کہ تغیر معانی کی خاطر۔
۶۔ آیات واحادیث کی تخریج اور اعراب کا اہتمام

محمد امین
لاہور، مارچ ۲۰۱۷ء

.................OOOO.................

Marfat.com

آغاز کلام

اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عبد اور خلیفہ ہے۔ ارادہ اور اختیار کی آزادی رکھتا ہے جس سے دوسری ساری مخلوق محروم ہے۔ گونا گوں صلاحیتوں اور استعدادوں کا حامل ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ بہترین کارگزاری کا مظاہرہ پیش کرے۔ بہترین کارنامۂ حیات تیار کرے اور پھر آخرت میں بہتر زندگی کی صورت میں ثواب پائے۔ یہ دنیاوی زندگی دراصل تیاری کی زندگی ہے۔ کارنامہ دکھانے کی زندگی ہے۔ نامۂ اعمال تیار کرنے کی زندگی ہے۔ تیاری کی ایک شکل تعلیم ہے۔

تعلیم کے ذریعہ نوخیزوں اور مبتدیوں کو مصافِ زندگی میں داخل ہونے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان کو زندگی سے متعلق بنیادی حقائق کا علم ہو۔ ان بنیادی حقائق پر آئندہ زندگی کی عمارت کھڑی ہوگی یعنی اسلامی عقائد اور اسلامی ہدایات کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ بلاشبہ یہ معلومات کتابی تعلیم سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس لیے کتابی تعلیم کی ضرورت اوّل ہے مگر وسیع تر تیاری کے لیے مجرد معلومات کافی نہیں ہیں بلکہ ان عقائد اور ہدایات کا جزوِ شخصیت بن جانا ضروری ہے۔ اس لیے اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات اور ہدایات پر نوخیز طلبا سے عمل کرانا، مشق کرانا لازمی ہے۔ تعلیم کے ساتھ عملی تربیت بھی نہایت ضروری ہے۔

آج کا معاشرہ نہایت وسیع ہوگیا ہے اور پیچیدہ تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ معاشرتی اداروں کی کثرت ہے۔ مبتدیوں کو معاشرہ میں داخل ہونے سے قبل ان معاشرتی اور تمدنی اداروں سے اچھی طرح باخبر ہونا ضروری ہے۔ بلاشبہ بنیادی طور پر تو یہ معلومات کتابی تعلیم فراہم کرتی ہے، مگر وہ کافی نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ افراد کے اندر ذوقِ جستجو اور ذوق مشاہدہ کی آبیاری کی جائے تاکہ وہ خود ضروری معلومات فراہم کرتے رہیں۔ یہ تو زندگی بھر کی ضرورت ہے۔ ذوقِ جستجو کی آبیاری کے لیے، ذہنی اُفق وسیع تر کرنے کے لیے اور براہِ راست معلومات اخذ کرنے کے لیے تعلیم گاہیں سیر وتفریح، تعلیمی سفر اور صنعتی اداروں کے مطالعاتی دوروں کا اہتمام کرتی ہیں۔ طلبہ کے گروہ ان اسفار میں حصہ لیتے ہیں اور معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ذہنی اور علمی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جسم ودماغ کی بہت ساری صلاحیتوں اور استعدادوں سے نوازا ہے تاکہ کارزارِ حیات میں انسان ان کو استعمال کرے اور اپنا کارنامۂ حیات تیار کرے۔ ان کی آب یاری کرنے اور پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔ مدارس اور تعلیم گاہیں نصابی کتابی تدریس کے ساتھ ساتھ دوسری عملی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کرتی ہیں جن کو ''ہم نصابی تعلیم'' کہا جاتا ہے۔ صحت وتوانائی اور دیگر جسمانی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے

Marfat.com

ورزش اور کھیلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اجتماعی قسم کی کھیلوں میں اجتماعیت کی اور نظم وضبط کی تربیت دی جاتی ہیں۔ تعلیم گاہیں مختلف طریقے اختیار کرتی ہیں تاکہ طلبہ کے اندر تحریر، تقریر اور فکری صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے، ان کو فروغ دیا جائے۔ طلبہ کو چھوٹے چھوٹے کام سپرد کر کے ان کی انتظامی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ ان کے اندر خوداعتمادی کی صفت پیدا کی جاتی ہے۔ ان کے اندر کام لینے کی قائدانہ لیاقت کو فروغ دیا جاتا ہے۔ تربیت کے ذریعہ طلبہ کی مختلف النوع صلاحیتوں اور استعدادوں کو پروان چڑھایا جاتا ہے اور فروغ دیا جاتا ہے۔ تعلیم وتربیت کا مقصد درحقیقت ایک فرد کی تشکیل اور تعمیر ہے۔ اس کی ذہنیت کی تعمیر ہے اور اس کے اندر ایک معتدل اور متوازن شخصیت کی تعمیر ہے۔ معتدل اور متوازن شخصیتوں کے حامل افراد سے مل کر صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کے اندر ایک ایک فرد مطلوبہ تیاری کر سکے۔ تعلیم کا مقصود اور ثمرہ اعمال صالحہ ہیں جو آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہیں۔ اس لیے تعلیم کے ساتھ تربیت کی بے حد اہمیت ہے، وہ تعلیم ناقص ہے جو طلبہ کی عملی تربیت کا اہتمام نہیں کرتی۔ تربیت اسلامی تعلیم کا لازمی جزو ہے۔ تعلیم گاہوں میں یہ سب اہتمام شعوری طور پر کیا جاتا ہے تاکہ نوخیز طلبہ ہر طرح سے آراستہ پیراستہ ہو کر معاشرہ میں، کارزارِ حیات میں داخل ہوں اور وہاں ایک واقف کار کی حیثیت سے مثبت اور فاعلانہ کردار ادا کریں۔ معاشرہ کی فلاح وبہبود میں اضافہ کریں۔ بظاہر یہ مشکل کام ہے۔ یہ مشکل کام ہمیشہ سے استاد ہی انجام دیتے آئے ہیں۔ یہ کام وہ استاد بخوبی سرانجام دے سکتا ہے جس کو ملک وملت سے محبت ہو، جس کو قوم کے نونہالوں سے محبت ہو، جس کو اپنے پیشے سے محبت ہو، جس کے سامنے اپنی تنخواہ سے برتر اور بلند تر مقصد ہو، جس کے سامنے ملّت کی تعمیر ہو، جو طلبہ پر مہربان اور شفیق ہو، جس کو طلبہ بھی اپنا محسن سمجھتے ہوں اور جس کو آخرت میں جواب دہی کا زندہ احساس ہو۔ بعض مدارس کے اساتذہ اور منتظمین کا پیہم مطالبہ تھا کہ تربیت کا اسلامی نصاب بنایا جائے۔ منسلکہ صفحات میں ایک ایسی کوشش کی گئی ہے۔ اسلامی تربیت یا ہم نصابی سرگرمیوں کا ایک مربوط نصاب پیش کیا جا رہا ہے جس پر عمل کرنے سے توقع کی جاتی ہے کہ طلبہ کی ذہنیت کی تشکیل اور شخصیت کی تعمیر صحیح اسلامی خطوط پر ہو جائے گی۔

محمد سلیم

تنظیم منزل، مزنگ، لاہور

۲۵ فروری ۱۹۹۰ء

................OOOO................

Marfat.com

مبحث اوّل:

دینی حقیقتوں کا راسخ کرنا

عقل وشعور کی نعمت پانے والا اور ارادہ واختیار کی آزادی کا حامل انسان باقی مخلوقات سے مختلف اور جدا ہے۔ باقی ساری مخلوقات عقل وشعور سے محروم بے مقصد زندگی بسر کرے تو کرے، انسان اشرف المخلوقات کو زیب نہیں دیتا کہ وہ بھی بے مقصد زندگی گزارے۔ جس رحیم وکریم خداوند تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور اور ارادہ واختیار کی نعمتوں سے نوازا، اس نے مزید انعام فرمایا۔ انسان کو نبیوں کی وساطت سے زندگی کی حقیقت اور زندگی کا مقصد بھی بتادیا۔ انسان کی حیثیت دنیا میں بنیادی طور پر عبد کی اور اس کے بعد خلیفۃ اللہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک کارندے کی ہے اس لیے اس کو اختیارات ملے ہیں۔ مختلف قسم کی ذہنی، فکری اور جسمانی صلاحیتیں ملی ہیں تاکہ دنیا کی زندگی میں وہ اپنا بہتر کارنامۂ حیات تیار کرے۔ انسان دنیاوی زندگی میں دراصل ایک امتحان اور آزمائش میں ہے۔ یہ زندگی تیاری کی زندگی ہے۔ اس لیے انسان کی تعلیم کا سب سے اہم جزو یہ ہے کہ انسان اصل حقیقت سے باخبر ہو۔ اسلامی عقائد انسان کے دل ودماغ میں پوری طرح راسخ ہوں، جاگزیں ہوں تاکہ باخبر ہوکر وہ پوری طرح امتحان کی تیاری کرے اور آخرت میں سرخ رو ہو۔ اس لیے دینی تدریس کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ ہر قسم کی تربیتی سرگرمیوں، دینی تربیت سے متعلق امور کو اولین اہمیت حاصل ہے۔

۱۔ عبادات

عبادات کا ایک پہلو یہ ہے کہ ان سے دینی حقیقتوں کا ادراک اور شعور دل ودماغ میں راسخ ہوجاتا ہے۔ جس کے بعد خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کی راہ سہل ہوجاتی ہے۔ عبادات میں تکرار ذہن میں رسوخ اور قلب میں ثبات پیدا کرنے میں معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہے۔ عبادت گزار بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں کی عبادت مختلف اوقات اور حالات میں انسانوں پر فرض قرار دی ہے۔ فرض کا مطلب یہ ہے کہ فرض عبادت ہر صورت میں ادا کرنا ضروری ہے، اس کو ترک نہیں کرسکتے۔

۲۔ طہارت

ساری عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک، منزہ، مقدس ومحترم ہے۔ ایسی مقدس ہستی کی بارگاہ میں جاتے وقت ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے پاکیزگی حاصل کرنا ضروری ہے۔ ظاہر کی پاکیزگی کا اثر باطن کی پاکیزگی پر پڑتا ہے۔ خیالات وتصورات میں پاکیزگی اور رفعت پیدا ہوتی ہے۔ طلبہ کو پاک وپاکیزہ رہنے کی تعلیم دینی چاہیے۔ گندگی اور نجاست سے صفائی حاصل کرنا سکھانا چاہیے، طلبہ کو طہارت حاصل کرنے کی تربیت دینی چاہیے۔

Marfat.com

۳۔وضو

گندگی اور نجاست سے صفائی اور پاکیزگی حاصل بھی ہو تو عبادت کرتے وقت مزید طہارت حاصل کرنا چاہیے اس کے لیے وضو کرنے کی ضرورت ہے۔طلبہ کو وضو کرنے کی عملی تربیت دینی چاہیے۔

۴۔نماز

طلبہ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھانا چاہیے۔نماز کے لیے سورتیں اور دعائیں یاد کرانی چاہئیں۔نماز میں بندہ خداوند کریم سے مناجات کرتا ہے اس لیے انتہائی ادب اور سکون سے نماز پڑھنی چاہیے۔نماز بچپن میں ہی سکھانا بہتر ہے۔بڑی عمر کے بعد سیکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔کتنے ہی لوگ نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے۔علیحدہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔انہوں نے بچپن میں نماز جنازہ یاد نہیں کی ہوتی۔مدرسہ میں طلبہ کو نماز باجماعت کی تربیت دینی چاہیے۔بعض مدارس میں طلبہ کو نماز کی جیبی ڈائری دی جاتی ہے جس پر وہ اپنی باجماعت نمازوں کا حال درج کرتے ہیں۔

۵۔روزہ

روزہ رکھنا فرض عبادت ہے۔روزہ رکھنے کی تربیت چھوٹی عمر میں بچوں کو دینی چاہیے ورنہ بڑے ہو کر روزہ رکھنے کی عادت نہیں پیدا ہوتی۔رمضان میں روزہ کے ساتھ تراویح کی عبادت بھی ہے۔بچپن سے طلبہ کو تراویح پڑھنے کی تربیت دینی چاہیے۔رمضان عبادت کا خاص مہینہ ہے۔

۶ تلاوتِ قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت بھی عبادت ہے۔سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ بچے قرآن مجید ناظرہ پڑھیں اور پھر روزانہ صبح اس کی تلاوت کریں۔بچوں کو تلاوت کی عادت ڈالنی چاہیے۔بامعنی قرآن مجید پڑھنا ضروری اور افضل ہے مگر ناظرہ قرآن مجید پڑھنا بھی موجبِ اجر وثواب ہے۔وحی الٰہی کے الفاظ کا زبان سے ادا ہونا خیر و برکت کا سبب ہے۔الفاظِ قرآن سے بے تعلقی کسی صورت میں گوارا نہیں کی جاسکتی۔جن گھرانوں میں اہل خانہ تلاوت کرتے ہیں، ان گھرانوں میں خیر و برکت رہتی ہے۔

۷ شعائرِ اسلامی

اسلامی شعائر سے مراد عربی زبان کے وہ مختصر جملے ہیں جن کو ایک مسلمان مختلف موقعوں اور محل پر زبان سے ادا کرتا ہے جیسے الحمدللہ، سبحان اللہ۔ان کلمات کے ذریعہ مسلمان اپنی بنیادی حقیقت، عبدیت، کا استحضار کرتا رہتا ہے۔یہ کلمات طلبہ کو یاد کرانے چاہئیں، ان کا محل استعمال بتانا چاہیے اور ان کی مشق کرانی چاہیے۔(تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہٗ اوّل)

Marfat.com

۸۔مسنون دعائیں

نبی اکرم ﷺ مختلف اوقات میں مختلف دعائیں پڑھتے تھے۔ ان سے بندہ کی عبدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے امت کو بھی ان کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ان دعاؤں کوانہی الفاظ کے ساتھ پڑھنا چاہیے،طلبہ کو یہ دعائیں یاد کرانی چاہئیں،ان کا محل استعمال بتانا چاہیے اوران کی مشق کرانی چاہیے تاکہ طلبہ کوان کی عادت پڑ جائے اور وہ زندگی بھر ان دعاؤں کو پڑھتے رہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ دوم)

۹۔اخلاق

زندگی میں حلاوت اور شیرینی اچھے اخلاق سے پیدا ہوتی ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے اور برے اخلاق سے پرہیز کرنے کے لیے کہا ہے۔با اخلاق زندگی بسر کرنے کے لیے بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا عملی نمونہ ہے۔اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ذیل میں اخلاق حسنہ اور اخلاق مذمومہ کی مختصر سی فہرست دی جاتی ہے۔استاد کا فرض ہے کہ وہ اخلاق حسنہ کو خوش آئند بنا کر طلبہ کے سامنے پیش کرے تاکہ ان کے اندر انہیں قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی آمادگی پیدا ہو۔اسی طرح اخلاقِ مذمومہ کی خرابی اس طرح واضح کرے کہ طلبہ خود اس سے بیزار ہو جائیں:

اخلاقِ حسنہ:......صبر،شکر،توکل،شفقت،قناعت،حیا،رحم،سخاوت وغیرہ۔

اخلاقِ مذمومہ:......جھوٹ،گالی،غیبت،تکبر،بغض،بے حیائی،حرص،مذاق اڑانا،حسد وغیرہ۔

۱۰۔اسلامی آداب

گفتار،کردار،رفتار،نشست و برخاست،روابط وتعلقات سب میں اسلام نے کچھ آداب سکھائے ہیں۔ وہ طلبہ کو سکھانے چاہئیں اور ان پر عمل کرنے کی مشق کرانا چاہیے مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔" اپنے والد سے آگے مت چلو۔ان کے سامنے مت بیٹھو،ان کا نام لے کر آواز مت دو،ان کو گالیاں مت دلواؤ"۔[1]

۱۱۔اسلامی تشخص

اسلام نے شکل وصورت،لباس اور وضع قطع کے متعلق بھی احکام دیے ہیں،طلبہ کو وہ احکام بتانے چاہئیں۔ستر اور پردہ کے اسلامی احکام طلبہ کو بتانے چاہئیں۔مناسب اور ساتر لباس کی تلقین کرنی چاہیے۔غیروں کی تقلید سے منع کرنا چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے رسول ﷺ نے فرمایا ہے "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔[2] جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی جیسا بن جاتا ہے۔اساتذہ بھی ان احکامات کی پاسداری کریں۔یہ سب اس طرح ہو کہ ظاہر اور باطن سب میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔

---

[1] جامع ترمذی: ۱۹۰۲

[2] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس ، حدیث نمبر ۴۰۳۱

Marfat.com

۱۲۔ اسلامی تقریبات

دورانِ سال مختلف اسلامی تقریبات آتی رہتی ہیں۔ ان میں ناواقف کی حیثیت سے محض قومی تہوار سمجھ کر شرکت نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کی مقصدیت اور اہمیت کو پیش نظر رکھ کر شرکت کرنی چاہیے۔ اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ ان کے مقاصد پر طلبہ کے سامنے روشنی ڈالیں۔ ان تقریبات سے اسلامی ذہن کی تشکیل ہوتی ہے۔ ملی مقاصد عالیہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ دینی اور اخلاقی تصورات میں تازگی اور طراوت پیدا ہوتی ہے۔ ان تقریبات میں یا تو کسی اہم دینی واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے یا بعض دینی مشاہیر کی زندگی کے اہم واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بہرصورت اس سے حسنِ عمل اور حسنِ کردار اختیار کرنے کو تقویت ملتی ہے۔ بعض تقریبات یہ ہیں:

۱۔ عید میلاد النبیؐ............اس سے سیرت رسول اور اسوۂ رسالت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

۲۔ معراج النبیؐ............اس سے عظمتِ رسالت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

۳۔ شبِ برأت......یہ رات عبادت کے لیے ہے۔ آتش بازی بدعت ہے، یہ ہندوؤں سے لی گئی ہے۔

۴۔ رمضان.........جشنِ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

۵۔ یوم نزولِ قرآن...........اس دن (۲۷ رمضان کو) بنی نوع انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری ہدایت نامہ قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

۶۔ لیلۃ القدر..........عبادت کے لیے یہ خاص رات ہے۔ یہ موقع قربِ الٰہی کا ہوتا ہے۔

۷۔ عیدالفطر.........تکمیلِ ماہ رمضان کی خوشی میں یہ عید منائی جاتی ہے

۸۔ ایام الحج.........اسلام کی اہم عبادت ہے۔ اسلام کی بین الاقوامیت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

۹۔ عیدالاضحیٰ...........یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یادگار ہے۔

۱۳۔ محبتِ رسول

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں آخری رسول ہیں۔ آپ سارے انسانوں کے لیے ہادی اور محسن ہیں۔ آپ پر ایمان لانا نجات کے لیے ضروری ہے۔ آپ سے محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ طلبہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور آپ کا احترام سکھانا چاہیے۔ ان کے عظیم احسانات کا شکر ادا کرنا سکھانا چاہیے۔ جب بھی آپ کا اسم گرامی آئے تو صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھنا چاہیے، خاص طور پر جمعہ کے دن۔

دینی تربیت

عبد اور خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے معاشرتی اور تمدنی زندگی میں ایک مسلمان کے ذمے کچھ فرائض ہیں جن کی

Marfat.com

ادائی سے معاشرتی زندگی صحیح خطوط پر قائم رہتی ہے۔معاشرہ میں فرائضِ خلافت کی ادائی کے لیے سازگار ماحول برقرار رہتا ہے۔ان میں سے کم ازکم دو باتوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔طلبہ کو ان کی تربیت دینی چاہیے اور ان سے اِن کی مشق کرانی چاہیے۔

ا۔حق کی دعوت [امر بالمعروف ونہی عن المنکر]

مسلمان اصولاً حق کا داعی ہوتا ہے۔اس کو عملاً بھی حق کا داعی بننا چاہیے۔اس کو ہر موقع پر حق بات کا اظہار کرنا چاہیے۔ مذہبی اصطلاح میں اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہتے ہیں۔یعنی مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے روکنا چاہیے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان حق بات کا برملا اظہار کرے اور غلط بات پر برملا ٹوکے۔اس دنیا میں اول روز سے حق وباطل کی آویزش برپا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اس آویزش میں مسلمانوں کو تماشہ بین بن کر نہیں رہنا چاہیے بلکہ حق کا حمایتی اور طرف دار بن کر اپنا وزن حق کے پلڑے میں ڈالنا چاہیے۔طلبہ کو حق گوئی کی مشق کرانا چاہیے۔حق گوئی کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔حق پسندی کے جذبہ کو پروان چڑھانا چاہیے۔

۲۔جذبہ خیر خواہی

تعاون اور خیر خواہی معاشرتی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔انسانی معاشرے میں عام طور پر دو قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ایک خودغرض اور خود پسند جو ہر فرد کے متعلق یہ سوچتا ہے کہ یہ فرد میرے کس کام آسکتا ہے۔یہی جذبہ آگے چل کر ظلم وجور کی شکل اختیار کرلیتا ہے اس کو استحصالی نقطۂ نظر (Exploitation) کہتے ہیں۔دوسری قسم ان انسانوں کی ہوتی ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ایسے لوگ معاشرے میں خیر وفلاح کا سبب بنتے ہیں۔یہی لوگ معاشرے کے محسن اور بہی خواہ ہوتے ہیں۔رسول کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق نفع رسانی کی عادت ڈالنی چاہیے۔طلبہ کو اس کی مشق کرانی چاہیے اور عملی تربیت کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔

..................OOOO..................

Marfat.com

مبحث دوم:

ذہنی اور فکری صلاحیتوں کی آبیاری

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ذہنی، فکری اور جسمانی بہت سی صلاحیتیں، استعدادیں اور قابلیتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ ان گوناگوں صلاحیتوں کو بروئے کار لائے، پروان چڑھائے اور جلا بخشے۔ انفرادی اور اجتماعی فلاح وبہبود میں ان کو استعمال کرے۔ بہترین اعمال اور بہترین کردار اپنے نامہ اعمال میں درج کرائے۔ اس لیے طلبہ کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنا چاہیے اور فروغ دینا چاہیے۔ استعمال کرنے سے صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے اور بیکار ڈالے رکھنے سے زنگ لگ جاتا ہے۔

ا۔ تفکر و تخلیق

ساری صلاحیتوں میں سب سے افضل نعمت غور و فکر کا عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا مرحلہ معلومات جمع کرنے کا ہے۔ طلبہ کے اندر تلاش و جستجو کا ذوق پیدا کرنا چاہیے۔ ان کو نصابی کتابوں سے حاصل کردہ معلومات پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے طور پر بھی نئے افکار اور نئی اشیاء دریافت کرتے رہنا چاہیے اور اپنے عملی ذخیرہ میں اضافہ کرتے رہنا چاہیے۔ دوسروں کی فراہم کردہ معلومات انسان کتابوں کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ اس لیے طلبہ کو مطالعۂ کتب کی عادت ڈالنی چاہیے۔ نئی معلومات انسان خود بھی دریافت کرتا ہے اس کے لیے انسان کو مشاہدہ اور تجربہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔ معلومات جمع کرنے کے بعد تجزیہ و تنقید کا مرحلہ آتا ہے۔ ان کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ صحیح ہیں یا غلط، کارآمد ہیں یا ناکارہ؟ اس مرحلہ پر طلبہ کے اندر قدر سنجی (Appreciation) اور قدر دانی کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد غور و فکر کا مرحلہ آتا ہے۔ اس مرحلہ میں انسان حاصل شدہ معلومات پر سوچتا ہے۔ نئے نئے پہلو نئے استعمالات کرتا ہے۔ اس طرح جو نئی بات دریافت ہوتی ہے وہ تخلیق ہے، وہ اختراع ہے۔ علم کا سب سے اعلیٰ مصرف تخلیق و اختراع ہے۔ دنیا کے بڑے سائنس دان آئن سٹائن کا قول ہے۔ ''تنہا معلومات جمع کر لینا کافی نہیں بلکہ ان پر مسلسل غور فکر کرتے رہنا چاہیے''۔ اس طرح تجسس، تنقید، تفکر کے بعد تخلیق کا مرحلہ آتا ہے۔ اساتذہ کا فرض ہے کہ مختلف تدبیروں سے طلبہ کے اندر ان اذواق کو پروان چڑھائیں۔

۲۔ تقریر و گفتگو

بولنا تو ہر انسان کو آتا ہے مگر دل کی بات زبان سے ادا کرنا، سلیقہ سے مربوط انداز میں گفتگو کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ مجمع میں تقریر کرنا تو اور زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ تقریر اور گفتگو کا ملکہ تربیت سے اور مشق سے حاصل ہوتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں

Marfat.com

اساتذہ کو اس قسم کی مشق کے مواقع فراہم کرنا چاہئیں۔ طلبہ کے تقریری مقابلے منعقد کرانا چاہئیں۔ تحسین اور ہمت افزائی کے لیے انعامات تقسیم کرنے چاہئیں۔

۳۔ تحریر و مضمون نویسی

ہر طالب علم کو لازماً لکھنے پر آمادہ کرنا چاہیے۔ لکھنے کے لیے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لکھنے کے لیے سب سے زیادہ اہمیت مشق کی ہے۔ تعلیم گاہوں میں تحریر و مضمون نویسی کے لیے وافر مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ بعض درس گاہوں میں میگزین اور رسالے طلبہ نکالتے ہیں اور طلبہ کی تحریریں ان میں شائع ہوتی ہیں۔ تحریر میں قدرت اور روانی طالب علمی کے زمانے میں آتی ہے اور مشق سے آتی ہے۔ بڑی عمر میں لکھنے والوں کو تحریر میں قدرت بڑی دشواری سے حاصل ہوتی ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سائنس کے اساتذہ تو سیکڑوں ہیں مگر ان میں سے شاید ہی کوئی کتاب تصنیف کرتا ہو، نہ اردو میں اور نہ انگریزی میں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کو لکھنے پر اور اظہار مافی الضمیر پر قدرت حاصل نہیں ہوتی، اس لیے وہ لکھنے سے جھجکتے ہیں۔ ذوقِ تحریر کی آب یاری کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ مختلف انداز سے اس کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔

۴۔ زبان دانی

تقریر اور تحریر کے لیے زبان پر قدرت حاصل ہونا اور فصیح اللسان ہونا ضروری ہے۔ اس قدرت کے حاصل ہو جانے کے بعد ہی کامیاب تحریر و تقریر کی توقع کی جا سکتی ہے۔ یہ ملکہ بھی تربیت سے اور مشقِ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ فصیح و بلیغ افراد کی تقریریں سنی جائیں۔ فصیح و بلیغ ادیبوں کی نگارشاتِ نظم و نثر زیر مطالعہ رکھی جائیں اور بار بار ان کو پڑھا جائے۔ ادائی مفہوم، ترکیبِ جملہ، تشبیہ اور استعارہ کا برمحل استعمال سیکھا جائے۔ زبان پر قدرت ہو اور ادب کا ذوق ہو تب ہی ایک فرد اظہار مافی الضمیر پر قادر ہو سکتا ہے۔ قدیم زمانہ میں مدارس میں بیت بازی کا مشغلہ ہوتا تھا۔ اس کے ذریعہ طلبہ اچھے اشعار یاد کرتے تھے، شعر فہمی کا ذوق پیدا ہوتا تھا اور پھر زبان دانی کا ملکہ حاصل ہو جاتا تھا۔

۵۔ مقابلۂ معلومات

آج کی دنیا بہت وسیع ہو گئی ہے اور زندگی پیچیدہ ہو گئی ہے۔ کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے مختلف نوعیت کی گوناگوں معلومات حاصل ہونا ضروری ہے۔ ان میں مسلسل اضافہ بھی ہوتے رہنا چاہیے۔ اس کے لیے مطالعۂ کتب اور مطالعۂ اخبارات و رسائل کا ذوق پیدا ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ایک مناسب تدبیر مقابلۂ معلومات کی محفل کا انعقاد ہے۔ درس گاہ کی انتظامیہ ایسی محفلیں وقتاً فوقتاً منعقد کرے جس طرح بیت بازی کی محفل منعقد کی جاتی ہے۔ اس میں ایک فریق چند سوالات پیش کرتا ہے۔ دوسرا فریق ان کے جوابات دیتا ہے۔ پھر یہی موقع دوسرے فریق کو ملتا ہے اور اول فریق جوابات دیتا ہے۔ جواب دینے میں دو یا تین منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔ صحیح جوابات پر نمبر ملتے ہیں۔ آخر میں کوئی ایک فریق کامیاب قرار دیا

Marfat.com

جاتا ہے۔ درس گاہ میں اس نوعیت کے مقابلے منعقد کرانا چاہئیں اور طلبہ کی ہمت افزائی کرنی چاہیے کہ وہ ان میں شرکت کریں۔

ذہنی افق کی توسیع

درس گاہ کے ماحول میں جہاں چند سال رہ کر طلبہ علم حاصل کرتے ہیں اور باہر کی عملی دنیا میں بڑا فرق ہوتا ہے، اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ طلبہ خارجی دنیا کی وسعت سے باخبر ہوں اور ان کا ذہنی افق وسیع ہو۔ ان کے اندر مشاہدہ کا ذوق بیدار ہو۔ ان کے اندر خود اعتمادی کی صفت پیدا ہو۔ اس کے لیے درس گاہ کے منتظمین مختلف تدابیر اختیار کر سکتے ہیں۔

ا۔ مشاہیر کے خطابات

اس امر کا اہتمام کرنا چاہیے کہ مختلف علماء، فضلا، اور ماہرین فن کو درس گاہ میں آنے کی دعوت دی جائے۔ وہ طلبہ کو خطاب کریں۔ اپنی معلومات اور اپنے تجربات کو طلبہ کے سامنے پیش کریں۔ ان تقاریر میں طلبہ کو نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ذہنی اُفق وسیع ہوتا ہے۔ اہل علم اور اہل فضل کی صحبت میں خواہ وہ قلیل عرصہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو، علم کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ علم کی سچی لگن پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ مطالعاتی سفر

معاشرہ کے بعض اداروں اور تمدّن کے بعض مظاہر سے واقف کرانے کے لیے طلبہ کے گروہ کو سفر پر لے جانا چاہیے۔ یہ مطالعاتی سفر کبھی بعض جامعات، قدیم تاریخی عمارات، قلعہ جات، مساجد وغیرہ کی جانب ہو۔ موقع کی مناسبت سے رہنما استاد ان کو تاریخ اور آثار قدیمہ کے واقعات سنائے، یہ اسباق طلبہ کو بخوبی یاد رہتے ہیں۔ یہ مطالعاتی سفر کبھی بند، نہروں کے سنگھم، ہوائی اڈے، بندرگاہ کی جانب ہو۔ موقع کی مناسبت سے وہاں ان سے متعلق معلومات کا سبق سنایا جائے۔ یہ مطالعاتی سفر کبھی معاشرتی اداروں کی جانب ہو مثلاً قانون ساز اسمبلی، عدالت عالیہ، صوبائی انتظامیہ کا مرکزی دفتر، ریلوے ورکشاپ وغیرہ۔ وہاں استاد ان اداروں کی اہمیت طلبہ کو سمجھائے تاکہ ان کو معاشرہ میں نظم ضبط برقرار رکھنے والے اداروں کی کارکردگی کا اندازہ ہو۔ طلبہ کے لیے یہ معلومات بہت مفید ہوتی ہیں۔

۳۔ تفریحی سفر

طلبہ کا گروہ استاد کی نگرانی میں تفریح کے لیے قریب یا بعید کے مقامات پر جاتے ہیں، کوئی نہر کا سنگھم ہو، کوئی عالیشان باغ ہو، کوئی پر فضا مقام ہو یا پھر پہاڑی مقامات ہوں، اس سفر سے طلبہ کے اندر فرحت اور تازگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ سفر میں نئی نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ سفر میں نئے نئے تجربات ہوتے ہیں۔ اس طرح مختلف انداز میں طلبہ کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

مبحث سوم:

انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری

عملی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر معاملہ فہمی، انتظامی امور اور عملی کارکردگی کی مختلف صلاحیتیں بھی ودیعت فرمائی ہیں۔ صلاحیتیں اور استعدادیں استعمال کرنے سے پروان چڑھتی ہیں اور فروغ پاتی ہیں۔ عدم استعمال سے بیکار ڈالے رکھنے سے ان کو زنگ لگ جاتا ہے اور وہ مردہ ہوجاتی ہیں۔ جتنا زیادہ ایک انسان اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرے گا اتنا ہی زیادہ وہ فعال ہوگا۔ اسی قدر انتظامی امور وہ بہتر طریقے پر انجام دے گا۔ اس لیے طلبہ کے اندر خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کو مختلف کام سپرد کرنے چاہئیں اور ان کو مختلف ذمہ داریاں دینی چاہئیں۔ اس طرح ان کے اندر کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوگا، مگر انہیں عجلت پسندی سے بچانا چاہیے۔

ا۔ قائدانہ صلاحیت

معاشرہ کی ضروریات کا جہاں ایک تقاضا یہ ہے کہ بہت سے کارکن اور کاردان (یعنی کام کو جاننے اور سمجھنے والے) افراد وہاں موجود ہوں۔ وہاں دوسرا تقاضا یہ بھی ہے کہ وہاں کارپرداز اور قائد بھی موجود ہوں۔ جہاں کام کرنے والے ہوں وہاں کام لینے والے بھی موجود ہوں۔ اگر سردار نہ ہو تو محض سپاہیوں پر مشتمل کوئی لشکر ترتیب نہیں دیا جاسکتا اس لیے قیادت کی صفات کو ابھارنا اور قائدانہ صلاحیتوں کی آبیاری کرنا بھی ضروری ہے۔ قائد کے لیے ایک اہم صفت معاملہ فہمی ہے۔ معاملہ زیر غور کو پوری طرح سمجھنے کی صفت اس کے اندر ہونی چاہیے۔ اس کے اندر قوت فیصلہ ہونی چاہیے۔ پھر مزید وہ ایسا طریقہ کار بھی سوچے جس کے مطابق وہ مسئلہ زیر بحث کو حل کرسکے۔ قائد کا واسطہ اپنے جیسے انسانوں سے پڑتا ہے۔ کسی بھی کام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ متعلقہ افراد کو ذہنی طور پر آمادہ کیا جائے۔ اس کے لیے سب سے اچھا طریقہ مشاورت ہے۔ چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا، افرادِ متعلقہ سے اس مسئلہ پر کھل کر گفتگو کرنے سے، ان کی آراء سن لینے سے راہ ہموار ہوجاتی ہے۔ اظہار خیال کرلینے کے بعد متعلقہ افراد بھی خود کو اس کام میں شریک تصور کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے بعض لوگوں کا قول ہے کہ مشورہ دلوں کو آمادہ کرتا ہے جو کامیابی کی اولین شرط ہے۔ معاملہ فہمی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ پیشِ نظر کام کو اجزاء میں تقسیم کرکے مختلف افراد کے سپرد کردیا جائے۔ اس سے کام میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔ تاہم قائد کی سب سے اعلیٰ صفت نرم خوئی اور ہمدردی ہے۔ اس کے زیردست یا اس سے متعلق افراد کا یہ تاثر ہو کہ قائد کا رویہ ان کے ساتھ ہمدردانہ ہے۔ کارکنوں میں یہ احساس اور شعور نہایت ضروری ہے۔ نرمی سے جو کام ہوسکتا ہے وہ سختی سے نہیں ہوتا۔ قائد کا لہجہ اگر تحکمانہ ہوگا تو کارکن بتدریج دور ہٹتے چلے جائیں گے۔ قائد کی صفت تو یہ ہونی چاہیے

Marfat.com

نگاہ بلند، سخن دلنواز ،جان پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

۲۔احساس ذمہ داری

کام کرنے کے لیے ایک اچھی صفت احساس ذمہ داری ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی طور پر انسان ذمہ داری محسوس کرنے والا ہو، لاابالی اور غیر ذمہ دار نہ ہو۔ جو کام دیا جائے وہ اس کو پورا کرے۔ جو وعدہ کرے وہ اس کو ایفا کرے ۔اس کے قول وفعل پر بھروسہ ہو، اس کی ذات پر لوگوں کو اعتماد ہو۔ یہ ایک نہایت ضروری صفت ہے۔ دنیا میں بعض افراد بہت اچھے ہوتے ہیں مگر ان کی غیر ذمہ داری کی عادت ان کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔وہ اپنی اس کمزوری کی وجہ سے اکثر کاموں میں ناکام رہتے ہیں۔لوگوں کے اندر حسنِ ظن باقی نہیں رہتا۔ وہ دنیا میں ناکام زندگی بسر کرتے ہیں۔طلبہ کے اندر احساس ذمہ داری کی صفت آغاز سے ہی پیدا کرنا چاہیے جو کام وہ اپنے ہاتھ میں لیں وہ ضرور پورا کریں۔اساتذہ اس بات کی تاکید کریں۔مختلف انداز سے اس صفت کی پرورش کرنا چاہیے۔

۳۔اوقات کی پابندی

اوقات کی پابندی کا شعور پیدا کرنا ضروری ہے۔ درس گاہوں کا پورا ماحول ،تعلیم وتدریس کا لائحہ عمل ، اس کا نظام الاوقات ہر شے طالب علم کے ذہن میں اوقات کی پابندی کا شعور اجاگر کرے۔ ایک عرصہ درس گاہ میں گزارنے کے بعد طالب علم کے اندر وقت کی قدر و قیمت کا احساس جاگزیں ہونا چاہیے۔ وقت کی ناقدری کرنے والے اور سست و نااہل طلبہ پر خاص طور سے توجہ دینی چاہیے۔اس سلسلے میں بعض اساتذہ بھی کوئی اچھا نمونہ طلبہ کے سامنے پیش نہیں کرتے۔بہر کیف صدر مدرس کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ میں خصوصی توجہ دے۔ اساتذہ کو پابند کرے کہ وہ بہترین نمونہ طلبہ کے سامنے پیش کریں۔

۴۔سلیقہ وقرینہ

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے سلیقہ اور قرینہ کا اہتمام کرنا بہت ضروری ہے۔خارج میں قرینہ اور سلیقہ سے ذہنی نظم و سلیقہ کا اظہار ہوتا ہے۔جن لوگوں کی اپنی زندگی میں نظم وضبط ہے، اپنے ذہن میں سلیقہ ہے، ان کے اوقات بھی منضبط ہوتے ہیں اور ان کی اشیا بھی قرینہ سے رکھی نظر آتی ہیں۔اور جن کے ذہن میں کوئی نظم وضبط نہیں ہوتا، ان کے نہ اوقات منضبط ہوتے ہیں نہ ان کی اشیاء میں قرینہ نظر آتا ہے۔کسی بھی شخص کے کمرہ میں داخل ہو کر اور اشیاء پر نظر ڈال کر اس بارے میں معلوم کیا جاسکتا ہے۔اگر بے ترتیبی ، بے ڈھنگا پن ہے تو یہاں کا رہنے والا آدمی بے سلیقہ ہے اور اگر ہر شے ترتیب سے اور سلیقہ سے رکھی ہوئی ہے تو یہاں کا رہنے والا باتمیز اور باسلیقہ ہے۔بے سلیقہ آدمی کو نہ کوئی شے وقت پر ملتی ہے، نہ کوئی بات یاد آتی ہے ....پس طلبہ کو آغاز سے ہی سلیقہ اور قرینہ کی تعلیم دینی چاہیے۔ظاہر میں وہ سلیقہ سے زندگی بسر کریں گے تو پھر ان کے افکار وتصورات بھی منضبط ہوں گے۔ان کے جذبات واحساسات بھی منضبط ہوں گے اور وہ ایک کامیاب زندگی گزاریں گے۔

Marfat.com

۵۔ تنظیمی کھیل

کھیلوں کے ذریعہ طلبہ کے اندر بعض انتظامی صفات کو ابھارا جاسکتا ہے۔ عام طور پر درس گاہوں میں ہاکی، فٹ بال اور والی بال جیسے کھیلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں دو ٹیمیں دو کپتانوں کے زیر اہتمام مقابلہ میں حصہ لیتی ہیں۔ ان کھیلوں میں نظم وضبط اور اطاعتِ امیر کی عادت پڑتی ہے۔ انفرادی رائے پر اجتماعی مفاد کو فوقیت دی جاتی ہے۔ کھیلوں کے ذریعہ طلبہ کے فطری جذبۂ مقابلہ کی بھی تسکین ہوجاتی ہے۔ یہ مفید کھیل ہیں، طلبہ کو ان میں حصہ لینے کی ترغیب دینی چاہیے۔ طلبہ کو کھیل کے پس پردہ حکمتوں سے بھی آگاہ کرتے رہنا چاہیے تا کہ کھیل ان کے لیے ایک مشینی عمل اور جذبۂ مقاومت کا اظہار بن کر نہ رہ جائے۔ اسی طرح درس گاہ میں ڈسپلن، نظم وضبط اور اطاعت کو بھی اس انداز سے نافذ کیا جانا چاہیے کہ طلبہ کو اس کی اہمیت اور حکمت کا پوری طرح علم ہو تا کہ وہ اس کی قدر کریں۔

خود اعتمادی

کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے حوصلہ مندی اور خود اعتمادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آرام وآسایش میں پرورش پانے والے افراد کا سابقہ جب زندگی کے حقائق سے اور زندگی کی مشکلات سے پڑتا ہے تو وہ بری طرح ناکام ہوجاتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ نہ ان کے اندر حوصلہ ہوتا ہے اور نہ خود اعتمادی، اس لیے طلبہ کے اندر یہ صفت پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ حل مشکلات

زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ یہاں گلوں کے ساتھ خار بھی اگتے ہیں، زندگی میں مصائب ومشکلات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان ہمت نہ ہارے۔ پرامید رہے اور جرأت اور حوصلہ سے حالات کا مقابلہ کرے۔ اس لیے طلبہ کے سامنے کبھی کبھی مشکلات بھی پیش کرنی چاہئیں۔ حل طلب مسائل بھی پیش کرنے چاہئیں تا کہ وہ ان کو حل کریں۔ اس طرح ان کے اندر حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے حوصلہ بیدار ہوگا اور خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ اساتذہ کا فرض ہے کہ طلبہ کو قدرے آزمائش میں ڈالیں اور خود اعتمادی کی آب یاری کریں۔ ایسے کاموں میں اساتذہ کی پشت پناہی بھی طلبہ کو حاصل رہنی چاہیے۔

۲۔ سکاؤٹنگ (کشافہ)

خود اعتمادی اور خود کار برآری کی صفات پیدا کرنے کے لیے کشافہ کی تحریک بہت مفید ہے۔ اس کو تعلیم گاہ میں رائج کرنا چاہیے۔ طلبہ کو اس میں شرکت کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ خارج شہران کے کیمپ لگتے ہیں۔ طلبہ اپنے سارے کام وہاں خود انجام دیتے ہیں۔ یہ ایک اچھا تجربہ ہوتا ہے۔ مگر یہ کام شریف النفس اساتذہ کی زیر نگرانی ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ

Marfat.com

ایسے کیمپ بداخلاقی اور بدکرداری کے اڈے بن جائیں۔

۳۔تعمیری مشاغل

بچوں میں قوت عمل زیادہ ہوتی ہے، وہ ساکن نہیں رہ سکتے۔ان کے تحرک کوتعمیری راہ پر ڈالنے کی ضرورت ہے ورنہ ازخود وہ غلط راہ اختیار کر سکتے ہیں۔اس لیے بعض درس گاہیں طلبہ کے لیے کئی دلچسپ مشاغل مہیا کرتی ہیں جن میں طلبہ حصہ لیتے ہیں اور اساتذہ ان کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔ یہ مشاغل مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ سکّے جمع کرنا،ٹکٹ جمع کرنا، ماچس کے لیبل جمع کرنا وغیرہ۔ بڑے طلبہ کے مشاغل ذرا مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔کتابیں جمع کرنا،درس گاہ کا چمن سنبھالنا جس میں بہت سے پودے ہوتے ہیں۔درس گاہ میں نادراشیاء،نادرصنعت کاری اور قدیم ونایاب اشیاء جمع کرنا،درس گاہ میں نمائش لگانا وغیرہ۔درس گاہ ان امور کی اس لیے حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ طلبہ کے اندر ازخود کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ ایک کام کوتکمیل تک پہنچانے میں مستقل مزاجی کا مظاہرہ کریں، اپنے مقصد کے لیے مختلف طریقے سوچیں۔اس طرح ان کے اندرخوداعتمادی کی صفت پیدا ہوگی۔

۴۔تقریبات

سال کے مختلف ایّام میں درس گاہ کے اندر مذہبی تقریبات منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ان میں بہت سا کام کرنا ہوتا ہے۔طلبہ کی عملی تربیت کے لیے یہ بہت اچھا موقع ہوتا ہے۔ یہ سارا کام مختلف طلبہ سے لینا چاہیے مثلاً سٹیج کی نشستوں کی تیاری، کمرہ کی نشستوں کی تیاری، اشعار اور قطعات سے سجانا۔گل کاری آویزاں کرنا، روشنی کا اہتمام کرنا، میز پر گلدان سجانا وغیرہ۔ پھر پروگرام میں طلبہ کوعملاً حصہ لینا چاہیے،تقریریں کرنا چاہئیں،نظمیں سنانا چاہئیں۔اس طرح طلبہ کی مختلف صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں اور خوداعتمادی کی صفت ترقی کرتی ہے۔

۵۔دعوتی دورے

آس پاس کے دیہات میں اور قریب کے علاقے میں طلبہ کوتبلیغی دورے کرنے چاہئیں۔ان دوروں کا انتظام واہتمام طلبہ کوخود کرنا چاہیے۔آغازِ کار میں لائق استاد کی رہنمائی میں یہ سفر ہوتو زیادہ بہتر ہے۔وہاں جا کر طلبہ مختلف افراد سے ملاقاتیں کریں اور ان کو دعوت دین اور دعوت حق دیں۔اس طرح بیک وقت کئی مقاصد حاصل ہوں گے۔ دوسروں کو دین کی دعوت دینے سے خود کہنے والے کے اندر دعوت حق کی اہمیت واضح ہوگی ، دینی جذبہ فروغ پائے گا ، اپنے اوپر اعتماد پیدا ہوگا۔ دوسرے لوگوں سے گفتگو کرنے اور اپنی بات سمجھانے کی عادت پیدا ہوگی۔اس راہ میں جوجھجک ہوتی ہے وہ دور ہوگی ، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب بندہ اللہ کے کام کے لیے گھر سے باہر نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔

................OOOO................

Marfat.com

مبحث چہارم:

جسمانی استعدادوں کی تربیت

نفس کو اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ جسم سپرد کیا ہے۔ یہ ایک بے حد مفید اور کارآمد مشین ہے۔ اس کی کارگزاری کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس کی صلاحیتیں اور استعدادیں بے اندازہ ہیں۔ سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ اس جسم کو صاف ستھرا، پاک اور پاکیزہ رکھا جائے۔ بیماریوں سے اس کو پاک رکھا جائے۔ اس کو صحت مند، توانا اور طاقتور بنایا جائے تاکہ محنت و مشقت کا ہر کام یہ آسانی سے انجام دے سکے۔

۱۔ صفائی اور پاکیزگی

جسم کی کارکردگی برقرار رکھنے کے لیے اس کی صفائی ستھرائی نہایت ضروری ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفائی کی بہت تاکید کی ہے۔ فرمایا: اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ[1] ''طہارت اور صفائی ایمان کا نصف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر قسم کی صفائی کا حکم دیا ہے۔ دانت صاف رکھنے کے لیے مسواک کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ بالوں کو الجھار کھنے کی بجائے ان کو کنگھا کرنے اور ان میں تیل ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ طہارت اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ نمازوں کے پانچ اوقات میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے۔ گھر کو صاف رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نَظِّفُوْا وَلَا تَدَنَّسُوْا'' گھروں کو صاف رکھو، ان میں گندگی نہ کرو۔ ان احکام کی روشنی میں اساتذہ کا فرض ہے کہ طلبہ کے اندر صفائی کی حس بیدار کریں تاکہ وہ از خود ہر قسم کی صفائی کا خیال رکھیں۔ بعض مدارس میں ہفتہ میں ایک دن صفائی کے لیے مقرر ہوتا ہے جس میں اساتذہ اور طلبہ مل کر صفائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ طلبہ کی صفائی کا معائنہ بھی کیا جاتا ہے۔ درس گاہ کے کمروں کی صفائی کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ طلبہ کے بستوں کو دیکھا جاتا ہے، ان کو سلیقہ سے کتابیں رکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

۲۔ ریاضت بدن

درس گاہوں میں ایک گھنٹہ ریاضت بدن کا مقرر ہونا چاہیے اس میں ہاتھوں اور جسم کو حرکت دیتے ہیں، تیز رفتاری سے قدم اٹھاتے ہیں تاکہ جسم میں چستی اور حرکت پیدا ہو۔ یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔ اس کو زیادہ بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

۳۔ ورزش

دوسری ضرورت جسم کو صحت مند اور توانا رکھنا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۳

Marfat.com

اَلْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ كُلٍّ خَیْرٌ "(۱)۔ طاقتور مسلمان کمزور مسلمان سے افضل ہے اگر چہ دونوں میں خیر ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو طاقتور بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ توانا اور طاقت ور بننے کے لیے ورزش کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ ڈنٹر، بیٹھک کرنا، کشتی لڑنا، دوڑ لگانا، تیراکی اور شہسواری اختیار کرنا۔ حضرت عمرؓ نے پوری مملکت میں استادوں کو لکھا تھا: "عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمُ السِّبَاحَةَ وَالرِّمَايَةَ وَرَكُوْبُ الْخَيْلِ "(۲) یعنی اپنے بچوں کو تیراکی، تیراندازی اور شہسواری سکھاؤ۔ آج کے دور میں مختلف قسم کی ورزشیں رائج ہیں۔ بہرکیف کوئی نہ کوئی ورزش کرنی چاہیے، ورنہ کم از کم علی الصبح سیر کرنی چاہیے۔ اور دوڑ لگانی چاہیے اس سے جسم چاق و چوبند رہتا ہے، چست اور پھرتیلا رہتا ہے اور کام کے لیے آمادہ رہتا ہے۔

۴۔ کھیل

اکثر کھیل ایسے ہیں جن میں تفریح بھی ہوتی ہے اور ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ ❁ اس قسم کی کھیلوں کو منع نہیں کیا گیا بلکہ رسول کریم ﷺ نے چند حبشی نوجوانوں کو صحنِ مسجد میں جسمانی کرتب دکھانے کی اجازت دی تھی۔ اس موقع پر اسلامی زندگی میں کھیلوں کی گنجائش کا تذکرہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "دُوْنَكُمْ يَا بَنِيْ اَرْفِدَه لِيَعْلَمَ الْيَهُوْدُ اَنَّ فِيْ دِيْنِنَا فُسْحَة "(۳)۔ اے اہل حبشہ کھیلو۔ یہودیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے دین میں ان کاموں کی بھی وسعت ہے۔ قدیم زمانے میں گلی ڈنڈا اور کبڈی رائج تھی۔ جدید دور میں ہاکی، فٹ بال اور والی بال وغیرہ رائج ہیں، ان کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ محنت ومشقت

محنت و مشقت کرنے اور سخت اور بھاری کام کرنے کی زندگی میں ضرورت پڑ جاتی ہے اس لیے اگر بچپن سے محنت و مشقت کی عادت ڈال لی جائے تو بہتر ہے۔ اس سے آدمی زندگی میں کسی قسم کی پریشانی سے دوچار نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے جو لوگ محنت و مشقت سے جی چراتے ہیں ان کو زندگی میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے درس گاہ میں طلبہ سے چھوٹے چھوٹے محنت کے کام بھی کرانا چاہئیں۔ اس سے طلبہ میں ہاتھ سے کام کرنے اور محنت کرنے کی جھجک دور ہو جائے گی۔ بعض لوگ ہاتھ سے کام کرنے کو کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ انسان کو خصوصاً اپنا ہر کام خود کرنا چاہیے۔ اس طرزِ عمل کی مشق بچپن میں ہی ڈالی جا سکتی ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجه، مقدمه، حديث نمبر: ۷۹

(۲) صحيح بخاری، حديث نمبر: ۲۸۹۹

(۳) سنن نسائی، كتاب العيدين، حديث نمبر: ۱۵۹۶

Marfat.com

ناجائز کھیل اور تفریح

ملتِ اسلامیہ خود روسیلانیوں کا کوئی ٹولا نہیں کہ جو چاہے کہہ دے اور جو چاہے کر ڈالے۔ مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عبد اور خلیفہ ہے مسلمان کی زندگی آزمائش اور امتحان کی زندگی ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ آخرت میں جا کر نکلے گا۔ مسلمان کی زندگی نہ ترکِ دنیا کی ہے اور نہ غرقِ دنیا کی۔ وہ ہر فعل وعمل کو اختیار نہیں کرسکتا۔ صرف وہ کھیل جو مسلمان کے مقصدِ حیات سے سازگاری رکھتے ہوں ان کو وہ اختیار کرسکتا ہے اور جو اس کے مقصدِ حیات سے متضاد اور متصادم ہوں ان کو وہ رد کرتا ہے۔

ا۔ بت پرستانہ بنیاد

بعض کھیلوں کی بنیاد بت پرستانہ ہے۔ بت پرست قوموں کے خیال میں دیوی اور دیوتا مختلف روپ دھار لیتے تھے۔ اس لیے ان قوموں میں سوانگ بھرنے کو تقدس حاصل ہوگیا۔ یہ ان میں قدیم زمانہ سے موجود ہے۔ یونانی اور ہندو بت پرست اقوام ہیں۔ سوانگ بھرنے کی شکل، اداکاری، ان کے یہاں ڈراموں میں پائی جاتی ہے۔ ایشیا اور افریقہ کی کسی دوسری قوم میں نہ ڈرامہ ہے نہ سوانگ بھرنے کو تقدس حاصل ہے۔ جدید یورپی تہذیب نے یونانی تہذیب کی کوکھ سے جنم لیا ہے اس لیے مغربی تہذیب میں بھی ڈرامہ اور اداکاری کو خوب فروغ حاصل ہوا ہے۔ اب مغربی تہذیب نے ڈرامہ اور اداکاری کو ساری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے جو مغربی تہذیب کے شناور ہیں، اداکاری کے خلاف سنگین فتویٰ صادر کیا ہے فرماتے ہیں ۔

حریم تیرا، خودی غیر کی، معاذ اللہ   دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات ومنات

وہ ایک طرف کاروبارِ لات ومنات قرار دے کر ڈرامے کی بت پرستانہ نوعیت کو پیش کرتے ہیں، دوسری طرف خودی کے تحلیل ہونے کی فلسفیانہ بنیاد پر بھی اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بہر کیف اسلام میں اس قسم کے کھیلوں کی گنجائش نہیں۔ اس لیے ڈرامے، اداکاری اور مینا بازار وغیرہ کھیلوں سے طلبہ کو بچانا چاہیے۔

۳۔ کھیلوں کا جنون

کھیل اپنی سادہ شکل میں ناجائز نہیں مگر اب انہوں نے جو شکل اختیار کرلی ہے، جس طرح میچوں کے زمانہ میں پوری قوم پر جنون ساطاری ہوجاتا ہے اس کے پیشِ نظر ان کھیلوں کو بھی ناپسندیدہ قرار دینا چاہیے۔ کرکٹ یا ہاکی کے میچوں کے زمانے میں زندگی کے سارے کاموں سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ ساری قوم کھیل کے میدان میں یا ٹی وی اور ریڈیو کے گرد جمع ہوجاتی ہے۔ اس انتہاپسندانہ رویہ کو اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا۔ مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عبد اور خلیفہ ہے۔ زندگی کی امتحان گاہ میں ہے۔ جو شخص امتحان گاہ میں ہو اس کا وقت تو نہایت قیمتی ہوتا ہے، وہ لغو اور بے مقصد کاموں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرسکتا اس لیے کہ مومن کی ایک صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمائی ہے: "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ" [المومنون ۲۳: ۳]. اور مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں سے دور رہتے ہیں۔

Marfat.com

مبحث پنجم:

درس گاہ کی آرائش

درس گاہ میں صفائی اور رنگ وروغن کے ساتھ مقصدی نوعیت کی آرائش بھی ہونی چاہیے۔

۱۔طغرے (پوسٹر)

درس گاہ کے کمروں میں موزوں مقامات پر قرآن مجید کی آیات کے خوبصورت طغرے آویزاں کرنا چاہئیں۔اس سے بیک وقت قرآن مجید سے طلبہ کا تعلقِ خاطر قائم ہوگا اور ذوقِ جمالیات کی آب یاری بھی ہوگی۔

۲۔آیاتِ قرآنی کے ترجمے

یہ موزوں خوب صورت خط میں لکھی ہوئی ہوں۔ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی درج ہو،ان کو موزوں مقامات پر آویزاں کرنا چاہیے۔

۳۔احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مناسب احادیث منتخب کی جائیں۔ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی درج ہو،ان کو دیواروں پر آویزاں کرنا چاہیے۔اس سے ایک طرف کلامِ نبوی سے طلبہ مانوس ہوں گے،دوسری جانب وہ حکمتِ نبوی سے بھی آشنا ہوں گے۔

۴۔موزوں اشعار

موزوں اشعار خاص طور پر علامہ اقبال کے،خوبصورت لکھے ہوئے درس گاہ کی دیواروں پر آویزاں ہوں۔ان سے رفعتِ خیال اور رفعتِ اخلاق کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

۵۔مناسب اقتباسات

دعوتی انداز کی تحریروں کے مناسب اقتباسات بھی درس گاہ کے درودیوار پر آویزاں کرنے چاہئیں۔

۶۔کتبات

خوشنویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وصلیاں (کتبات) بھی آویزاں کرنے چاہئیں اس سے طلبہ کے اندر ذوقِ جمالیات کی پرورش ہوتی ہے۔مذکورہ بالا اشیاء کی حیثیت صرف آرائش ونمائش ہی کی نہیں ہے بلکہ تعلیم وتربیت کا حصہ ہے۔آتے جاتے طلبہ ان عبارات کو پڑھتے ہیں اور متاثر ہوتے ہیں۔ان کے اذہان پر نقوش مرتسم ہوتے ہیں۔کتبات فی الحقیقت خاموش معلّم اور خاموش مبلغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

۷۔پھلواری اور گملے

اگر ممکن ہو تو درس گاہ میں باغبانی کی جائے۔پھلواری لگائی جائے،ورنہ کم از کم پھول والے گملوں کا تو ضرور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ درس گاہ حسین منظر ہو اور خوش آئند ہو۔طلبہ پھر اپنی مادرِ علمی سے محبت کریں گے،اس کو پسند کریں۔

Marfat.com

مبحث ششم:

ہوسٹل (اقامت گاہ) کا نظم

اگر درس گاہ کے ساتھ اقامت گاہ بھی ہو، جہاں طلبہ دن رات رہتے ہوں اور درس گاہ کی انتظامیہ کے تحت اوقات بسر کرتے ہوں تو وہاں طلبہ کی تربیت کے مواقع زیادہ میسّر آتے ہیں۔ایسی اقامت گاہوں کے متعلق ذیل میں چند ہدایات لکھی جاتی ہیں۔اقامت گاہ میں طلبہ کی صلاحیتوں کو خاص طور پر انتظامی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے بہترین مواقع موجود ہوتے ہیں، ان سے بھر پور فائدہ اٹھانا چاہیے۔طلبہ کے اوقاتِ کار کو ایک نظم کے تحت مربوط کرنا چاہیے جس میں ان کی ضروریات اور خواہشات کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔مختلف ذمہ داری کے کام سپرد کر کے طلبہ کی صلاحیتوں کو ابھارنا چاہیے اور ان کی قائدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔طلبہ میں کام کرنے کی خواہش موجود ہوتی ہے ان کو صحیح نہج پر استعمال کرنا چاہیے۔واضح رہے کہ طلبہ کی ہمہ پہلو تربیت کرنے کے لیے اساتذہ کو بھی کافی وقت دینا پڑتا ہے جو ان کی نگرانی کرتے ہیں۔

ا۔ناظم صلوۃ

اقامت گاہ میں نماز باجماعت کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہیے۔مسجد، نماز اور بیداری سے متعلقہ امور کے لیے ایک سنجیدہ طالب علم کو ذمہ دار بنانا چاہیے، جسے ناظم صلوۃ کہا جاسکتا ہے۔اگر کام زیادہ ہو تو اپنی مدد کے لیے وہ معاونین بھی منتخب کرسکتا ہے۔

۲۔ناظم صفائی

رہائش گاہ کے کمروں کی صفائی تو ملازم کرتا ہے لیکن خود اس کی نگرانی، کمروں کے اندر اشیاء اور کتابوں کو سلیقہ اور قرینہ سے رکھنے میں طلبہ کی نگرانی و دیگر متعلقہ امور کے لیے ایک طالب علم کو ذمہ دار بنانا چاہیے اور 'ناظمِ صفائی' کا عہدہ اس کو دینا چاہیے۔کام اگر زیادہ بڑھ جائے تو دوسرے طلبہ کو معاونت کے لیے نامزد کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ناظم طعام گاہ

اسلامی آدابِ طعام کے مطابق کھانا کھانے کے لیے ضروری ہے کہ اقامت گاہ کے طلبہ یکجا اور بیک وقت اکٹھے کھانا کھائیں اور آداب طعام کو ملحوظ رکھیں۔طعام گاہ کی دیواروں پر آدابِ طعام لکھ کر آویزاں کرنے چاہئیں۔اس کو بھی مفید پایا گیا ہے کہ طعام گاہ میں طعام کی تقسیم اور کھلانے کا کام خود طلبہ کی ٹیم انجام دے۔وہ ایک ''ناظمِ طعام گاہ'' کے تحت سب کام انجام دیں۔قبل از وقت آکر میزوں پر کھانا چُن دیں۔گھنٹی بجنے پر طلبہ آئیں اور کھانا کھائیں۔یہ ٹیم ان کو کھانا کھلائے، ان کی ضروریات فراہم کرے۔یہ میزبان کے فرائض انجام دے، یہ بعد میں کھانا کھائیں۔اس طرح ان کے اندر اہتمام، انتظام

Marfat.com

اور انتظار وصبر کی صفات پیدا ہوں گی۔ ایک ہفتہ کے بعد دوسری ٹیم تبدیل ہونی چاہیے۔

۴۔ ناظم کھیل

کھیل طلبہ کی زندگی کا اہم کام ہے۔ شام کا وقت کھیلوں کے لیے مقرر ہونا چاہیے۔ ترغیب دیں کہ ہر طالب علم کسی کھیل میں یا کسی طرح کی ورزش میں حصہ لے۔ کھیلوں کے لیے ایک ناظم مقرر ہونا چاہیے جو ان کی ضروریات فراہم کرے۔ اس کام کے لیے ایک استاد نگران مقرر ہونا چاہیے۔

۵۔ ناظم محنت کار

طلبہ میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے اور محنت کرنے کی عادت پیدا کرنا چاہیے۔ درس گاہ کے چمن میں پودوں کی کیاریاں طلبہ کے سپرد کرنا چاہئیں۔ چھوٹے بچوں کو گملے دیے جاسکتے ہیں۔ وہ ان کی نگہداشت کریں اور باغبانی کریں۔ سال میں دو مرتبہ پاکستان میں شجر کاری کا دن منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر طلبہ کو پودے فراہم کرنے چاہئیں۔ ان کو وہ خود لگائیں اور ان کی دیکھ بھال کریں۔ اس طرح محنت کاری کے ساتھ طلبہ میں پودوں اور درختوں سے بھی اُنس پیدا ہوگا۔

٦۔ ناظم امورِ ثقافت

طلبہ کے اندر علمی، ادبی، تفریحی مختلف نوعیت کی انجمنوں کو قائم کرنا چاہیے اور ان کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔ ترغیب دیں کہ طلبہ ان انجمنوں کے ذمہ دار اور عہدہ دار بنیں۔ اس طریقے سے ان کے اندر انتظامی صلاحیت اور ذمہ داری کا احساس ابھرے گا۔ واضح رہے کہ تعلیمی زمانہ طلبہ کے سیکھنے اور حاصل کرنے کا زمانہ ہے۔ اس دور میں موجودہ دور کی سیاست کاری کے اثرات بدنہیں پڑنے چاہئیں ورنہ تعلیم وتربیت کے پروگرام میں خلل واقع ہوجائے گا۔ تربیت ناقص رہ جائی گی جس کی تلافی بعض مرتبہ ساری زندگی نہیں ہوسکتی۔ انتظامی امور میں بہرحال اساتذہ کی سرپرستی اور نگرانی رہنی چاہیے۔ اساتذہ کو بچوں کے ساتھ زیادہ وقت دینا پڑے گا۔ اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے انہیں یہ ذمہ داری بخوشی قبول کرنی چاہیے۔

................OOOO................

Marfat.com

ضمیمۂ اوّل

شعائرِ اسلام

شعائرِ اسلام عربی کے چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف موقع محل کی مناسبت سے استعمال کرتے تھے، عام مسلمانوں کو ان کے ادا کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ ان جملوں سے بندگیٔ رب کا اظہار ہوتا ہے۔ انسان کی عبدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ طلبہ کو یہ جملے یاد کرانے چاہئیں اور ان کا موقع استعمال بتانا چاہیے۔

۱۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ① ...... ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں''۔ یہ کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات پڑھتے تھے۔ خاص طور پر نیند سے بیدار ہو کر اس کو پڑھتے تھے۔

۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ② ...... ''شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے''۔ یہ جملہ ہر کام کے شروع کرتے وقت پڑھتے تھے۔

۳۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ③ ...... ''نہ (برائی سے بچنے کی) طاقت ہے نہ (نیکی کرنی کی) قوّت ہے مگر سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ جملہ کسی ناگواری کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔

۴۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ④ ...... ''ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔ یہ جملہ کسی کی موت کی یا ناگہانی خبر سن کر پڑھا جاتا ہے۔

۵۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ⑤ ...... ''تم پر سلامتی ہو اور رحمت ہو''۔ یہ جملہ ایک مسلمان سے ملاقات کے موقع پر ادا کیا جاتا ہے۔

۶۔ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ⑥ ...... ''اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو''۔ یہ جملہ سلام کے جواب میں ادا کیا جاتا ہے۔

---

①

② النمل ۲۷:۳۰

③ صحیح بخاری مع الفتح ، ۱۱/۲۵۶

④ البقرہ ۲: ۱۵۶

⑤ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۲۶

⑥ ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۹

Marfat.com

۷۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ[1] ......''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں''۔یہ جملہ خیریت دریافت کرنے کے جواب میں کہا جاتا ہے۔

۸۔ بَارَكَ اللّٰہُ ......''اللہ برکت دے''۔یہ جملہ کھانے کی درخواست سُن کر نہ شرکت کرتے وقت بولا جاتا ہے۔

۹۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ......''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں''۔چھینک آنے پر بطور جواب کے یہ جملہ ادا کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ یَرْحَمُكَ اللّٰہُ ......''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے''۔پہلا جملہ سن کر چھینکنے والا بطور دعا یہ جملہ کہتا ہے۔

۱۱۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ......''اللہ سب سے بڑا ہے''۔یہ جملہ جوش اور جذبہ کے اظہار کے موقعہ پر ادا کیا جاتا ہے

۱۲۔ مَاشَاءَ اللّٰہُ ......''اللہ نے جو پسند کیا''۔یہ جملہ تعریف کرنے اور ہمت افزائی کے موقع پر بولتے ہیں۔

۱۳۔ جَزَاكَ اللّٰہُ ......''اللہ تمہیں بدلہ دے''۔یہ جملہ نیکی کا شکریہ ادا کرنے کے موقع پر ادا کرتے ہیں۔

۱۴۔ اَلْعَظَمَةُ لِلّٰہِ ......''تمام بڑائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''۔یہ جملہ کسی عظیم واقعہ کے ظاہر ہونے کے موقع پر بولتے ہیں۔

۱۵۔ اَللّٰہُ اَللّٰہُ ......''اللہ اللہ''۔یہ الفاظ حیرت اور استعجاب کے موقع پر بولتے ہیں۔

۱۶۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ......''ہم اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں''۔یہ جملہ کسی نامناسب بات سے اظہارِ بریت کے لیے بولتے ہیں۔

۱۷۔ مَعَاذَ اللّٰہ ......''اللہ کی پناہ''۔یہ جملہ نامناسب بات سے سخت بریت کے لیے بولتے ہیں۔

۱۸۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ ......''میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں''۔یہ جملہ بریت یا معذرت کے موقع پر بولتے ہیں۔

۱۹۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ ......''اگر اللہ نے چاہا تو''۔آئندہ کام کرنے کے موقع پر اللہ کی توفیق طلب کرنے کے لیے بولتے ہیں۔

۲۰۔ فِی اَمَانِ اللّٰہ ......''اللہ کی امان میں''۔یہ جملہ رخصت کرتے وقت بولتے ہیں۔

................OOOO................

---

[1] الفاتحہ ۱:۱

Marfat.com

ضمیمۂ دوم

روزمرہ کی مسنون دعائیں

رسول کریم ﷺ دن رات کے مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں وہ درج ہیں۔ ان دعاؤں سے بندہ اور رب کے تعلقات کی نوعیت معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے چند دعائیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔ طلبہ کو چاہیے کہ وہ ان کو یاد کرلیں اور مناسب موقعوں پر ان کو پڑھتے رہیں۔

۱۔ جب بستر پر لیٹتے تھے اس وقت یہ دعا پڑھتے تھے: ''بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ ''[۱]. (میں سوتا ہوں) اللہ کے نام سے، جس کی برکت سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۲۔ بیدار ہونے کے بعد کی دعا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْر ''[۲]. تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے موت کے بعد زندہ کیا (سونے کے بعد بیدار کیا) اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۳۔ بیت الخلاء جاتے وقت کی دعا ''اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ''[۳]. اے اللہ، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں، ہر قسم کی گندگی سے اور گندی باتوں سے۔

۴۔ بیت الخلاء سے باہر آتے وقت کی دعا'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِي''[۴]. تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری غلاظت دور کی اور مجھے عافیت بخشی۔ یا صرف غُفْرَانَكَ[۵] تیری بخشش (کا امیدوار ہوں)

۵۔ وضو کرنے کے بعد پڑھنے کی دعا''اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''[۶]. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۶۔ کھانا کھاتے وقت کی دعا۔ شروع میں'' بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ''[۷]۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو

---

[۱] سنن الترمذی ، حدیث نمبر: ۳۳۸۸

[۲] صحیح بخاری، کتاب الدعاء، حدیث نمبر: ٦٣١٢

[۳] صحیح بخاری، ٢/٢٦، حدیث نمبر: ٩٣٦

[۴] سنن ابن ماجه ، حدیث نمبر: ٢٦، (ضعّفهٔ الالبانی)

[۵] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ١٤٢

[۶] صحیح مسلم، باب الطهارة، حدیث نمبر: ٢٣٤

[۷] سنن ابی داوٗد، کتاب الاطمعه، حدیث نمبر: ٣٧٦٤

Marfat.com

رحمن اور رحیم ہے۔

۷۔ کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے ۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ''(۱) ۔اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا، پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔

۸۔ نیا کپڑا پہنتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مَا اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ''(۲). اللہ کا شکر ہے جس نے وہ کپڑا دیا جس کو پہن کر میں زندگی میں خوش منظر نظر آتا ہوں۔

۹۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ''(۳). اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور اپنے رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے۔

۱۰۔ مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ''(۴). اے اللہ میں تیرا فضل (رزق) چاہتا ہوں۔

۱۱۔ گھر سے باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے ''بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ''(۵). اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ پر میرا بھروسہ ہے کوئی طاقت نہیں کوئی قوت نہیں، سوائے اللہ کے۔

۱۲۔ گاڑی پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔''سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ''[الزخرف، ۱۳، ۱۴]۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سواری کو ہمارے تابع بنایا حالانکہ ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۳۔ جامع دعا''اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی اُمُوْرِ کُلِّھَا'' اے اللہ، ہمارے تمام کاموں کا انجام بخیر کر۔

۱۴۔ کوئی ناخوشی کی بات پیش آتی تو یہ فرماتے تھے''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ''(۶). ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

۱۵۔ پریشانی کی حالت میں یہ دعا فرماتے تھے''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ''(۷). اے زندہ جاوید، اے کائنات کے مدبر، میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔

۱۶۔ جب کبھی خوشی کی بات سنتے تھے تو فرماتے تھے''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ''. اللہ کا شکر ہے جس کی نعمت سے نیکیاں تکمیل پاتی ہیں۔

---

(۱) سنن الترمذی، ۲/۸۴

(۲) سنن الترمذی، ۲/۱۸۴

(۳) صحیح مسلم، ۱/۲۴۸

(۴) صحیح مسلم، ۱/۲۴۸

(۵) سنن ابی داؤد، ۲/۳۹

(۶) رواہ الحاکم، ۱/۵۷۸

(۷) سنن ترمذی، ۵/۵۴۹

Marfat.com

حصہ دوم

تربیت طلبہ گائیڈ

Marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

بنیادی مفاہیم اور چیلنج

اس باب کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں تربیت کا مفہوم، غایت، اصول، اقسام اور اہمیت بیان کی جائے گی اور دوسرے حصے میں اس بنیادی چیلنج پر گفتگو ہوگی جو آج مسلم معاشرے کو درپیش ہے اور مسلم طلبہ کی تربیت کا لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے جس کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے اور وہ چیلنج ہے دین سے دوری کا اور مغرب کی ملحدانہ فکر وتہذیب سے مرعوبیت اور اس کی پیروی کا۔

..................OOOO..................

Marfat.com

فصل اوّل

تربیت کا مفہوم، غایت، اصول، اقسام اور اہمیت

تربیت کا مفہوم

تربیت عربی لفظ ہے جس کا مادہ رب ب ہے۔ اس مادے سے ربّ، ربوبیت، ربانی، مربی اور تربیت کے الفاظ اردو میں عام مستعمل ہیں۔ ربوبیت اللہ تعالیٰ کی ایک بنیادی صفت ہے جس کی وجہ سے ہم اسے ربّ کہہ کر پکارتے ہیں اور اس کا ترجمہ عموماً 'پالنے والا' کیا جاتا ہے۔ دراصل اس کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ کوئی چیز اللہ نے جس مقصد سے بنائی ہے اس کی ایسی پرورش، اٹھان اور نمو کہ وہ اس مقصد کو بطریق احسن پورا کرے۔ اللہ کو رب کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اور باہر ایسے بے شمار انتظامات کیے ہیں جو اس کی بقا، نمو اور اہداف کو ممکن بناتے ہیں مثلاً داخلی عوامل میں بھوک، آرام، جنس، معرفت رب اور خیر و شر کے ادراک کی جبلت اور خارجی عوامل میں روشنی، حرارت، آکسیجن، پانی، زمین، معدنیات، حیوانات، اجناس اور پیغمبروں کی بعثت کو شامل کیا جا سکتا ہے جو نہ صرف اس زمین پر انسان کی جسمانی بقاء کو ممکن بناتے ہیں بلکہ اس کے اخلاقی و روحانی ترفع کو بھی قابل حصول بناتے ہیں تاکہ انسان اس مقصد، منزل اور غایت کو پا سکے جو اس کے خالق نے اس کے لیے مقرر کی ہے اور وہ ہے عبودیت یعنی دنیا کی زندگی اللہ کی رضا کے مطابق اس کی پرستش اور اطاعت کرتے ہوئے گزارنا تاکہ آخرت میں وہ اس کی رضا کو پا کر امر ہو جائے۔

تربیت کا سب سے بڑا ذریعہ تعلیم ہے لہٰذا تعلیم و تربیت کے الفاظ لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ تعلیمی شعبے میں تعلیم کے ساتھ 'تعلیم و تربیت' کی اصلاح ہی استعمال ہوتی ہے جب کہ قرآن حکیم اس مفہوم کے لیے تزکیہ نفس کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے Personality Development یا Character Building کے الفاظ مستعمل ہیں۔ تزکیہ کا لفظ اس مفہوم کو بہتر طریقے سے واضح کرتا ہے۔ تزکیہ عربی لفظ ہے جس کا مادہ زک و ہے اردو میں ہم اس مادہ سے زکوٰۃ، مزکیّ، تزکیہ، زکیّہ کے الفاظ عام استعمال کرتے ہیں۔ تزکیہ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز کے اچھے پہلوؤں کو اجاگر کرنا، بڑھانا اور برے و کمزور پہلوؤں کو دبانا۔ تزکیۂ نفس کا مطلب ہے انسانی شخصیت کی ایسی تعمیر، نمو اور افزائش جس میں نفس کے اچھے اور مثبت پہلو ابھریں، ترقی کریں اور برے اور منفی پہلو دب جائیں اور کمزور ہو جائیں۔ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ اچھا اور صحیح وہ ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صحیح اور اچھا کہیں اور غلط و برا وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برا کہیں۔ گویا تزکیۂ نفس کا مطلب یہ ہوا کہ نفس انسانی کی ایسی تربیت کہ وہ ان اوامر کو اپنا سکے جن کے اپنانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان نواہی سے بچ سکے جن سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ سادہ لفظوں میں اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نفس انسانی کی ایسی

Marfat.com

تربیت کہ انسان بسہولت اسلام کے احکام کے مطابق زندگی گزار سکے۔

مندرجہ بالا بحث سے تربیت کا مفہوم واضح ہوگیا کہ اس سے مراد ہے انسانی شخصیت کی اس طرح تعمیر و پرورش کہ وہ اپنے مقصد تخلیق (یعنی اللہ کی عبادت واطاعت) کو بہترین صورت میں پورا کر سکے۔

تربیت کی غایت

نفس انسانی کی تربیت کی غایت اور مقصد کیا ہے؟ انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ جب سے انسان اس دنیا میں موجود ہے اس سوال کے حوالے سے اس کے دو ہی جواب سامنے آئے ہیں یا یوں کہیے کہ انسانی فکر وعمل کے دو ماڈل ہمیں انسانی تاریخ میں نظر آتے ہیں:

پہلا ماڈل

انسانوں کا ایک گروہ شروع ہی سے یہ مانتا آیا ہے کہ انسان کو اور اس کائنات کو جس میں وہ زندہ ہے، ایک خالق نے تخلیق کیا ہے جو اس کا ہادی اور رہنما بھی ہے۔ یہ خالق بتاتا ہے کہ اس نے اس کائنات کو ایک مخصوص مدت کے لیے پیدا کیا ہے اور انسان اس کا عبد ہے۔ اللہ انسان کی ہدایت کے لیے انسانوں میں سے ہی کسی ایک کو منتخب کر کے اسے براہ راست ہدایت سے نوازتا ہے جو باقی انسانوں تک الٰہی ہدایت پہنچاتا ہے (رسول)۔ انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنی زندگی اپنے خالق و مالک ورازق (اللہ) کے احکام وتعلیمات کے مطابق گزارے اور یہی اس کا امتحان ہے کہ وہ ایسا کرتا ہے یا نہیں؟ (گویا اس کو آزادی اور آپشن دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ایسا کرے اور نہ چاہے تو ایسا نہ کرے تاہم اسے بتادیا گیا ہے کہ دنیا کے اس عارضی قیام کے بعد ایک اور مستقل عالم ہوگا جہاں اسے اس دنیا میں اپنی کارگزاری کا حساب دینا ہوگا۔ جس آدمی نے اس دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزاری ہوگی وہ ان سے خوش اور راضی ہوگا اور انہیں نعمتوں بھری مستقل زندگی سے نوازے گا۔ اور جن لوگوں نے اس کی مرضی کے خلاف زندگی گزاری ہوگی، ان سے وہ ناراض ہوگا اور وہ مستحق سزا ٹھہریں گے (آخرت)۔ یہ ماڈل جس کی فکر کا خلاصہ ہے توحید و رسالت وآخرت، اس کو اسلامی، مذہبی یا 'دینی ماڈل' (Religious Model) کہا جاتا ہے اور ماضی میں بہت سی تہذیبیں اور قومیں اس ماڈل کے مطابق زندگی گزارتی رہی ہیں۔ آج کل اس ماڈل کی نمائندگی وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں یعنی اسلام یا اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق زندگی گزارنے والے۔

دوسرا ماڈل

انسانوں کا ایک دوسرا گروہ ہے جو سطور بالا میں ذکر کردہ اسلامی، مذہبی یا دینی ماڈل کو نہیں مانتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی خالق اور الٰہ نہیں ہے بلکہ انسان کائنات میں بعض حیاتیاتی عوامل یا تبدیلیوں کی پیداوار ہے۔ وہ خود صاحب عقل وفہم ہے، صحیح اور غلط میں تمیز کرسکتا ہے اور خود مختار ہے اور خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ زندگی کیسے گزارے اور اس کا فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کی یہ

Marfat.com

زندگی ہی سب کچھ ہے (آخرت کس نے دیکھی ہے؟) انسان کسی اللہ کا عبد نہیں بلکہ خود مختار ہے اور اسے کسی رسول کی رہنمائی کی احتیاج نہیں ہے یعنی توحید و رسالت اور آخرت کی نفی۔ زندگی گزارنے کے اس ماڈل پر جسے غیر مذہبی، غیر اسلامی یا لادینیت پر مبنی ماڈل کہا جاسکتا ہے، عمل کرنے والی بھی بہت سی تہذیبیں اور قومیں گزری ہیں۔ عصر حاضر میں بھارت، چین، روس، جاپان وغیرہ اس نقطۂ نظر کی حامل اقوام ہیں۔

اس تہذیب یا ماڈل کا ایک اور ایڈیشن (یا Versoin) بھی ہے اور وہ یہ کہ الہ کا انکار نہ کرو لیکن مختار مطلق اپنے آپ ہی کو قرار دو اور آخرت کا انکار نہ کرو لیکن عملاً سب کچھ دنیا ہی کو سمجھو۔ انبیاء کو مانو لیکن حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کرو۔ ظاہر ہے یہ بھی توحید، رسالت اور آخرت کا انکار ہی ہے۔ آج کل اس تہذیب کا سب سے بڑا ماڈل 'مغربی تہذیب' ہے جس کے بڑے علم بردار امریکہ و یورپ ہیں اور یہی تہذیب اس وقت دنیا کی غالب تہذیب ہے اور بھارت، روس، چین، جاپان وغیرہ بھی اسی تہذیب کا تتمہ بن چکے ہیں۔ اس ماڈل کو ہم سہولت بیان کی خاطر 'سیکولر ماڈل' کہہ سکتے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد اب ہمارے لیے آسان ہوگیا ہے کہ یہ طے کریں کہ تربیت کی غایت کیا ہونی چاہیے۔ پہلے فکری و تہذیبی ماڈل کے مطابق ایسے انسان پیدا کرنے مقصود ہیں جو اللہ کی اتھارٹی کو تسلیم کریں، رسول کی اطاعت کریں اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں تاکہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور اپنی نعمتوں سے نوازے۔ لہٰذا اس تہذیب کے علم بردار معاشروں میں تعلیم و تربیت کی غایت یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کیے جائیں جو ان خصوصیات کے حامل ہوں۔ دوسرے فکری و تہذیبی ماڈل پر جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے معاشرے میں تعلیم و تربیت کی غایت یہ ہونی چاہیے کہ ایسے افراد تیار کیے جائیں جو انسان کو خود مختار سمجھتے ہوں (اللہ کو نہیں) جو خود حق و باطل اور صحیح و غلط کا فیصلہ کریں (کسی رسول کی ضرورت نہیں) اور دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھیں اور اسی میں کامیابی اور بہتری کے لیے زندگی کو وقف کیے رکھیں (اور آخرت سے صَرفِ نظر کریں)۔

خلاصہ یہ کہ ایک مسلم معاشرے میں (بالخصوص پاکستان میں) تربیت کی غایت یہ ہے کہ ایسا فرد تیار کیا جائے جو عملاً مسلمان ہو اور جو اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے مطابق زندگی گزارے۔

تربیت کے اصول

سطور بالا کی بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ اس وقت دنیا دو بڑے فکری اور تہذیبی دھاروں میں منقسم ہے لہٰذا تعلیم و تربیت کا کوئی ایسا یونیورسل یا بلا اقدار (Value-Neutral) ماڈل نہ موجود ہے اور نہ موجود ہوسکتا ہے جو ان دونوں تہذیبوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہو یا مشترکہ طور پر دونوں کے کام آسکے کیونکہ ہر فکری و تہذیبی ماڈل کا ایک ورلڈ ویو ہوتا ہے (ورلڈ ویو یعنی تصور انسان، تصور کائنات اور تصور الہ) اور اس ورلڈ ویو کے مطابق اس کا ایک فلسفۂ علم وجود میں آتا ہے اور اس فلسفۂ علم کے مطابق اس کے ہاں علم پروان چڑھتا اور تعلیم و تربیت کی تفصیلات طے ہوتی ہیں تاکہ ایسا فرد تیار ہوسکے جس کی تعمیر شخصیت اس معاشرے کی ضروریات کے مطابق ہوئی ہو، جس ورلڈ ویو میں وہ معاشرہ یقین رکھتا ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ پہلا فکری و تہذیبی ماڈل، جسے ہم نے اسلامی یا مذہبی ماڈل کہا تھا، اپنی فکری و علمی بنیادوں میں اور اپنے ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم کے حوالے سے دوسرے فکری و تہذیبی ماڈل سے (جسے ہم نے سہولت بیان کی خاطر سیکولر ماڈل کہا تھا) بالکل مختلف اور متضاد ہے کیونکہ پہلے (مذہبی، اسلامی) ماڈل کو ایسا فرد مطلوب ہے جو اللہ کو سب کچھ سمجھتا ہو، خود کو اس کا عبد تصور کرتا ہو اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کی کامیابی کو ترجیح دیتا ہو اور دوسرے ماڈل (سیکولر) کو ایسا فرد درکار ہے جو اللہ کا انکار کرتا ہو یا اسے مختار مطلق اور حاکم اعلیٰ (Sovereign) نہ سمجھتا ہو بلکہ خود اپنے آپ کو منبع قدرت و قوت اور مصدر علم و فہم اور ہر لحاظ سے خود مختار سمجھتا ہو اور اس کے پیش نظر آخرت سے صرف نظر کرتے ہوئے ہر وقت دنیا کی کامیابی اور بہتری ہو۔ ظاہر ہے پہلا ماڈل توحید، رسالت اور آخرت پر یقین رکھتا ہے جب کہ دوسرا ماڈل ان تینوں بنیادوں کا انکار کرتا ہے لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔

اس لیے عقل و منطق کا تقاضا ہے کہ پہلے ماڈل کا نظام تربیت اسلامی اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے اور وہ ایسا ہونا چاہیے جو اس ماڈل کے ورلڈ ویو اور اس کے فلسفۂ علم و تعلیم پر مبنی ہو اور دوسرے ماڈل کا نظام تربیت سیکولر اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے اور اس تہذیبی ماڈل کے ورلڈ ویو اور اس کے فلسفۂ علم و تعلیم پر مبنی ہونا چاہیے۔ یہ دونوں فکری و تہذیبی ماڈل چونکہ اپنے ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم کے حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں لہٰذا ان کے تعلیم و تربیت کے ماڈل بھی ایک دوسرے سے متضاد ہیں اور عقلی و منطقی طور پر ہونے چاہئیں لہٰذا ایک تربیتی ماڈل پر رہتے ہوئے دوسرے تربیتی ماڈل کی پیروی نہیں کی جا سکتی اور نہ کی جانی چاہیے اور اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنا نقصان کرے گا کیونکہ کوا جب ہنس کی چال چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اپنی بھی بھول جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ:

۱۔ ایمانی تقاضے کے علاوہ عقل و منطق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پاکستان میں نظام تربیت اسلامی اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے۔

۲۔ اور مغربی فکر و تہذیب کے سیکولر ماڈل کے نظام تربیت کو یہاں ردّ کر دینا چاہیے۔

۳۔ یہ دونوں ماڈل چونکہ ایک دوسرے سے مختلف و متضاد ہیں لہٰذا ایک ماڈل پہ رہتے ہوئے دوسرے ماڈل کی پیروی نہیں کی جا سکتی۔

۴۔ اگر کوئی ایک ماڈل والا دوسرے ماڈل کی پیروی کرے گا تو وہ اپنے ماڈل کے نظام تربیت بلکہ فلسفۂ علم اور ورلڈ ویو کی قیمت پر کرے گا۔

۵۔ اور اسے اس پیروی کا فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہو گا کیونکہ اجتماع ضدین ممکن نہیں ہوتا لہٰذا ایک ماڈل والا اگر دوسرے ماڈل کی پیروی کی کوشش کرے گا تو دونوں کے اصول و اقدار میں کشمکش شروع ہو جائے گی لہٰذا دوسرے ماڈل

Marfat.com

کے نظام تربیت کی پیروی کرنے والا اپنے ہاں ایسی شخصیت پروان چڑھائے گا جو اپنے ماڈل کے اصول واقدار کے خلاف ہونے کی وجہ سے یکسوئی سے محروم ہوگی لہٰذا شخصیت کمزور وغیر مستحکم رہے گی اور جدوجہد اور مسابقت کی اس دنیا میں ناکام ہوجائے گی اور معاشرہ بھی کمزور اور غیر مستحکم رہے گا۔

٦۔ لہٰذا اگر مسلم معاشرہ بالعموم اور پاکستانی معاشرہ بالخصوص مسلمان رہتے ہوئے دنیا میں ترقی کرنا چاہتا ہے تو اس کی صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اس کا نظام تربیت اسلامی اصولوں پر مبنی ہو اور مغربی فکر وتہذیب پر مبنی نظام تعلیم وتربیت کو ردّ کر دیا جائے تاکہ یکسو اور مستحکم مسلم شخصیت وجود میں آسکے جو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارے اور صاحبِ کردار ہو۔

تربیت کی اقسام

مسلم تربیت کا نظام کلی اپروچ (wholistic approach) کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ یہ شخصیت کے کسی ایک پہلو کی تربیت نہیں کرنا چاہتا بلکہ زندگی کے سارے پہلوؤں کا لحاظ رکھتے ہوئے پوری شخصیت کی تربیت کرنا چاہتا ہے تاکہ ایک ایسی شخصیت تیار ہو جو متوازن اور ہر لحاظ سے مکمل ہو۔ اس نظام تربیت کی اہم اقسام یا اجزاء یہ ہیں: ایمانی تربیت، اخلاقی تربیت، علمی وذہنی تربیت، فکری تربیت، انتظامی تربیت، جسمانی تربیت وغیرہ۔ یہاں ہر ایک کے دائرۂ کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم آگے بڑھیں گے تاکہ اس سے متعلقہ تعلیمی سرگرمیوں کی نشان دہی ہو سکے [ان تربیتی سرگرمیوں کی تفصیل 'تربیت طلبہ ہینڈ بک' میں موجود ہے اور وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے]۔

ایمانی تربیت:......وہ سرگرمیاں جن سے ایمان وعقیدہ مضبوط ہو اور اللہ سے تعلق بڑھے، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی صحیح حیثیت کی معرفت حاصل ہو اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کا جذبہ پیدا ہو۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرت صحابہ کرامؓ اور اہم مسلم شخصیات کی سوانح (ہیروز) کے مطالعے کا موقع ملے۔

اخلاقی تربیت:......اچھے اخلاق وآداب کی نشان دہی اور ان کی پیروی کا جذبہ اور برے اخلاق وعادات کے نقصانات اور ان کا ترک۔

فکری تربیت:......تنقیدی ذہن کی آبیاری (critical thinking) (کلاس میں سوال وجواب کی آزادی) جدت وندرت، تحقیقی رویہ اور تخلیقی سوچ، فائن آرٹس (چارٹس اور نقشے بنانا، مقابلہ خوش نویسی)، مسلمات کی بلاچوں وچرا تقلید (قرآن وسنت)۔

علمی وذہنی تربیت:......بولنے اور لکھنے کی مہارتیں (تحریری وتقریری مقابلے، جریدے کا اجراء، بزم ادب، بیت بازی)، وسعت مطالعہ (لائبریری پریڈ) وغیرہ۔

انتظامی تربیت:......(عملی کام، تقریبات کا انعقاد، باغیچے کی دیکھ بھال)، نظم وضبط، (قطار بنانا) منصوبہ بندی، اوقات

Marfat.com

کار کی پابندی۔(ٹائم ٹیبل بنانا)، اچھے کاموں پر حوصلہ افزائی اور انعامات۔غلط کاموں کی حوصلہ شکنی اور ان پر تادیب اور سزا۔

جسمانی تربیت:......کھیلیں (ہار جیت رخوشی و غم کے موقعہ پر خود پر کنٹرول، اطاعت امیر)، صفائی (لباس، جسم)، سادگی (غیر ضروری فیشن سے گریز) تفریح (اخلاقی حدود کی پابندی) وغیرہ۔

تربیت کی اہمیت:......جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا، تربیت کی پہلی سیڑھی ہے، صحیح علم اور معرفت حقائق۔اور دوسری سیڑھی ہے تعلیم یعنی علم کا ابلاغ اور عمل تدریس، اس انداز میں کہ وہ علم و معرفت عمل کا روپ دھار لے، انسان کو اچھے کاموں کی عادت پڑ جائے اور وہ انسانی سلوک اور شخصیت کا حصہ بن جائیں۔اسی طرح برے کام چھوڑ دیئے جائیں اور ان سے ہمیشہ کے لیے جان چھڑالی جائے اور وہ اوپرے، نامانوس اور برے لگنے لگیں اور انہیں کرنے کو دل نہ چاہیے۔

اگر تربیت یہی کچھ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہونا خیر کا منبع ہے اور نہ ہونا شر کا ماخذ ہے۔اس بات کو اگر ہم مذہبی اسلوب میں بیان کریں تو یہ کہیں گے کہ اگر آدمی کی کچھ نہ کچھ تربیت و تزکیہ نہ ہوا ہو اور فطرت سلیمہ کا کچھ نہ کچھ حصہ بچا ہوا نہ ہو تو آدمی حق کو نہیں پہچان سکتا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ عمر بن خطابؓ اور عمرو بن ھشام عمرو میں سے کسی ایک کو اسلام لانے کی توفیق ملے تا کہ اسلام قوت پکڑے تو حضرت عمرؓ ایمان لے آئے اور عمرو بن ھشام اس سے محروم رہا، بعد میں اہل کفر کا سردار بنا اور ابوجہل کہلایا کیونکہ حضرت عمرؓ میں سلامتی طبع زیادہ تھی اور قبولِ حق کا مادہ (potential) زیادہ تھا۔اسی طرح محقق صوفیاء تزکیۂ نفس کا مقصود یہ بتاتے ہیں کہ شریعت طبیعت بن جائے۔مقصد یہ کہ نفسِ انسانی کی تربیت ایسی ہو کہ آدمی خوشی و رغبت سے اور اپنی اندرونی خواہش سے نہ کہ کسی بیرونی محرک کی انگیخت سے (جیسے والدین، اساتذہ اور قانون کے ڈر سے یا معاشرے کے دباؤ سے) شریعت کی تعلیمات پر عمل کرے اور ان پر عمل اسے محبوب ہو جائے۔

اس سے تین باتیں واضح ہوئیں کہ جب تک آدمی کی صحیح رخ میں تربیت نہ ہو نہ تو آدمی اسلام قبول کر سکتا ہے، نہ اسلامی احکام پر عمل کر سکتا ہے اور نہ اس حالت پہ دوام اختیار کر سکتا ہے۔جب تربیت سے مقصود یہ ہے کہ آدمی اچھا اور باعمل (Practicing) مسلمان بن جائے تو اس سے تربیت کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تربیت ہی وہ آلہ یا ذریعہ۔ہے جو آدمی کو اچھا اور باعمل مسلمان بناتی ہے اور وہ اچھا مسلمان بن کے رہ سکتا ہے یعنی یہی چیز اسے حق پہ استقامت اختیار کیے رکھنے پر اُکساتی یا اس پر مسلسل عمل کرتے رہنے کی قوت عطا کرتی ہے۔گویا تربیت کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بغیر آدمی:

ا۔ نہ تو اسلام قبول کر سکتا ہے۔

۲۔ نہ اسلامی تعلیمات پر عمل کر سکتا ہے۔

۳۔ اور نہ اسلامی احکام پر عمل میں استقامت و دوام اختیار کر سکتا ہے۔

چونکہ ایک مسلمان کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل ہی دنیا و آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے، اسی لیے قرآن حکیم میں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

- جس نے تزکیۂ نفس کیا وہ کامیاب ہوگیا، فلاح پا گیا اور جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہ کیا وہ ناکام و نامراد رہا۔ ①
- اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبعوث کردہ انبیاء کو لوگوں کی اصلاح کے لیے تزکیۂ نفس ہی کا نسخہ عطا فرمایا۔ ②
- اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں چار دفعہ (براہ راست یا بالواسطہ) یہی حکم دیا کہ آپ کا کام لوگوں کی صحیح تعلیم و تربیت (تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ) ہے۔ ③ کیونکہ صحیح تعلیم و تربیت ہی لوگوں کی اصلاح کرنے، انہیں حق قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور عمل کرتے رہنے کی صلاحیت و قوت عطا کرتی ہے۔

................OOOO................

---

① الشمس ۹۱: ۹،۱۰

② الاعلیٰ ۸۷: ۱۴-۱۹

③ البقرہ ۲: ۱۲۹، ۱۵۱ و آل عمران ۳: ۱۶٤ والجمعه ٦٢: ٢

Marfat.com

فصل دوم

بنیادی چیلنج

مسلم امہ کے زوال کے دو بڑے سبب ہیں: ① داخلی لحاظ سے دین سے دوری اور ② خارجی لحاظ سے مغربی فکر وتہذیب کا حریفانہ بلکہ مخالفانہ کردار۔ اس بنیادی حقیقت کا اطلاق ہمارے نظام تعلیم وتربیت پر بھی ہوتا ہے۔ اور گو اصولاً یہ بات صحیح ہے کہ بنیادی اہمیت داخلی سبب کو حاصل ہے اور اگر ہم داخلی سبب پر قابو پالیں تو خارجی سبب بھی کمزور ہو کر غیر موثر ہو جائے گا لیکن اس حقیقت سے بھی صَرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا کہ خارجی سبب اس وقت اتنا حاوی ہے کہ وہ ہمارے داخلی سبب پر قابو پانے میں بھی مانع ہے۔ اس امر کا مشاہدہ ہمارے نظام تعلیم وتربیت سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ آج بھی مغرب سیاسی اور معاشی دباؤ سے اور مقامی ایجنٹ حکمرانوں اور حکمران طبقات کو ساتھ ملا کر بڑی حد تک اس نظام تعلیم وتربیت کو مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہے، جو استعماری دور میں اس نے مسلم معاشروں پر مسلط کیا تھا اور وہ آج بھی مسلم ممالک کے نظام تعلیم کو اسلامی بنیادوں پر استوار ہونے دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ان حالات میں یہ کہنا مبنی بر مبالغہ نہ ہوگا کہ ہر عہد کا ایک فتنہ اور چیلنج ہوتا ہے اور ہمارے عہد میں مسلمانوں کے لیے فتنہ اور چیلنج مغرب کی ملحدانہ فکر وتہذیب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی فکر وتہذیب اس وقت غالب اور بالا دست ہے جب کہ مسلم تہذیب اس وقت مغلوب ہے۔[1] اور اسے مغلوب رکھنے اور زوال سے نکلنے نہ دینے میں مغربی تہذیب بنیادی کردار ادا کر رہی ہے۔

اگر ہم ڈپلومیسی کی زبان استعمال کریں تو الگ بات ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں ازل سے مذکور دونوں فکری وتہذیبی ماڈل (ایک اسلامی اور دوسرا کافرانہ) فطری طور پر ایک دوسرے کے حریف رہے ہیں۔ ہم نے اسے 'فطری' اس لیے کہا ہے کہ یہ دونوں ماڈل اصلاً ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں اور ان میں سے ہر ایک غلبہ چاہتا ہے لہٰذا ان کے درمیان کشمکش منطقی اور فطری ہے اور حق وباطل کے درمیان یہ کشمکش ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گی۔

اس کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ اصولاً تو سارے انبیاء اسلام ہی کے علم بردار تھے اور نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والا دین اس اسلام کا آخری ایڈیشن ہے لیکن چونکہ پہلے ادیان دوسرے ناموں سے پہچانے جاتے ہیں (جیسے عیسائیت، یہودیت) اس لیے اب صرف حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والا دین ہی 'اسلام' اور صرف اسے ماننے والے ہی 'مسلمان'

---

[1] یہ ایک عمومی بیان ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب اس وقت روبہ زوال ہے اور مسلم تہذیب زوال کے دور سے نکل کر اس وقت اوپر اُٹھ رہی ہے۔

Marfat.com

کہلاتے ہیں) جب ابھرا تو اس نے فکری لحاظ سے روبہ زوال لیکن عربوں کے مقابلے میں کہیں مضبوط رومی تہذیب (وریاست) کو شکست دی اور اس تہذیب کے اکثر ممالک نے بتدریج اسلام قبول کر لیا بلکہ اسلام اس وقت کی معلوم دنیا میں سے ایشیا اور افریقہ کے اکثر علاقوں تک اور یورپ کے بعض علاقوں تک پھیل گیا لیکن پورا یورپ اس کی عملداری میں نہ آسکا۔ پھر صلیبی جنگوں کی صورت میں یورپ مسلمانوں سے ٹکراتا رہا اور جب مسلم معاشرہ اپنی داخلی کمزوریوں کی وجہ سے روبہ زوال تھا تو مسلمانوں کی فتح (خصوصاً قسطنطنیہ کی، جو عیسائیت کا مرکز تھا) کے انتقامی ردعمل میں یورپ نے انگڑائی لی اور قوت پکڑنا شروع کی۔ اس نے حریفانہ کشمکش سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کی لرزتی دیوار کو دھکا دے کر زمین بوس کر دیا۔ اپنی سازشوں سے مسلمانوں کو آپس میں بھی لڑایا (جیسے عربوں اور ترکوں کو اور برصغیر میں مسلم ریاستوں کو ایک دوسرے سے) اور دوسری طاقتور قوموں سے بھی (جیسے پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو اتحادیوں کی مشترکہ قوت سے لڑایا) اور انہیں کمزور و مغلوب کر کے اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر کے انہیں غلام بنالیا۔

مغربی طاقتوں نے مسلمانوں کو نہ صرف حربی لحاظ سے کچلا بلکہ مسلم معاشرے کے تعلیمی، قانونی، عدالتی، معاشی ڈھانچے کو بھی توڑا اور اسے مغربی فکر و تہذیب کے ڈھانچے پر استوار کیا تاکہ مسلم معاشرہ ذہنی و فکری لحاظ سے بھی ان کا ہمیشہ کے لیے غلام رہے۔ برصغیر کی مثال لیجیے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستانی مسلمانوں پر تبشیری حملہ کرایا تاکہ مسلمانوں کو عیسائی بنایا جا سکے لیکن جب اس معاملے میں اسے کامیابی نہ ملی تو ۱۸۳۲ء میں لارڈ میکالے نے اپنی مشہور و معروف رپورٹ پیش کی کہ ہندوستان کا نظام تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ یہ لوگ نام کے تو مسلمان رہیں لیکن ہماری فکر اور تہذیب کو اپنالیں۔ چنانچہ مسلم نظام تعلیم و تربیت ختم کر کے 'جدید' نظام تعلیم و تربیت قائم کیا گیا۔ مسلمانوں میں سے بھی ایک طبقے نے (اس مغالطے اور دھوکے میں کہ مسلمان انگریزی پڑھیں گے، جدید علوم سیکھیں گے تو انہیں ملازمتیں ملیں گی اور وہ ترقی کریں گے) اس نظام تعلیم کو اپنا لیا جس کا مظہر اور نمائندہ علی گڑھ ہے۔ اس طرح مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہونے شروع ہو گئے جو نام کے تو مسلمان تھے لیکن ساتھ ہی مغربی فکر و تہذیب سے متاثر و مرعوب تھے، اس کی پیروی کرنا چاہتے تھے اور اسے اپنا کر ترقی کرنا چاہتے تھے۔ اقبالؒ اور جناحؒ اگرچہ اسی نظام تعلیم کی پیداوار تھے لیکن انہوں نے مسلم مفادات کی نگہبانی کی۔ اقبالؒ نے فکری لحاظ سے مغربی فکر و تہذیب کو رد کیا اور اسلام کو ہندی مسلمانوں کے دل کی دھڑکن بنایا اور جناحؒ نے سیاسی لڑائی لڑ کر پاکستان بنایا اور دونوں کا علانیہ موقف یہ تھا کہ یہ نیا ملک (پاکستان) عصر حاضر میں اسلام کی تجربہ گاہ اور اسلام کا قلعہ بنے گا لیکن اللہ کی مشیت کہ اقبال قیام پاکستان سے پہلے فوت ہو گئے اور جناح قیام پاکستان کے فوراً بعد۔

قیام پاکستان کے بعد پہلا اور سب سے زیادہ ضروری اور بنیادی کام یہ تھا کہ اس معاشرتی اور ریاستی ڈھانچے کو توڑ دیا جاتا جو انگریز نے قائم کیا تھا اور ان کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو کی جاتی (خصوصاً تعلیم و تربیت کی) لیکن افسوس کہ جناحؒ اور اقبالؒ کے بعد ان کے مسلم لیگی پیروکاروں نے مایوس کن کارکردگی دکھائی اور انگریز کے بنائے ہوئے نظام کو جاری رکھا۔ علماء

Marfat.com

اور پبلک کے اصرار اور دباؤ پر اتنا ہوا کہ انگریزوں کے بنائے ہوئے نظام میں اسلام کا پیوند لگ گیا۔ ملک کا سیاسی نظام ہو یا عدالتی، معاشی نظام ہو یا تعلیمی سب بنیادی طور پر مغربی فکر و تہذیب کے ماڈل کے مطابق کام کر رہے ہیں اور لیپا پوتی کے طور پر کچھ اسلامی چیزیں اس میں شامل کر دی گئی ہیں۔

اس وقت ہمارا موضوع نظام تعلیم و تربیت ہے اور جس طرح پاکستان سے پہلے یہ نظام ثنویت کے اصول پر کام کر رہا تھا آج بھی اسی طرح کر رہا ہے یعنی عصری یا جدید تعلیم مغربی فکر و تہذیب پر مبنی ہے اور (غلام ہندوستان میں نظام تعلیم و تربیت پر مغربی غلبے کے ردِّعمل میں قائم ہونے والے) دینی مدارس بھی اسی ناقص اور ادھورے مذہبی تعلیم کے نظام کو جاری رکھے ہوئے ہیں جو انگریزی دورِ حکومت میں وقتی مجبوری کے تحت علماء نے شروع کیا تھا۔ نظامِ تعلیم و تربیت کی اسلامی تشکیل نو کا کام اس لیے نہیں ہوسکا کہ حکومتی سطح پر سیاسی اور انتظامی اقتدار ان سیاستدانوں اور بیورو کریسی کے پاس ہے جو مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب اور اس کی ذہنی و فکری غلام ہے۔ وہ نہ نظام تعلیم و تربیت کی اسلامی تشکیل نو کی قائل اور حامی ہے اور نہ مغربی فکر و تہذیب کو رد کرنا چاہتی ہے۔

یہاں ایک اور بدقسمتی بھی ہمارے آڑے آئی ہے اور وہ یہ کہ ایسے اسلامی عناصر وجود میں آ گئے ہیں جو اسلام اور مغربی فکر و تہذیب میں مفاہمت کے قائل ہیں۔ وہ مغرب کی لادین جمہوریت میں چند اسلامی اصول داخل کر کے اسے 'اسلامی جمہوریت' قرار دے کر اسے قبول کر لیتے ہیں اور مغرب کے ملحدانہ نظام سرمایہ داری کے قائم کردہ بنکوں میں چند اسلامی اصولوں کا پیوند لگا کر اسے 'اسلامی بنکاری' قرار دے دیتے ہیں اور مغربی نظام تعلیم و تربیت میں چند اسلامی اصولوں کا پیوند لگا کر (جیسے حفظ قرآن کا اضافہ جس میں بچوں کو پتہ نہیں چلتا کہ قرآن حکیم میں کیا کہا گیا ہے، بچے اسے صرف پڑھ اور رٹ لیتے ہیں) اسے 'اسلامی نظامِ تعلیم' قرار دے لیتے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی اور ہے کہ مغربی نظام تعلیم و تربیت کو رد کر دیا جاتا اور عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے نظام تعلیم و تربیت کے سارے شعبوں کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو کی جاتی کیونکہ جیسا کہ ہم نے اوپر دو ماڈلوں کا ذکر کیا ہے کہ اسلام اور مغربی تہذیب کے ماڈل ایک دوسرے سے متضاد ہیں لہٰذا مغربی نظام تعلیم و تربیت میں چند اسلامی اصولوں کی پیوندکاری کر دینے سے وہ اسلامی نہیں ہو جاتا، بلکہ اس روش کے بعض خطرناک نتائج نکلے ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

ا۔ مغرب کی ذہنی غلامی: ...... کیونکہ اپنی سپرٹ اور روح میں پاکستان کے نظام تعلیم میں مغربی نظام تعلیم و تربیت کے اثرات ہی غالب ہیں، اسلامی اصول دب گئے ہیں اور غیر موثر ثابت ہوئے ہیں کیونکہ مغربی تہذیب اور اس کے اصول ہی اس وقت دنیا میں سارے شعبہ ہائے زندگی میں غالب اور مروج ہیں چنانچہ ہمارا نظام تعلیم آج بھی ایسے افراد پیدا کر رہا ہے جو نام کے مسلمان ہیں اور مغرب کی ملحدانہ فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہیں، اسی کی تقلید کرنا چاہتے ہیں، اسی کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور اسی کے مطابق معاشرے اور ریاست کو چلانا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ بے کردار شخصیت: ....اس دورنگی، دورخی، دوئی اور ثنویت نے مسلم شخصیت کو یکسوئی سے محروم کر دیا ہے اور اسے فکری انتشار اور پولیدگی میں مبتلا کر دیا ہے۔علم نفسیات کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اگر شخصیت فکری یکسوئی سے محروم رہے تو وہ کنفیوژن اور عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی مضبوط فکری سانچہ نہیں بن پاتا جس کا آخری اور منقطی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک بے سمت اور بے کردار شخصیت وجود میں آتی ہے اور یکسو اور صاحبِ کردار مسلمان پیدا ہونے بند ہو جاتے ہیں۔

۳۔ معاشرتی عدم آہنگی: ....اس پیوندکاری اور ثنویت کے تسلسل نے معاشرے میں مسٹر اور مولوی کی تقسیم کو مستحکم کیا ہے، بیچ کی راس کے آدمی پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں جو معتدل اور متوازن شخصیت رکھتے ہوں، جن میں دین اور دنیا دونوں ہم آہنگ ہوں۔اس المیے نے مسلم پاکستانی معاشرے میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہونے دی بلکہ بعض اوقات تو معاشرتی تقسیم اتنی گہری ہوتی محسوس ہوتی ہے کہ ڈر لگنے لگتا ہے کہ خدانخواستہ اس کا نتیجہ خانہ جنگی کی صورت میں نہ نکلے، مثلاً ہماری سیاسی، عسکری اور انتظامی قیادت اور میڈیا افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں امریکی حملہ آوروں کی حمایت کرتا ہے جب کہ دین دار طبقات اور عامۃ الناس اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح مذکورہ عناصر چونکہ امریکہ اور مغرب کے زیر اثر پاکستان میں نفاذ شریعت اور معاشرے کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس لیے دین دار طبقات غیر شعوری طور پر طالبان اور ان کی پالیسیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، گو وہ ان کی ریاست کی مسلح مزاحمت کی پالیسی کو صحیح نہیں سمجھتے۔یہی حال ملالہ پر حملے کا ہے کہ دین دار لوگوں کی رائے کچھ اور تھی اور مغرب زدہ طبقے اور میڈیا کی رائے ان کے متضاد تھی۔

۴۔ غیر متوازن دینی تعلیم: ....اگر عصری تعلیم مسلمان عوام کی دینی امنگوں کے مطابق ہو جاتی اور حکومت متوازن دینی تعلیم کو بھی اپنی ذمہ داری سمجھتی، اس کے لیے ضروری بجٹ مختص کرتی، معتدل مزاج علماء کے ساتھ مشاورت کر کے دینی تعلیم کے ادارے چلاتی تو پرائیویٹ سیکٹر میں شائد نہ اتنے دینی مدارس ہوتے اور نہ حکومتی اصلاحات کو رد کرنے کے حوالے سے علماء کا موقف اتنا سخت ہوتا جتنا کہ اس وقت ہے لیکن بدقسمتی سے کسی پاکستانی حکومت نے اسلامی تناظر میں نظامِ تعلیم و تربیت کی اصلاح کے لیے کچھ نہیں کیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دینی تعلیم بڑی حد تک پرائیویٹ سیکٹر میں، دینی مدارس کے پاس چلی گئی اور مدارس کے علماء نے مغرب کے دباؤ پر حرکت میں آنے والی حکومت پاکستان کی معقول باتیں بھی ماننے سے انکار کی روش اختیار کر لی اور یوں دینی مدارس کا نظام تعلیم ضروری اصلاحات سے محروم ہو گیا اور اسی پرانی اور ناقص ڈگر پر چلتا جا رہا ہے۔

۵۔ دین و دنیا کی ناکامی: ......قوم اور معاشرہ بھی اہم ہے لیکن معاشرہ بھی تو افراد سے مل کر ہی بنتا ہے اور معاشرے کی اصلاح و ترقی کا انحصار بھی فرد کی اصلاح پر ہوتا ہے لیکن اگر نظام تعلیم و تربیت غیر اسلامی اصول و نظریات پر مبنی ہو (جیسا کہ پاکستان میں عصری تعلیم و تربیت کا نظام ملحدانہ مغربی فکر و تہذیب پر مبنی ہے) یا دینی تعلیم اس کے ردِ عمل کا شکار ہو چکی ہو (جیسا کہ ہمارے دینی مدارس کے ساتھ ہوا ہے) تو ایسا نظام تعلیم و تربیت اسلامی لحاظ سے متوازن، یکسو اور مستحکم

Marfat.com

شخصیت کو جنم نہیں دے سکتا اور اسی کا نتیجہ ہے دنیا میں پسماندگی، ناکامی اور زوال۔ اور اسلام میں چونکہ فرد اپنی ذاتی حیثیت میں آخرت میں اللہ کو جواب دہ ہوگا لہٰذا دینی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ نکلے گا آخرت کی رسوائی اور ناکامی **اِلّا من رحم ربی**. یوں تعلیم و تربیت کا صحیح اسلامی نظام قائم نہ کرنے کے نتیجے میں ہم پاکستانی معاشرے کی ذلت و رسوائی اور کمزوری و ناکامی کا مشاہدہ تو بچشم خود کر ہی رہے ہیں اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچنے کی دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

حل کیا ہے؟

سوال یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی اس رسوائی اور ناکامی سے بچنے کا حل، تعلیمی و تربیتی تناظر میں کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ہم اپنے تعلیم و تربیت کے نظام کی ایسی اصلاح کس طرح کریں کہ ہم دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکیں! ہم کہتے ہیں کہ یہ بہت بنیادی سوال ہے اور بہت بڑا چیلنج ہے لیکن ہماری رائے میں اس کا جواب بہت آسان اور واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ:

اصلاح کے اصول

ہم اپنے نظام تعلیم کی اصلاح کریں اور اس کی بنیاد دو اصولوں پر رکھیں:

ایک:..... مغربی فکر و تہذیب اور خصوصاً اس کے نظام تعلیم و تربیت کو رد کرنا (یعنی **لا الہ** -گویا غیر اللہ کی نفی)

دوسرے:......عصری ضرورتوں اور تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل نو کرنا (یعنی **الا اللہ**۔ گویا ایک اللہ کا اثبات)۔

اصلاح کا لائحہ عمل

اس اصلاح کو روبہ عمل لانے کا لائحہ عمل دو نکات پر مبنی ہو سکتا ہے:

ایک:......حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جائے اور اس پر دباؤ ڈالا جائے کہ تعلیم کی تشکیل نو کا یہ کام وہ کرے اور اپنی ذمہ داری نبھائے۔

دوم:......اگر حکومت یہ کام نہیں کرتی، اور سابقہ تجربات کی بناء پر توقع ہے کہ نہیں کرے گی، تو پرائیویٹ سیکٹر کا کام یہ ہے کہ وہ خود اس کام کو ہاتھ میں لے اور جس حد تک بھی اسے کر سکتا ہو کرے۔ تحریک اصلاح تعلیم، ارقم فاؤنڈیشن اور صفاء انسٹی ٹیوٹ اسی کام کو اپنی بساط کی حد تک کرنے کی ایک معمولی اور عاجزانہ ابتداء ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے قبول فرمائے اور مملکت خداداد پاکستان کے باسیوں سے درخواست ہے کہ وہ ان اداروں کے دست و بازو بنیں اور ان کے مقاصد کو حاصل کرنے میں اپنا حصہ ڈالیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں یہ شمع جلانے کی توفیق بخشی۔

والحمدللّٰہ الذی بعزتہ وبجلالہ تتم الصالحات

Marfat.com

باب دوم

قرآن کا انسانِ مطلوب

اس تحریر کا موضوع یہ ہے کہ سکول اپنے طلبہ کی ایسی تربیت کس طرح کرے کہ وہ کل کے باعمل مسلمان ثابت ہوں اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں؟ یہاں اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کا انسان مطلوب ہے کیا؟ یعنی وہ کون سی خوبیاں اور خصوصیات ہیں جو ایک مسلمان میں ہونی چاہئیں اور وہ کون سی کمزوریاں اور خامیاں ہیں جو ایک مسلمان میں نہیں ہونی چاہئیں۔

یہاں یہ فرق ذہن میں رہے کہ مغربی تہذیب میں انسان خود اپنی عقل و فہم سے یہ طے کرتا ہے کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے لیکن اسلام میں مسلمان خود یہ طے نہیں کرتے کہ اچھا کیا ہے (جو انہیں اپنانا چاہیے) اور برا کیا ہے (جس سے انہیں اجتناب کرنا چاہیے) بلکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ لہٰذا اس باب میں ہم اختصار کے ساتھ یہ بیان کریں گے کہ اس ضمن اللہ تعالیٰ نے ہماری کیا رہنمائی فرمائی ہے کہ ایک اچھے مسلمان میں کیا خوبیاں ہوتی ہیں (یا ہونی چاہئیں) اور اسے کن رذائل یا بری عادتوں سے بچنا چاہیے۔

یہ موضوع چونکہ بہت وسیع ہے لہٰذا مسلمان اہل علم سہولت بیان کی خاطر عام طور پر اس میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو چار ذیلی عنوانات میں تقسیم کر کے بحث کرتے ہیں یعنی ایمانیات، عبادات، اخلاق و آداب اور معاملات (معاشرت، معیشت، سیاست، قانون......وغیرہ) چنانچہ ہم بھی اسی ترتیب کو پیش نظر رکھیں گے اور صرف قرآن و سنت پر انحصار کریں گے اور ایک بات اگر وہاں بار بار بیان ہوئی ہے تو بھی ہم ایک ہی حوالے پر کفایت کریں گے اور جہاں ہمیں کوئی آیت مل گئی وہاں ہم سنت سے تائیدی حوالہ نہیں دیں گے اور حدیث کا حوالہ بھی جہاں ہمیں تفصیل سے مل گیا، وہ بیان کر دیں گے ورنہ متعلقہ کتاب حدیث کے نام پر اکتفا کریں گے کیونکہ یہاں ہمیں تفصیل درکار نہیں بلکہ اختصار کے ساتھ محض متعلقہ اوصاف کی نشان دہی مقصود ہے۔

۱۔عقائد

اللہ، توحید

مسلمان وہ ہے جس کو یہ یقین ہو کہ:

- اللہ ایک ہے (الاخلاص ۱۱۲:۱)
- خدائی میں کوئی اس کا شریک نہیں (الانعام ۶:۱۶۲)

Marfat.com

- وہ ہر جگہ موجود ہے اور ہر وقت انسان کے قریب ہے (البقرہ۲:۱۱۵)
- وہ سب کچھ سنتا ہے اور پکارنے والے کی پکار سنتا ہے (البقرہ۲:۱۸۶)
- وہ سب کچھ دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں (الغافر۴۰:۴۴)
- وہ انسان کی رہنمائی کرتا ہے (الانعام۶:۷۱)
- انسان کی زندگی اور موت، نفع اور نقصان، عزت اور ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے (العمران۳:۲۶،۲۷)
- اللہ کا تصور انسان کی سرشت اور فطرت میں ہے (الاعراف۷:۱۷۲)

رسالت

مسلمان وہ ہے جو یہ مانے کہ:

- رسول، اللہ کا منتخب کردہ وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ انسانوں کی ہدایت کے لیے چن لیتا ہے اور اسے دوسروں کے لیے رول ماڈل بنا کر پیش کرتا ہے۔ (الاحزاب:۳۳:۲۱، النساء۴:۶۴)
- یہ رسول بھی دوسرے انسانوں کی طرح عبد ہوتے ہیں، ان میں خدائی کا شائبہ نہیں ہوتا (المائدہ:۵:۱۱۶)
- پہلے پیغمبر بھی اسلام ہی کا پیغام لائے تھے (النساء:۴:۱۶۳)
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والا دین اسلام کا آخری ایڈیشن ہے (الاحزاب ۳۳:۴۰، المائدہ:۵:۳)
- کسی ایک پیغمبر کا انکار سارے پیغمبروں کا انکار ہے (النساء۴:۱۵۰۔۱۵۲)
- رسول ﷺ کی سنت قیامت تک کے لیے حجت اور قول فیصل ہے (الاحزاب ۳۳:۳۶)
- آپ ﷺ کا طرزِ عمل اسوۂ حسنہ یعنی رول ماڈل ہے اس کی پیروی کرنی چاہیے (الاحزاب ۳۳:۲۱)
- آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کا محبوب بننے کا نسخہ ہے (آل عمران ۳:۳۱)
- آپ ﷺ تا قیامت سارے انسانوں کے لیے نبی ہیں (سبا ۳۴:۲۸)
- جو آپ ﷺ کے فیصلوں کو دل سے نہیں مانتا وہ مسلمان ہی نہیں (النساء۴:۶۵)

آخرت

- ایک وقت مقرر پر اللہ کائنات کے موجودہ نظام کو ختم کر دے گا اور نیا نظام وجود میں آئے گا جس میں انسان سے حساب لیا جائے گا (سبا ۳۴:۳۷،۳۸)
- اگر انسان نے زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزاری ہوگی تو وہ اللہ کی خوشنودی اور انعام کا مستحق ٹھہرے گا (الکہف ۱۸:۱۰،۳۱)

Marfat.com

- جس نے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ہوگی وہ اللہ کی ناراضی اور عذاب کا مستحق ٹھہرے گا (الحج ۲۲: ۱۹، ۲۲)
- آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح حاصل ہے (العنکبوت ۲۹: ۶۴)
- قیامت کا وقوع عقل و منطق کا عین تقاضا ہے (الروم ۳۰: ۸)
- انکار آخرت کا نتیجہ بداعمالی اور خسران مبین ہے (الاعراف ۷: ۱۴۶، ۱۴۷)

قرآن کا تصورِ انسان

- انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے (الحجرات ۴۹: ۱۳)
- اللہ نے خیر و شر کی پہچان انسان کی سرشت میں رکھی ہے (الشمس ۹۱: ۷، ۸)
- اللہ نے انسان کو اختیار کی آزادی دی ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا غلط یا صحیح خود فیصلہ کرے (الکہف ۱۸: ۲۹)
- تاہم اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ خیر کے اختیار میں اس کی بھلائی اور شر کے اختیار میں اس کا نقصان ہے (البقرہ ۲: ۱۲۵، السجدہ ۳۲: ۲۰)
- انسان خطا کا پتلا ہے (النساء ۴: ۲۸)
- انسان کی ذمہ داری انفرادی ہے (الفاطر ۳۵: ۱۸)
- گناہ اور نافرمانی کے بعد انسان اگر توبہ کرے تو اللہ معاف فرما دیتا ہے (الزمر ۳۹: ۵۳)
- انسان ہر وقت اللہ سے رابطہ کر سکتا ہے، اسے کسی واسطے اور سفارش کی ضرورت نہیں (البقرہ ۲: ۱۸۶)
- انسان اللہ کے مقابلے میں حقیر اور اس کا عبد ہے (الحج ۲۲: ۵)
- دنیا کی زندگی انسان کے لیے آزمائش اور امتحان ہے (الملک ۶۷: ۱۲)
- انسانی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے (البقرہ ۲: ۲۰۷، الفتح ۴۸: ۲۹)
- کامیاب انسان وہ ہے جو نفس کا تزکیہ کرے اور ناکام وہ ہے جو ایسا نہ کرے (الشمس ۹۱: ۹، ۱۰)

قرآن کا تصورِ کائنات/دنیا

- دنیا کی زندگی عارضی اور چند روزہ ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی ہے اور اسے دنیا کی زندگی پر ترجیح حاصل ہے (آل عمران ۳: ۱۴، ۱۵)
- دنیا کی زندگی دارالعمل ہے۔ یہاں آدمی جو کچھ کرے گا اس کا حساب آخرت میں دے گا (البقرہ ۲: ۲۸۱)
- دنیا کی زندگی کو اللہ کی ہدایت کے مطابق برتنا ہے۔ نہ اسے ترک کرنا ہے اور نہ اس کا ہو کر رہ جانا ہے (الاعراف ۷: ۳۲)
- اعمال دینی و دنیوی میں کوئی تفریق نہیں (البقرہ ۲: ۱۷۷)

Marfat.com

عبادات

- اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت واطاعت کے لیے پیدا کیا ہے (الذاریات:۶۵)

نماز

- مومن وہ ہیں جو نماز باقاعدگی سے پڑھتے ہیں (المومن ۳۴:۹)
- جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں (البقرہ ۲:۴۳)
- راتوں کو اٹھ کر روتے ہیں (آل عمران ۳:۱۷)
- فرض کے علاوہ نوافل کا اہتمام کرتے ہیں (المزمل ۷۳:۲۰)
- نماز عمر بھر پڑھنی ہے (ابراہیم ۱۴:۳۱)
- اور خضوع وخشوع کے ساتھ پڑھنی ہے (المومن ۲۳:۲)
- کاروبارِ حیات کی مصروفیتیں نماز میں رکاوٹ نہیں بنی چاہئیں (النور ۲۴:۳۷)
- ترک نماز کا نتیجہ جہنم ہے (المدثر ۷۴:۴۰، ۴۳)
- مومن اور کافر کے درمیان نماز ہی کا فرق ہوتا ہے (صحیح مسلم)

روزہ

- روزے رکھنے فرض ہیں (البقرہ ۲:۱۸۳)
- روزہ رکھنے کا نتیجہ خوشنودیٔ رب ہے (التوبہ ۹:۱۱۲)
- روزہ سے مقصود حصول تقویٰ ہے (البقرہ ۲:۱۸۳)
- صرف کھانے پینے سے رک جانا مقصود شرعی نہیں ہے جب تک آدمی بری باتوں اور برے اعمال سے باز نہ رہے (صحیح بخاری)
- فطرانے سے مقصود غریبوں کی مدد اور عید کی خوشیوں میں شمولیت ہے (ابوداؤد)
- رمضان نیکیوں کا موسم بہار ہے (متفق علیہ)
- روزے کا حق ادا کرنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (متفق علیہ)
- اور آدمی جنت کا مستحق بنتا ہے (متفق علیہ)

زکوٰۃ

- مومن کی یہ پہچان ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے (آل عمران ۳:۱۶، ۱۷)
- انفاق کا محرک اللہ کی محبت (الدھر ۷۶:۸)
- آخرت کا خوف (الدھر ۷۶:۹، ۱۰)

Marfat.com

- اور اللہ کی رضا طلبی ہونا چاہیے (الروم ۳۹:۳۰)
- انفاق سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے (التوبہ ۹۹:۹)
- انفاق سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (المائدہ ۱۲:۵)
- زکوٰۃ دینے والے رحمت الٰہی کے مستحق بن جاتے ہیں (الاعراف ۱۵۶:۷)
- انفاق شرط ہدایت ہے (البقرہ ۲:۲،۳)
- تنگی وترشی میں انفاق زیادہ باعث ثواب ہے (الحدید ۱۰:۵۷)
- اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا کافروں کا شیوہ ہے (حم سجدہ ۶:۴۱،۷)
- غریبوں، مسکینوں پر خرچ نہ کرنے والی قوم مٹ جاتی ہے (محمد ۴۷:۳۸)
- امیروں کے مال میں غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے (الذاریات ۱۹:۵۱)

حج

- حج اللہ کی اطاعت کا مظہر ہے (الحج ۳۴:۲۲)
- حج اسلام کا بنیادی رکن (ستون) ہے (صحیح بخاری، کتاب الایمان)
- حج سے مقصود استحکام توحید اور ابطال شرک ہے (الحج ۲۲، ۲۶)
- حج سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (سنن نسائی باب فضل الحج)
- حج کے نتیجے میں جنت (صحیح بخاری، باب وجوب العمرہ)
- حج میں قربانی سے مقصود تقرب الی اللہ ہے (الحج ۳۷:۲۲)
- جو وسائل رکھنے کے باوجود حج نہ کرے اس کا ایمان خطرے میں ہے (سنن ترمذی، کتاب الحج)

اچھے اخلاق (جو ہر مسلمان کو اپنانے چاہئیں)

علم حاصل کرنا

- ہر مسلمان (مرد و عورت) پر (دین کا ضروری) علم حاصل کرنا فرض ہے۔
- علم کے بغیر بحث میں نہیں پڑنا چاہیے (الحج ۸:۲۲)
- علم میں رسوخ کا لازمی نتیجہ ادراک حق اور اس پر عمل ہونا چاہیے (النساء ۱۶۲:۴)
- علم پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ (المومن ۸۳:۴۰)
- علم حاصل کرنے کی دعاء کرنی چاہیے (طٰہٰ ۱۱۴:۲۰)

Marfat.com

- جس کا علم اسے ادراکِ حق تک نہ لے جائے وہ حیوان ہے (الفرقان ۲۵:۴۴)
- علم کا بنیادی مقصد ہدایت تک رسائی ہے (البقرہ ۲:۲)
- علم کا منبع اللہ تعالٰی کی ذات ہے (الاحقاف ۴۶:۲۳)
- علم نہ ہو تو اہلِ علم سے رجوع کرنا چاہیے (النحل ۱۶:۴۳)
- دیکھنا، سننا اور تعقل علم کے ذرائع ہیں جن کا نتیجہ احقاقِ حق ہونا چاہیے (بنی اسرائیل ۱۷:۳۶)

تعلیم

- قرآن حکیم کی تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے (البقرہ ۲:۱۵۱)
- دوسرے علوم (جن کی انسان کو دنیا میں ضرورت پڑتی ہے) کی تعلیم بھی ضروری ہے (البقرہ ۲:۱۵۱)
- تعلیم قومی زبان ہی میں دینی چاہیے (ابراہیم ۱۴:۴)
- تعلیم سے اصلاً مقصود معرفت نفس و پروردگار ہے (یٰسین ۳۶: ۶۹، ۷۹)
- تعلیم سے اصل مقصود تزکیۂ نفس اور حصول تقویٰ ہے (البقرہ ۲:۱۲۹، آل عمران ۳:۱۶۴، البقرہ ۲:۲)

عمل

- علم کو لازماً عمل کی صورت میں ڈھلنا چاہیے (البقرہ ۲:۱۲۹، الصف ۶۱:۲)
- ایسا نہ ہونا اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے (الصف ۶۱:۳)
- علم حاصل کر کے اس پر عمل نہ کرنا حیوانوں کا سا طرزِ عمل ہے (الجمعہ ۶۲:۵)

اچھے اخلاق (جو ہر مسلمان کو اپنانے چاہئیں)

مسلمان وہ ہے جو:

- سچ بولے (النساء ۴:۹)
- وعدہ پورا کرے (الاسراء، ۱۷:۳۴)
- مشکلات میں صبر کرے (آل عمران ۳:۲۰۰)
- ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرے (لقمان ۳۱:۱۲)
- محنت کے بعد اللہ پر توکل کرے (الطلاق ۶۵:۳)
- اللہ کی مخلوق سے محبت کرے (صحیح مسلم)
- لوگوں کو معاف کر دے (النور ۲۴:۲۲)
- ایثار سے کام لے (الحشر ۵۹:۹)

Marfat.com

- سخی ہو (البقرہ ۲:۲٦۷)
- حلیم ہو (آل عمران ۳:۱۳۴)
- حیاوالا ہو (متفق علیہ)
- دوسروں کے رازوں کی حفاظت کرے (صحیح بخاری)
- گناہ ہونے پر توبہ کرے یعنی اللہ سے معافی مانگے (النور:۳۱)
- غلطی ہونے پر دوسروں سے معذرت کرلے۔ (جامع ترمذی:۳۲۰۱)
- جس کارویہ وقار اور شائستگی پر مبنی ہو (الفرقان ۲۵:٦۳)
- جو صفائی اور سلیقہ پسند ہو (صحیح مسلم)
- اچھے لوگوں سے میل جول رکھے (التوبہ ۹:۱۱۹)
- منصف مزاج ہو (الانعام ٦:۱۵۲)
- جس میں خود اعتمادی ہو (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ)
- جو بہادر ہو (آل عمران ۳:۱۷۳)
- جو نیک صحبت اختیار کرے (التوبہ۹:۱۱۹)
- جو متواضع اور منکسر المزاج ہو (صحیح مسلم)
- مضبوط ارادے کا مالک ہو (آل عمران ۳:۱۵۹)
- دوسروں سے خندہ روئی سے پیش آئے (سنن ترمذی)
- جو ایثار کرنے والا ہو (الحشر ۵۹:۹)
- صاحب استقامت ہو (فصلت:۳۰)
- ہمیشہ پر امید رہے (الحجر ۱۵:۵٦)۔
- اپنا محاسبہ کرتا رہے۔ (ابن ماجہ:۴۲٦۰)
- دوسروں سے احسان اور نیکی کرے۔ (جامع ترمذی:۲۰۰۷)
- اپنا کام بہترین انداز میں کرے۔ (صحیح مسلم:۱۹۵۵)
- دیانت دار اور امین ہو (النساء ۴:۵۸)۔
- اچھے کاموں میں دوسروں سے تعاون کرے (المائدہ ۵:۲)
- وقت کی پابندی کرے (النساء ۴:۱۰۳)

Marfat.com

- دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے (التوبہ ۹:۷۱)
- جو غصے پر قابو رکھے (آل عمران: ۳:۱۳۴)
- جو عفو و درگزر سے کام لے (الشوریٰ ۴۲:۴۰)
- غلطی اور گناہ ہو جائے تو توبہ کرے (التوبہ ۹:۱۱۲)

بُرے اخلاق (جن سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے)

- مسلمان وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے (الجاثیہ ۴۵:۷)
- غیبت نہ کرے (الحجرات ۴۹:۱۲)
- چغلی سے پرہیز کرے (القلم ۶۸:۱۱)
- کسی کو گالی نہ دے، بدزبانی نہ کرے (النساء ۴:۱۴۸)
- کسی سے جھگڑا نہ کرے (الانفال ۸:۴۶)
- الزام تراشی نہ کرے (النور ۲۴:۲۳،۲۴)
- کسی کا مذاق نہ اڑائے، نام نہ بگاڑے (الحجرات ۴۹:۱۱)
- کسی کو طعنہ نہ دے، طنز نہ کرے (الھمزہ ۱۰۴:۱)
- جھوٹی قسمیں نہ کھائے (القلم ۶۸:۱۱)
- فحش گوئی سے بچے (الشوریٰ ۴۲:۳۷)
- سچی بات نہ چھپائے (البقرہ ۲:۴۲)
- وعدہ خلافی نہ کرے (الرعد ۱۳:۲۵)
- تجسس اور عیب جوئی نہ کرے (الحجرات ۴۹:۱۲)
- ریا سے بچے (النساء ۴:۳۸)
- غرور و تکبر سے پرہیز کرے (نوحؑ ۷۱:۷)
- شراب نوشی اور منشیات سے پرہیز کرے (المائدہ ۵:۹۱)
- کسی پر ظلم نہ کرے (ھود ۱۱:۱۸)
- غصہ نہ کرے۔ (الشوری ۴۲:۳۷)
- سخت مزاجی اور کھردرے پن سے بچے (آل عمران ۳:۱۵۹)
- کسی سے حسد نہ کرے (النساء ۴:۵۴)

Marfat.com

- کسی کو حقیر نہ سمجھے (الحجرات ۴۹:۱۱)
- کسی چھوٹے اچھے کام کو حقیر نہ سمجھے (صحیح مسلم، البر والصلۃ)
- امانت میں خیانت نہ کرے (الانفال ۸:۲۷)
- فضول اور لغو کاموں میں وقت ضائع نہ کرے (المومنون ۲۳:۳)
- فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرنے میں غفلت سے بچے (الاعراف ۷:۱۷۹)
- آباء کی اندھی تقلید سے بچے (البقرہ ۲:۱۷۰)۔
- سوءِ ظن سے بچے (یونس ۱۰:۳۶، الحجرات ۴۹:۱۲)
- جو منافق نہ ہو (یعنی جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو) (الصّف ۶۱:۲، ۳)
- فحاشی نہ پھیلائے (النور ۲۴:۱۹)
- زنا کے قریب نہ پھٹکے (الاسراء ۱۷:۳۲)
- تجسس، غیبت، چغلی، بہتان تراشی سے بچے (الحجرات ۴۹:۱۲)
- بزدل نہ ہو (الانفال ۸:۱۶)
- خوشامد نہ کرے (آل عمران ۳:۱۸۸)۔
- افواہیں نہ پھیلائے (الحجرات ۴۹:۶)
- تعصب سے بچے (ابوداؤد والترمذی)
- خود پسندی سے بچے (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم)
- بری صحبت سے پرہیز کرے (الکہف :۲۸)
- کاہلی و سستی سے بچے (صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر)
- برے کاموں میں تعاون نہ کرے (المائدہ ۵:۲)
- ریا سے پرہیز کرے (الماعون ۱۰۷:۴، ۷)
- حسد سے بچے (النساء ۴:۵۴)
- کبھی ناامید نہ ہو، سست و بے ہمت نہ ہو (الزمر ۳۹:۵۳)
- احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو (لقمان ۳۱:۱۸، ۱۹)۔
- (مرد ہو تو) عورتوں کی سی وضع قطع نہ اختیار کرے۔ (صحیح بخاری)
- اور عورت ہو تو مردوں کی سی وضع قطع نہ اختیار کرے۔ (صحیح بخاری)

Marfat.com

- غیر مسلموں کی سی وضع قطع نہ اختیار کرے۔(سنن ابوداؤد:۴۰۳۱)
- طول امل سے بچے (دنیا کے لمبے چوڑے منصوبے نہ بنائے) (الحجر ۱۵:۳)
- لغو و لہب سے بچے (التکاثر ۱۰۲:۱،۲)
- جھوٹی گواہی نہ دے (الفرقان ۲۵:۷۲)
- سچی بات نہ چھپائے (البقرہ ۲:۴۲)
- دوسروں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں اور جھوٹے خواب نہ گھڑے (سنن ترمذی)
- کم نہ تولے (المطففین ۸۳:۳)
- جھوٹی قسمیں نہ کھائے (صحیح مسلم)
- اللہ کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھائے (متفق علیہ)

اچھے آداب

مسلمان وہ ہے جو:

- دوسروں کو سلام کرے (خط، ٹیلی فون اور ملاقات کے وقت) خواہ وہ مخاطب کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔(متفق علیہ)
- لوگوں کا شکریہ ادا کرے کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا (سنن ترمذی)
- اچھے اور پاکیزہ کام داہنے ہاتھ سے کرے (جیسے کھانا کھانا، مصافحہ کرنا) (متفق علیہ)
- غیر پاکیزہ کام بائیں ہاتھ سے کرے (جیسے ناک صاف کرنا، استنجا کرنا) (صحیح مسلم)
- جو جسمانی صفائی کا خیال رکھے، باقاعدگی سے نہائے اور دانت صاف کرے (متفق علیہ)
- جو بیماروں کی تیمارداری کرے (لیکن اس کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے) (متفق علیہ)
- دوست واحباب، ہمسایوں، اہل محلہ میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ میں شامل ہو اور (تعزیت کرے) (متفق علیہ)
- کسی کے گھر جائے تو پہلے اسے مطلع کرے (دروازہ کھٹکھٹائے، گھنٹی بجائے، فون کرے) (النور ۲۴:۲۸)
- کھانا سیدھا بیٹھ کر کھائے (ٹیک نہ لگائے) اور داہنے ہاتھ سے کھائے (متفق علیہ)۔
- ایک برتن میں کئی لوگ کھا رہے ہوں تو اپنے سامنے سے کھائے اور کھانے کا اچھا حصہ (مثلاً گوشت کی بوٹیاں وغیرہ) دوسروں سے زیادہ کھانے کی حرص نہ کرے (متفق علیہ)۔
- پانی بیٹھ کر اطمینان سے پیے، سانس لے کر پیے۔ اللہ کے نام سے پینا شروع کرے اور پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرے (متفق علیہ)

Marfat.com

- لوگوں سے مسکرا کر ملے (صحیح مسلم)۔
- کھانے سے پہلے اور بعد کی مسنون دعائیں پڑھے (متفق علیہ)۔
- چھینک آئے تو الحمدللہ کہے۔ جواب میں یرحمك الله اور جواب الجواب میں یھدیکم الله کہے (صحیح مسلم)۔
- جمائی آئے تو منہ پر بائیں ہاتھ کی پشت رکھے (صحیح مسلم)۔
- راستے (اور سڑک) پر بیٹھ کر پیشاب نہ کرے۔ (تھوک، بلغم، نزلہ، پان کی پیک سڑک پر نہ پھینکے) (صحیح مسلم)۔
- پیشاب بیٹھ کر کرے تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا موجب عذاب قبر ہے (صحیح بخاری)
- بیت الخلاء جانے سے پہلے اور بعد کی مسنون دعائیں پڑھے۔
- سیدھا سوئے یا داہنے پہلو (پیٹ کے بل نہ سوئے) اور سونے سے پہلے اور جاگنے کے بعد کی مسنون دعائیں پڑھے (صحیح مسلم)
- رات کو جلدی سوئے اور صبح جلدی اُٹھے (متفق علیہ)۔
- اپنے سارے کاموں کا ٹائم ٹیبل (نظام الاوقات) بنائے تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔
- دوسروں کی موجودگی میں کسی سے سرگوشیاں نہ کریں (متفق علیہ)
- (بس اور گاڑی وغیرہ میں بیٹھنے کی جگہ کم ہو تو) بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے لیے ایثار کرے۔
- فضول بحث ومباحثے سے بچے (صحیح بخاری)
- سادگی اختیار کرے (سنن ابی داؤد)
- لباس صاف ستھرا پہنے (خواہ قیمتی نہ ہو) کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔
- نیا لباس پہنے تو مسنون دعا پڑھے۔
- بالوں کو سنوار کر رکھے، تیل لگائے اور کنگھی کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں بھی کنگھا، شیشہ، تیل، مسواک اور سرمہ اپنے ساتھ رکھتے تھے (ابن سعد)
- مرد ہو تو عورتوں جیسی اور عورت ہو تو مردوں جیسی وضع قطع نہ بنائے (سنن ترمذی)۔
- مجلس میں دیر سے آئے تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے نہ جائے۔
- ہر کام شروع کرتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اس کی تکمیل کے وقت الحمدللہ پڑھے (متفق علیہ)۔
- کسی کو بات کرتے ہوئے مت ٹوکے بلکہ اسے اپنی بات پوری کرنے دے۔
- بچوں کو چاہیے کہ بڑوں کی بات میں دخل نہ دیں۔ ناگزیر ہو تو پہلے اجازت لیں۔

Marfat.com

معاملات

معاشرت

مومن وہ ہیں جو:

حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرتے ہیں مثلاً

- مسلمان بچہ والدین کی اطاعت کرتا ہے، اساتذہ اور بڑوں کا احترام کرتا ہے (العنکبوت:۸)
- مسلمان شوہر بیوی، بچوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ان کی ساری ضروریات پوری کرتا ہے۔ ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتا ہے (متفق علیہ)
- مسلمان بیوی شوہر کے حقوق ادا کرتی ہے، خاوند کی اطاعت کرتی ہے اور اولاد کی اچھی تربیت کرتی ہے (النساء:۳۴)
- مسلمان بیٹا والدین کی اطاعت کرتا ہے۔ بوڑھے یا غریب ہوں تو ان کی کفالت کرتا ہے (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳،۲۴)
- مسلمان والدین اولاد کی مادی ضروریات پوری کرتے ہیں، ان کی اسلامی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے ہیں اور مناسب جگہ ان کی شادی کرتے ہیں (البقرہ ۲: ۲۳۳، و بنی اسرائیل ۱۷: ۳۱)
- اچھا مسلمان ہمسایوں سے حسن سلوک کرتا ہے (النساء:۳۶)
- عام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا ہے (صحیح مسلم)
- ان سے اخوت و بھائی چارے کا رشتہ رکھتا ہے (الحجرات ۴۹:۱۰)
- رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے (النساء ۴:۱، الروم ۳۰:۳۸)
- دوسروں کے عیوب چھپاتا ہے (صحیح مسلم)۔
- مہمان نواز ہوتا ہے (صحیح بخاری، کتاب الادب)
- منکسر المزاج ہوتا ہے متکبر نہیں ہوتا (المائدہ:۵۴)۔
- شائستہ اور متواضع ہوتا ہے (صحیح مسلم)۔
- صفائی پسند ہوتا ہے (المدثر ۷۴:۴)۔
- مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم (النور ۲۴:۳۱)
- مردوں کو بھی غض بصر کا حکم (النور ۲۴:۳۱)
- صاف ستھرا لباس پہنتا ہے۔

Marfat.com

- جاہلوں سے اعراض کرتا ہے (الاعراف:۱۹۹)

معیشت

مسلمان وہ ہے جو:

- رزق حلال کا اہتمام کرتا ہے اور رزق حرام سے بچتا ہے (البقرہ ۲:۱۶۸)
- رزق حرام کی معروف صورتیں یہ ہیں:
- چوری (المائدہ ۵:۳۸)
- ڈاکہ (المائدہ ۵:۳۳)
- سود (البقرہ ۲:۲۷۹)
- فراڈ اور دھوکہ دہی (کرپشن) (النساء ۴:۱۰)
- ناپ تول میں کمی (مطففین ۸۳:۱،۶)
- جوا............(المائدہ ۵:۹۰)
- رشوت (البقرہ ۲:۱۸۸)
- کسی بھی باطل طریقے سے مال کمانا جس میں فریق ثانی کی حقیقی رضامندی شامل نہ ہو۔
- کسب حرام کا نتیجہ جہنم (مسند احمد ج ۴، ص ۷۰)
- وعدم قبول دعاء (سنن ترمذی، باب تفسیر سورہ بقرہ)
- مال و دولت کی حرص و طمع سے بچتا ہے (الھمزہ ۱۱۴:۱،۲)
- بخل سے احتراز کرتا ہے (الحشر ۵۹:۹)
- سخی ہوتا ہے (البیہقی، شعب الایمان)
- اسراف (فضول خرچی) سے پرہیز کرتا ہے (الانعام ۶:۱۴۱)
- بخل و اسراف کے درمیان متوازن رویہ اختیار کرتا ہے (الفرقان ۲۵:۶۷)
- اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے (زکوٰۃ و صدقات) البقرہ ۲:۳ و آل عمران ۳:۱۳۴)
- غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں کی مالی مدد کرتا ہے (البقرہ ۲:۲۱۵)
- محنت کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ وہی لوگوں کی رزق کی کمی بیشی کے فیصلے کرتا ہے (التوبہ ۹:۲۸)
- وہ متوکل اور قانع ہوتا ہے (النساء ۴:۳۲)
- امیروں کو دیکھ کر امیر بننے کی کوشش نہیں کرتا (النساء ۴:۳۲)

Marfat.com

- مالی منصوبہ بندی احسن ہے (یوسف ۱۲: ۴۷، ۴۹)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

۱۔ خود نیک ہونا اور برائیوں سے بچنا کافی نہیں دوسروں کو بھی نیکی کی تلقین کرنی چاہیے اور برائی سے منع کرنا چاہیے (آل عمران ۳: ۱۰۴)

۲۔ مسلمان امت کا فرض منصبی ہے کہ وہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کرے (آل عمران ۳: ۱۱۰)

۳۔ مسلمانوں کے ایک دوسرے کے بہی خواہ اور اللہ رسول ﷺ کی اطاعت پر قائم رہنے کا ناگزیر تقاضا ہے کہ ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنے کا کلچر مسلم معاشرے میں مستحکم ہو (التوبہ ۹: ۷۱)

۴۔ مسلمان حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرے (الحج ۲۲: ۴۱)

۵۔ بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر نہ کرتے تھے (الاعراف ۷: ۱۶۵)

۶۔ اگر اختیار اور طاقت ہو تو قوت سے برائی کو روک دینا چاہیے ورنہ زبان سے تو روکنا ہی چاہیے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے اسے برا سمجھنا ہی چاہیے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

۷۔ اگر مسلمان امر بالمعروف والنہی عن المنکر ترک کر دیں گے تو خود کو اللہ کے عذاب کا مستحق ٹھہرالیں گے (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم)

۸۔ ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے (سنن النسائی، کتاب البیعہ)

امن وامان

- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (متفق علیہ)
- جھگڑا کرنا منع ہے اور یہ منافق کی نشانی ہے (اختلاف ہو سکتا ہے) (متفق علیہ)
- مذاق سے بھی کسی کی طرف ایسی چیز سے (حملے کے انداز میں) اشارہ نہیں کرنا چاہیے جس سے نقصان پہنچ سکتا ہو (جیسے چاقو، چھری، پنسل، پین یا پرکار کی نوک وغیرہ) (متفق علیہ)
- جھگڑے اور فساد کا موجب بننے والی چیزوں سے بچو جیسے:
- کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، کسی کا نام نہ بگاڑو، کسی کو برے القاب سے نہ پکارو (الحجرات: ۱۱)
- کسی کو گالی نہ دو، کسی کی تحقیر نہ کرو (صحیح مسلم)
- پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو، تجسس نہ کرو، بدگمانی نہ کرو (الحجرات: ۱۲)
- چغلی نہ کھاؤ (ایک کی بات دوسرے سے نہ کہو) اور جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ (القلم: ۱۱)
- (انسان تو ایک طرف رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جانوروں سے بھی حسن سلوک کرو (صحیح مسلم)

Marfat.com

عدل وانصاف

- دوسروں کے حقوق ادا کرو اور اگر وہ تمہیں تمہارا حق نہ دیں تو صبر کرو (متفق علیہ)
- جھوٹی گواہی نہ دو (النساء ۴:۳۵)
- جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ (الفرقان ۲:۷)
- انصاف کرو، بے انصافی سے بچو (المائدہ ۵:۸)
- قانون کی اطاعت و پیروی کرو (البقرہ ۲:۶۸، الاحزاب ۳۳:۳۶)

.................OOOO..................

Marfat.com

باب سوم

سکول کے علاوہ بچے کی تربیت پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل

اگرچہ یہ 'تربیت طلبہ گائیڈ' ہم بنیادی طور پر سکول انتظامیہ اور اساتذہ کے لیے لکھ رہے ہیں تاکہ وہ بچوں کی اسلامی تربیت کو اہمیت دیں اور ان کے سامنے کچھ تجاویز رکھ رہے ہیں کہ وہ بچوں کی اسلامی تربیت کیسے کریں، لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سکول کے علاوہ بھی دیگر بہت سے عوامل ہیں جو بچے کی تربیت پر اثر انداز ہوتے ہیں لہٰذا اساتذہ اور سکول انتظامیہ کے علم میں ہونا چاہیے کہ وہ کون سے دوسرے عوامل ہیں جو بچے کی تربیت پر اثر انداز ہو رہے ہیں تاکہ وہ بچوں کی تربیت کے دوران ان عوامل کا لحاظ رکھ سکیں اور ان کو ذہن میں رکھ کر بچوں کی اسلامی تربیت کا لائحہ عمل بنا سکیں۔ اسی لیے ہم سکول میں بچے کی تربیت سے پہلے بچے کی تربیت پر اثر انداز ہونے والے دیگر عوامل کا ذکر کر رہے ہیں۔ ان عوامل میں سے اہم ہمارے نزدیک یہ ہیں: والدین، خاندان، معاشرہ، مسجد، میڈیا اور دینی جماعتیں و ادارے۔

والدین

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت ایسے بنائی ہے کہ ماں باپ بچے سے محبت کرتے ہیں خصوصاً ماں کے دل میں جو ممتا اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے وہ بچے کو پالنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے کیونکہ انسانی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ کئی سال کے لیے محتاج ہوتا ہے۔ نہ خود کھا پی سکتا ہے، نہ حرکت کر سکتا ہے اور نہ خود کو موسم کی سختیوں (گرمی، سردی، دھوپ، بارش وغیرہ) سے بچا سکتا ہے۔ ماں بچے کو پالنے کی یہ مشقت برداشت نہیں کر سکتی اگر اس کے دل میں اللہ نے بچے کے لیے محبت نہ رکھی ہو۔ اس پرورش کے دوران ہی وہ بچے کو ان آداب و اخلاق سے آگاہ کرتی بلکہ ان کا عادی بنا دیتی ہے جو انسانی معاشرے کا بنیادی حصہ ہیں مثلاً کپڑے پہننا، رفع حاجت کے لیے بیت الخلا جانا...... وغیرہ اور اسے زندگی گزارنے کی بنیادی مہارتیں سکھا دیتی ہے جیسے بولنا، چلنا، کھانا پینا وغیرہ جو اس کی زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہیں۔

بچے کی اسلامی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے

ماں باپ نہ صرف بچے کو پالتے ہیں بلکہ اپنا دین و مذہب[1] عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرتی رسم و رواج بھی نئی

---

[1] اسلام اپنے آپ کو دین کہتا ہے (ان الدین عند اللہ الاسلام) یعنی وہ اصول جن کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ مذہب ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی مکتب فکر (School of thought) کے ہوتے ہیں۔ اردو میں یہ لفظ غالباً انگریزی لفظ Religion کے ترجمے کے طور پر متبادل ہو گیا ہے۔ مغرب میں عیسائیت اور یہودیت چونکہ علمی اور عملی لحاظ سے دین نہیں ہیں البتہ وہ ریلیجن (Religion) ضرور ہیں مطلب یہ کہ وہاں Religion انسان کے روحانی امور (خدا، رسول، آخرت وغیرہ) سے تو بحث کرتا ہے لیکن زندگی گزارنے کا مکمل لائحہ عمل نہیں دیتا اس لیے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے والوں نے ریلیجن کا ترجمہ دین کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کا ترجمہ مذہب کر دیا۔ اس تفصیل سے واضح ہے کہ اسلام کو مذہب کہنا صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

نسلوں کو منتقل کرتے ہیں اور بچے ان امور میں جو کچھ ماں باپ سے سیکھتے ہیں عموماً اسی پر ساری زندگی قائم رہتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بچے معصوم اور اسلامی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں یہ والدین ہیں جو ان تک اپنا اختیار کردہ غلط نظریۂ حیات یا محرّف شدہ مذہب منتقل کرتے ہیں(۱) اسلام چونکہ سچا اور فطری دین ہے(۲) اس لیے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اس دین کو اپنی نئی نسل تک منتقل کریں چنانچہ اس کے سمبل کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہو۔ اس کا نام اسلامی رکھو (جو اسلامی تعلیمات کا عکاس ہو)، جب وہ بولنے لگے تو کوشش کرو کہ وہ پہلا لفظ 'اللہ' کہے۔ اگر والدین اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارتے ہوں (مطلب یہ کہ برائے نام مسلمان نہ ہوں عملی مسلمان (Practicing Muslim) ہوں (جو کہ ہر مسلمان کو ہونا چاہیے) تو بچہ جو کچھ اپنے والدین کو کرتے دیکھے گا، خود بھی ویسے ہی کرنے کی کوشش کرے گا مثلاً والدین نماز پڑھتے ہوں تو وہ بھی ان کی طرح نماز پڑھنے کی کوشش کرے گا۔ وہ دعا مانگیں گے تو یہ بھی ان کی طرح ہاتھ اٹھانا سیکھ لے گا۔ اسی طرح یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن بچوں کے والدین روزہ رکھتے ہوں ان کے بچے شوق سے چھوٹی عمر میں روزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جن بچوں کی مائیں سر پہ دوپٹہ یا چادر لیتی ہوں بچیاں بھی ان کی نقل میں شوقیہ سر پہ دوپٹہ یا چادر لینے کی کوشش کرتی ہیں خواہ وہ ابھی چھوٹی ہی ہوں۔

اسی لیے عرف یہ ہے (عرف کا مطلب ہے وہ چیز جو انسانی معاشرے میں مستحسن سمجھی جاتی ہو اور معروف و مروج ہو) کہ بچوں کی تعلیم و تربیت والدین کی ذمہ داری ہے اور قرآن و سنت بھی بچوں کی اسلامی تعلیم و تربیت والدین کی ذمہ داری قرار دیتے ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی بچیوں کی (بچیوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی طور پر ذکر فرمایا کیونکہ لڑکوں کی تربیت تو والدین کرتے ہی ہیں کیونکہ انہوں نے والدین کا وارث اور گھر کا کمانے والا فرد بننا ہوتا ہے لیکن لڑکیوں کی تربیت سے عموماً غفلت برتی جاتی ہے اور اسے اہمیت نہیں دی جاتی)۔ اچھی تربیت کرے وہ جنتی ہے(۳) اس کا مطلب یہ ہوا کہ:

۱۔ والدین کا فرض یہ ہے کہ وہ عرصہ جس میں بچہ چھوٹا اور والدین کے پاس ہوتا ہے یعنی سکول بھیجنے سے پہلے کا چار پانچ سال کا عرصہ، اس میں وہ بچے کی اسلامی تعلیم و تربیت کریں۔ اس کا ایک اہم اور ضروری جزو یہ بھی ہے (جیسا کہ پہلے ذکر ہوا) کہ وہ خود اپنی نجی زندگی میں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں تا کہ بچہ ان کی نقل کرے کیونکہ بچے پر زیادہ اثر اس چیز کا ہوتا ہے جو وہ دیکھتا ہے۔

---

(۱) تخریج حدیث

(۲) فطری دین سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کی فطرت کے مطابق ہے اور اس کی فطری ضروریات بطریق احسن پوری کرتا ہے جیسے تحفظ جان و مال و عقل و نسل و دین۔

(۳) تخریج حدیث

Marfat.com

۲۔ تاہم بچے کو زبان سے کہنا اور بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ یہ کام نہ کرو کیونکہ ایسا کرنا غلط اور نقصان دہ ہے، اور یوں یوں کرو کیونکہ یہ اچھا کام ہے مثلاً کپڑے گندے نہ کرو، کھانے سے پہلے ہاتھ دھولو یا بسم اللہ پڑھو......وغیرہ۔

والدہ کا کردار

گھر میں بچے کی تربیت اور خصوصاً اس میں ماں کے کردار کو اسلام اتنی اہمیت دیتا ہے کہ اس کا تجویز کردہ سارا معاشرتی ڈھانچہ اس اصول پر کھڑا ہے کہ کسبِ رزق عورت کی ذمہ داری نہیں تاکہ ماں گھر میں رہے، کام کاج کے لیے گھر سے باہر نہ جائے تاکہ وہ بچوں کی تربیت کر سکے۔ اب یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے معاشرے کی مائیں اپنی اس ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتیں اور وہ بچوں کی تربیت کو اہمیت نہیں دیتیں بلکہ:

- بچے کو ٹی وی کے آگے بٹھا دیتی ہیں کہ لو مصروف ہو جاؤ۔ حالانکہ یہ ظلم ہے۔ ہمارے ہاں بچوں کے کارٹون وغیرہ کے جو پروگرام آتے ہیں وہ اکثر غیر مسلموں کے تیار کردہ ہوتے ہیں اور مسلمان بچوں کی ایمانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ٹی وی دیکھنے کے جسمانی نقصانات الگ ہیں (چھوٹے بچے عام طور پر ٹی وی کو بہت قریب جا کے دیکھنا پسند کرتے ہیں جس کا نظر اور جسم پر برا اثر پڑتا ہے)۔
- یا چھوٹی عمر میں بچے کو سکول بھجوا دیتی ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں بھی اب اہل مغرب کی پیروی میں پری سکول (preschool) کا رواج عام ہو گیا ہے بلکہ بڑے شہروں میں تو اب 'ڈے کیئر سنٹر' بھی کھلنا شروع ہو گئے ہیں جہاں مائیں اپنے نومولود کو چھوڑ کر کام وغیرہ پر چلی جاتی ہیں یعنی باقاعدہ سکولنگ اور پہلی جماعت سے بھی پہلے (جسے پرانے زمانے میں 'کچی جماعت' کہتے تھے) کی تعلیم اور اس کے بھی کئی مدارج بنا دیے گئے ہیں جیسے پلے گروپ، نرسری i، نرسری ii، پریپ i، پریپ ii اور بہت سارے پری سکول اڑھائی تین سال کا بچہ لے لیتے ہیں جبکہ باقاعدہ سکول کی عمر پانچ سال کر دی گئی ہے۔ آج سے بیس تیس پہلے سکول میں داخلے کی عمر ۵ سال تھی اور ایک سال کچی جماعت میں گزار کر بچہ ۶ سال کی عمر میں باقاعدہ سکول کا طالب علم بنتا تھا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ والدین ۵ سال کی عمر تک بچے کی تعلیم و تربیت گھر میں کرتے تھے۔

کوئی عقل کا اندھا نہیں سوچتا کہ مغرب میں چونکہ عورتوں کی اکثریت ملازمت کرتی ہے لہٰذا ڈے کیئر سینٹر اور پری سکول ان کی مجبوری ہیں جبکہ ہمارے معاشرے میں ماؤں کی ایک بہت بڑی اکثریت گھر میں ہوتی ہے جن کی بنیادی ذمہ داری ہی بچوں کی تعلیم و تربیت ہے لہٰذا یہاں ڈے کیئر اور تین سال کی عمر میں پری سکول کی کیا ضرورت ہے اور ان تین چار سال کے مسلمان پاکستانی بچوں کو اردو نوشت و خواند اور عربی قاعدہ و قرآن کی تعلیم کی بجائے انگریزی نظمیں یاد کرائی جاتی ہیں بابا بلیک شیپ اور ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار وغیرہ اور انگریزی میں جسم کے حصوں کے نام اور انگریزی حروف تہجی لکھنا اور پڑھنا سکھایا جاتا ہے اور یونیفارم بھی انگریزی ہوتی ہے مطلب یہ کہ مسلمان پاکستانی بچے کو مغرب کا ذہنی غلام بنانے کی ٹھوس ابتداء

Marfat.com

کردی جاتی ہے جب کہ دنیا کے کسی آزاد ملک میں اس عمر کے بچوں کو غیر ملکی زبان اور کلچر نہیں سکھایا جاتا۔
یا بچوں کو ملازموں کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ وہ بچوں کو سنبھالیں اور ہمارے ہاں چونکہ معیار تعلیم و تربیت کم ہے اور جن ملازموں کے سپرد ان بچوں کو کیا جاتا ہے وہ خود تعلیم و تربیت سے عاری ہوتے ہیں لہٰذا وہ بچوں کی عادتیں بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور چونکہ ان کو بچوں سے محبت نہیں ہوتی لہٰذا ماں باپ کی شفقت و محبت سے محروم بچہ نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی شخصیت بگڑنا شروع ہو جاتی ہے۔

ہمارے ہاں بھی بدقسمتی سے اب خاندان کا ادارہ مغرب کے زیر اثر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ گھر سے بھاگ کر محبت کی شادی کرنے والے جوڑوں کے بچے خاندان (یعنی دادا، دادی چچا، پھوپھی اور نانا، نانی، ماموں، ممانی وغیرہ) سے محروم ہو کر تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شہروں میں دوسری شادی کا رواج بھی بڑھ رہا ہے (جسے معاشرہ عموماً خوش دلی سے قبول نہیں کرتا) اور طلاق کی شرح بھی بڑھ رہی ہے۔ ان سب امور کی وجہ سے اب ہمارے ہاں بھی مغرب کی طرح کے بروکن چلڈرن (broken children) کی تعداد معاشرے میں بڑھ رہی ہے جہاں بچہ اصلی ماں یا اصلی باپ کی شفقت و محبت اور تعلیم و تربیت سے محروم رہ جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں بدقسمتی سے تعلیم کی شرح کم ہے اور جو تھوڑی بہت ہے اس میں بھی لڑکیوں کا حصہ کم ہے خصوصاً دیہات میں۔ اس کی وجوہات کئی ایک ہیں مثلاً:

- جاہل لوگ لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت سے واقف نہیں وہ ان کو تعلیم دلوانے میں اس لیے دلچسپی نہیں لیتے کہ انہوں نے کون سا بڑے ہو کر ملازمت کرنا ہے۔ انہوں نے تو گھر داری ہی کرنی ہے (اور بچے ہی پالنے ہیں) اس لیے انہیں زیادہ تعلیم کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تصور گمراہ کن ہے کہ تعلیم صرف ملازمت اور نوکری کے لیے حاصل کی جاتی ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے ایسی تعلیم ہر مسلمان بچے کے لیے ضروری ہے جو اسے دین کا بنیادی اور ضروری علم دے جیسے مسلمانوں کے عقائد، عبادات و اخلاق، حلال و حرام اور اوامر و نواہی کا علم۔ پھر تعلیم روشن خیالی اور خرد افروزی کا سبب ہوتی ہے، انسان کو شعور بخشتی ہے اور مہذب بناتی ہے۔ ایک بچی کو پڑھانے کا مطلب پورے خاندان کو پڑھانا ہے کیونکہ ایک تعلیم یافتہ ماں اپنے بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت کر سکتی ہے، انہیں مہذب بنا سکتی ہے اور انہیں تعلیم یافتہ بنانے میں ایک ان پڑھ ماں کے مقابلے میں زیادہ بہتر کردار ادا کر سکتی ہے۔ تعلیم کا یہ تصور کہ تعلیم صرف دنیاوی فائدے کے لیے ہوتی ہے ایک غیر اسلامی تصور ہے جسے مسلم معاشرے کو رد کر دینا چاہیے۔
- بدقسمتی سے ہماری تعلیم مغرب زدہ ہے اور کالجوں یونیورسٹیوں بلکہ بعض سکولوں میں بھی تعلیم مخلوط ہے جہاں لڑکے لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں اور انہیں تنہائی کے مواقع بھی معمولی کوشش سے مل جاتے ہیں لہٰذا اس کے مخرب اخلاق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ سکول، کالج کی تعلیم لڑکیوں کو ماڈرن بناتی اور اسلامی اور مقامی اخلاقی اقدار سے دور لے جاتی

Marfat.com

ہے لہٰذا والدین یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے کا مطلب انہیں شرم وحیاء کے اسلامی معیارات سے دور کرنا اور ماڈرن ومغرب زدہ بنانا ہے اس لیے وہ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم نہیں دلاتے اور مقامی طور پر جو تھوڑی بہت تعلیم گھر یا گلی محلے میں میسر آتی ہے اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

ملک کے شمال مغربی علاقوں میں جہاں طالبان سکولوں کو آگ لگاتے ہیں۔ وہاں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فوج وہاں قیام کرتی اور ان پر حملے کرتی ہے لیکن طالبان کے ان گرلز سکولوں کو تباہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو مغرب زدہ کرنے والی تعلیم کے خلاف ہیں اور اسے غیر اسلامی سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی بچیوں کو ماڈرن بناتی اور بے پردگی سکھاتی ہے۔ ان کا شرم وحیاء کا مادہ ختم کرتی ہے اور انہیں اسلامی اقدار سے دور کرتی ہے۔ ہم پاکستانی طالبان کی مسلح جدوجہد کے حامی نہیں ہیں لیکن ظاہر بات ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے سے ان کا یہ موقف غلط نہیں ہے کہ یہ جدید تعلیم بچیوں کو اسلامی اقدار سے دور کرتی ہے۔

- اسی طرح لڑکیوں کا نصاب لڑکوں سے الگ ہونا چاہیے لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں چونکہ تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے پر کسی نے غور ہی نہیں کیا لہٰذا پاکستان کی سیاسی، انتظامی اور تعلیمی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، ان کا ذہنی سانچہ (Mind set) چونکہ مغربی فکر وتہذیب کا تیار کردہ ہے لہٰذا انہیں لڑکیوں کا الگ نصاب بنانے کا خیال ہی نہیں آیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لڑکیوں کی صنفی ضروریات کے مطابق نیا نصاب بنایا جائے اور یہ کام نئے سرے سے کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ لڑکوں کے نصاب میں ضروری کمی بیش کر کے اسے لڑکیوں کی ضرورت کے مطابق بنایا جاسکتا ہے۔
- لڑکیوں کی تعلیم عام کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ نہ صرف مخلوط تعلیم سکول سے لے کر یونیورسٹی تک ہر سطح پر ختم کر دی جائے بلکہ لڑکیوں کی تعلیم شروع سے لے کر آخر تک صرف خواتین کے ہاتھ میں ہو۔ لڑکیوں کے سکولوں کالجوں میں مرد اساتذہ وملازمین کو کام کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہیے تاکہ لڑکیاں اور خواتین وہاں آزادی کے ساتھ کام کر سکیں اور مردوں کی وجہ سے اخلاقی خرابیاں پیدا نہ ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر معاشرہ چاہتا ہے کہ نئی نسل اچھی مسلمان بنے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اچھی مائیں تیار کی جائیں، ایسی مائیں جو خود باعمل مسلمان ہوں اور اپنی اولاد کو بھی باعمل مسلمان بنا سکیں۔

والد کا کردار:

اگرچہ بچے کی تربیت میں والدہ کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے لیکن اس سے باپ کی اہمیت کم نہیں ہوتی جو اگرچہ اکثر حالات میں دن کا زیادہ تر حصہ روزگار کے سلسلے میں گھر سے باہر گزارتا ہے لیکن اس کے باوجود بچے کی تعمیر شخصیت میں اس کا کردار اہم ہوتا ہے خصوصاً ماں چونکہ سراپا محبت ہوتی ہے اس لیے بچے کو تنبیہ وتادیب کا کام والد کے سپرد کر دیتی ہے۔ والد کا یہ

Marfat.com

تھوڑا بہت رعب اگر جائز حد میں رہے تو بچے کی تربیت کے لیے مفید ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں گھر سے باہر بچوں کو کھیل کود کے لیے پارک میں لے جانا، مسجد لے جانا یا خاندان کے دوسرے گھروں میں لے جانے کا کام ابھی تک والد ہی انجام دیتا ہے، اس لیے بچوں کو بیرونی دنیا سے متعارف کرانے میں والد کا کردار آج بھی اہم ہوتا ہے۔

بچے والدین کی پیروی کرتے ہیں

والدین کو احساس کرنا چاہیے کہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں بچے انہیں آئیڈیلائز کرتے اور ان کی پیروی کرنے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ والدین چونکہ بچے سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ساری ضروریات پوری کرتے ہیں اور اس دنیا میں آنے کے بعد بچہ جب شعور کی آنکھ کھولتا ہے تو جن لوگوں سے اس کا اولیں واسطہ پڑتا ہے وہ اس کی ماں اور اس کا باپ ہوتا ہے نیز فطری طور پر وہ اپنے اردگرد کی دنیا کو جان لینے کا خواہش مند ہوتا ہے اور یہ والدین ہی ہیں جو اسے ہر بات کا شافی جواب دیتے ہیں۔ اس لیے بچہ فطری انداز میں والدین کو آئیڈیلائز کرنے لگتا ہے۔ ان کی رائے، علم اور رویوں کو صحیح اور مستند سمجھتا ہے اور ہر بات میں ان کی پیروی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان جیسا بننا چاہتا ہے۔ بچے کا یہ طرزِ عمل تقاضا کرتا ہے کہ والدین کا رویہ اور طرزِ عمل مثالی اور عمدہ ہو۔ والدین اگر نماز پڑھتے ہیں تو بھی بچہ ان کی نقل کرے گا اور اگر طبلہ بجاتے ہیں تو پھر بھی انہی کی نقل کرے گا۔ اسی طرح والدین اگر بچے کے سامنے ہر وقت جھوٹ بولیں تو بچہ جھوٹ بولنا سیکھے گا اور اگر والدین خود جھوٹ بولیں اور بچے کو سچ بولنے کی نصیحت کریں تو بچہ سچ بولنا نہیں سیکھے گا بلکہ منافقت سیکھے گا۔

خاندان

دنیا کے سارے معاشروں میں خاندان کا تصور پایا جاتا ہے اور اس کے اثرات بھی بچوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ خاندان کی بھی ہمارے معاشرے میں کئی سطحیں ہیں۔ گھر میں والدین کے علاوہ عموماً بہن بھائی بھی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بہن بھائی بچے کی شخصیت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان میں حسد بھی پیدا ہو جاتا ہے جو کئی طرح کی ناانصافیوں اور پیچیدگیوں کو جنم دیتا ہے خصوصاً اگر والد یا والدہ اصلی (یعنی سگے) نہ ہوں اور ان کا رویہ بچوں کے ساتھ یکساں شفقت اور محبت کا نہ ہو یا والدین سمجھدار اور عقل مند نہ ہوں یا مثلاً گھر کا بڑا لڑکا (یا لڑکی) بگڑ چکا ہو یا غیر متوازن شخصیت کا حامل ہو تو چھوٹے بچوں کے لیے گھر کا ماحول بھی انتہائی غیر مفید اور شخصیت کے لیے تباہ کن ہو سکتا ہے۔

خاندان کی ایک سطح ہمارے ہاں مشترکہ خاندان یا جوائنٹ فیملی سسٹم کی ہے جو ہندو معاشرے کے اثرات کی وجہ سے ہمارے ہاں ابھی تک چلی آ رہی ہے (اگرچہ اب مغربی اثرات کے تحت زوال پذیر ہے اور کم ہو رہی ہے) جس میں ایک دادا کے بیٹے اور ان کی اولاد اکٹھی ایک جگہ رہتی ہے۔ ایسی صورت میں والدین کا فرض ہے کہ وہ ماحول پر کڑی نظر رکھیں اور اپنے بچوں کے اخلاق بگڑنے سے بچائیں۔ یہ جوائنٹ فیملی سسٹم اسلامی تعلیمات کی رو سے بھی صحیح نہیں کیونکہ جونوجوان لڑکے لڑکیاں (کزن) اکٹھے رہتے ہیں وہ شرعاً ایک دوسرے کے محرم نہیں ہوتے لہٰذا رشتوں میں وہ فطری تقدس پیدا نہیں ہوتا اور

Marfat.com

نہیں ہوسکتا جو اسلام محرم رشتوں کے درمیان رکھتا ہے (محرم رشتے وہ ہوتے ہیں جن میں اسلام کی رو سے باہم شادی نہیں ہوسکتی جیسے بہن بھائی، چچا بھتیجی وغیرہ) اور اس سے اخلاقی خرابیاں جنم لیتی ہیں جن کا مشاہدہ ہمارے معاشرے میں عام کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ہاں خاندان کا ایک وسیع تر تصور بھی موجود ہے جسے قبیلہ یا برادری کہتے ہیں۔ اس کے اثرات بھی بچے کی شخصیت پر پڑتے ہیں کیونکہ خاندان اور برادریوں کے مخصوص رسم ورواج ہوتے ہیں، مخصوص روایات ہوتی ہیں جو بچوں کی تعلیم اور رویوں پر اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً بعض خاندانوں میں بچوں کی شادیاں خاندان سے باہر نہیں کی جاتیں یا لڑکیوں کی تعلیم کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے...... لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اس بات میں توازن رکھیں کہ جہاں اس طرح کے خاندان برادری کے فائدے ہیں وہاں ممکنہ نقصان بھی ہوسکتے ہیں لہٰذا وہ خاندان کے مثبت اثرات سے فائدہ اٹھائیں لیکن ان کے منفی اثرات سے بچوں کو بچائیں۔

معاشرے کے اثرات

گھر اور خاندان کے علاوہ معاشرے کے عمومی رجحانات بھی بچے کی تربیت پر اثر انداز ہوتے ہیں مثلاً گھر کا ماحول اچھا بھی ہو لیکن گلی محلے کا ماحول برا ہو تو بچے کو ان برے اثرات سے بچانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اگرچہ عام حالات میں اس میں کوئی قباحت نہیں کہ بچہ گلی محلے میں اپنے ہم جولیوں اور ہم عمروں سے ملے، ان کے ساتھ کھیلے کودے، اور ان کے ساتھ دوستیاں کرے تاکہ وہ معاشرے سے ہم آہنگ ہونا سیکھ لے اور مستقبل میں معاشرے کے ایک مفید رکن کے طور پر کردار ادا کرنے کے حوالے سے اسے کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے، کیونکہ بچے کو اگر معاشرے میں گھلنے ملنے سے روکا جائے گا تو وہ شرمیلا، تنہائی پسند اور (Shy) یعنی نئے لوگوں سے ملنے جلنے سے جھجک رکھنے والا اور ان سے کترانے والا ہوجائے گا اور مستقبل میں زندگی گزارنا اس کے لیے سہل نہ ہوگا لیکن اس کے برعکس اگر گلی محلے کا ماحول برا اور مخرب اخلاق ہو مثلاً بچے بے حیائی کی باتیں کرتے ہوں، گالیاں بکتے ہوں، ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کے عادی ہوں، مل کر سینما دیکھنے جائیں، لوگوں کو تنگ کریں، آپس میں پارٹی بازی اور گروپ بندی کر کے لڑائی جھگڑا کریں، گلی کی نکڑ پر کھڑے ہوکر آتی جاتی لڑکیوں کو تاڑیں یا ان پر آوازیں کسیں یا قریبی پارک میں جمع ہوکر سگریٹ پئیں اور منشیات استعمال کریں تو ایسے برے ماحول سے اپنے بچے کو بچانا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

گلی محلے سے باہر شہر اور ملک کی سطح پر بھی معاشرے کا ایک کردار ہوتا ہے۔ اس کے جو پہلو بھی غلط اور نقصان دہ ہوں، بچے کو اس سے بچانا ضروری ہے مثلاً جب ٹی وی کے اکثر پروگرام عریانی وفحاشی پر مبنی ہوں، اخبارات اور رسالوں میں نیم عریاں تصویریں چھپتی ہوں، اگر شہر میں سرکس آیا ہوا ہو یا کسی بزرگ کے مزار پر ''میلے'' میں مخرب اخلاق پروگرام دکھائے جارہے ہوں یا سٹریٹ کرائم عام ہورہے ہوں (جیسے عورتوں سے پرس اور موبائل چھیننا وغیرہ)، محلے کی وڈیو کی دکان سے

Marfat.com

بلیو فلمیں ملنا، یا سنوکر وغیرہ کی دکانوں پر جوا ہونا، ٹیوشن سنٹروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کا اکٹھے پڑھنا، شادیوں میں لڑکوں لڑکیوں کا مل کر ڈانس کرنا، لڑکوں لڑکیوں کا رات گئے تک موبائل فونوں پر محبت بھری گفتگوئیں کرنا...... غرض معاشرے میں جتنے بھی رسم ورواج اور عادات اسلامی اقدار کے خلاف ہوں ان سے بچے کو بچانا اس کی تربیت کا اہم حصہ ہے۔ اگر چہ جیسا کہ ہم نے کہا کہ بچے کو بڑے ہو کر اسی معاشرے میں جینا ہے لہٰذا اسے معاشرے میں گھلنے ملنے سے روکنا مناسب نہیں لیکن جن حالات کا ہم نے ذکر کیا ہے اگر معاشرے پر ایسے حالات کا غلبہ ہو تو والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کا باہر نکلنا کم کریں، انہیں بری صحبت سے بچائیں، انہیں اچھے برے کی پہچان کرائیں، انہیں ان کے نفع نقصان سے آگاہ کریں اور بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ "خذ ما صفا ودع ما کدا" کے اصول پر عمل کر سکیں یعنی ان کے اندر حسنِ اختیار کو اتنا صحیح اور قوی کر دیں کہ وہ اچھی اور مفید چیزوں کو اپنائیں اور مخرب اخلاق اور بری چیزوں سے کنارہ کرنا سیکھ لیں۔

مسجد، دینی جماعتیں اور ادارے

ایسا نہیں ہے کہ ہمارے معاشرے میں سب کچھ غلط اور برا ہی ہو رہا ہے جس سے اجتناب ضروری ہو بلکہ اس معاشرے میں ایسے ادارے بھی ہیں جو مثبت اور تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں جن میں سرفہرست مسجد کا ادارہ ہے جو الحمدللہ پاکستان کے ہر محلے میں موجود ہے جس میں پانچ وقت اذان ہوتی ہے اور مسلمان مل کر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ چھوٹے بچے اپنے والد یا بڑے بھائی کے ساتھ جا کر مسجد میں وضو کرتے ہیں (جس سے جسم صاف ہو جاتا ہے) اور نماز پڑھتے ہیں جس سے بندے اور رب کے درمیان تعلق پائدار ہوتا ہے۔ محلے کے بہت سے بچے سکول جانے سے پہلے یا سکول سے آنے کے بعد مسجد میں جا کر قرآن مجید پڑھنا سیکھتے ہیں۔ اس طرح ان کا کچھ نہ کچھ تعلق کتاب اللہ سے ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسجد کے کردار کو مزید فعال، متوازن اور موثر بنانا چاہیے تاکہ وہ بچوں اور بڑوں کی تربیت میں مزید مفید اور موثر کردار ادا کر سکے مثلاً مسجد میں بچوں اور بڑوں کو قرآن حکیم کا ترجمہ سکھانا چاہیے، احادیث سکھانی چاہئیں، مسجد میں اسلامی کتابوں کی لائبریری ہونی چاہیے، جہاں سے بچے اپنی دلچسپی کی کتابیں بلا معاوضہ لے کر پڑھ سکیں۔ اسلامی موضوعات اور اسلامی تناظر میں عصری موضوعات پر وہاں تقریریں اور مباحثے کرائے جا سکتے ہیں، محلے کے غریبوں (یتیموں، بیواؤں) کی مالی مدد کے لیے یا محلے کو چوروں، ڈاکوؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے خصوصی کمیٹیاں بنائی جا سکتی ہیں...... بلکہ دیکھا جائے تو اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں ہے اور وہ تعلیم و تعلم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم روایت میں مسجد و مدرسہ لازم و ملزوم ہیں اور تعلیم کا مسجد سے گہرا تعلق ہے خواہ وہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے ملحق عمارت میں۔ خود نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کا صفّہ (تھڑا) مرکز تعلیم و تربیت تھا۔ بعد کے زمانے میں مساجد سے ملحق مدارس وجود میں آتے گئے۔ ان مدارس میں دین اور دنیا دونوں کی تعلیم دی جاتی تھی اور آج بھی دی جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں اور مساجد چونکہ ہر گلی محلے میں موجود ہوتی ہیں لہٰذا اگر مسلم معاشرہ مسجد کو تعلیمی غرض سے موثر طور پر استعمال کرے تو مسلمانوں میں سو فیصد شرح تعلیم کا ہدف آسانی سے

Marfat.com

حاصل کیا جا سکتا ہے اور تعلیم بھی مغربیت سے کم متاثر ہوگی۔ پاکستان میں مسجد مکتب سکیم بنائی گئی لیکن ہماری سیکولر بیوروکریسی اور نااہل سیاستدان اسے موثر طور پر پاکستان میں نافذ نہیں کر سکے جب کہ اقوام متحدہ اور مغربی ممالک مالی امداد دے کر پاکستانی تعلیم کو سیکولر رخ دینے میں کامیاب ہیں۔

اسی طرح ہمارے معاشرے میں بہت سے دینی ادارے اور جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ بعض والدین کسی نیک بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کر لیتے ہیں اور بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ بچے بھی اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں (اس طرح کے بزرگوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کے لیے تربیت کا الگ پروگرام رکھیں تاکہ ان کی ذہنی سطح کے مطابق اور دلچسپ انداز میں ان کی تربیت کی جا سکے)۔ بعض والدین کسی دینی جماعت کے رکن ہوتے ہیں اور یہ جماعتیں بچوں کے لیے دلچسپ پروگرام ترتیب دیتی ہیں یا بچے روزانہ یا گرمیوں کی چھٹیوں میں کسی دینی مدرسے میں جا کر قرآن سیکھتے ہیں اور دعائیں یاد کرتے ہیں جس سے ان کی اسلامی تربیت ہوتی ہے۔ معاشرے کے اس طرح کے دینی اداروں سے استفادہ ضرور کرنا چاہیے اور والدین کا فرض ہے کہ جہاں ایک طرف وہ اپنے بچوں کو برے ماحول سے بچائیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرے میں جہاں بچوں کی مثبت تربیت کے مواقع ہوں ان سے بھی فائدہ اُٹھائیں تاکہ بچوں کی اسلامی تربیت میں مدد مل سکے۔

میڈیا

اگرچہ کتب اور اخبارات و جرائد خصوصاً بچوں کی کتابیں اور جرائد ماضی میں بچوں کی تربیت پر اچھے خاصے اثر انداز ہوتے تھے اور اب بھی کسی حد تک ہوتے ہیں لیکن الیکٹرانک میڈیا (ٹی وی، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ) پچھلے عشرے سے بچوں کی تربیت پر بڑی شدت سے اثر انداز ہوا ہے اور وہ اتنا موثر ہے کہ وہ والدین، اساتذہ اور بچے پر اثر انداز ہونے والے معاشرے کے دیگر عوامل کو روندتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے جس نے والدین، اساتذہ، حکومت اور الیکٹرانک میڈیا کے چلانے والے اداروں کے منتظمین اور کارکنوں کی ذمہ داریاں بڑھا دی ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کی ٹیکنالوجی چونکہ مغرب سے آتی ہے اور مغربی تہذیب، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا، اپنی بنیاد میں اسلامی اصولوں و اقدار کے خلاف ہے لہٰذا مغرب میں علم اور معلومات کا پورا ڈھانچہ جن اصول و ضوابط پر قائم ہے وہ بھی اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مغرب اور دوسرے غیر مسلم ممالک (خصوصاً بھارت) میں بننے والے ٹی وی پروگرام خواہ وہ تعلیمی ہوں یا تفریحی اور خواہ بچوں کے کارٹون وہ سب مسلمان بچوں کو نامسلمان بنانے والے ہیں۔ فحاشی، عریانی، گانے اور رقص تو نمایاں خرابیاں ہیں ان کے علاوہ بھی غیر مسلم ممالک سے درآمد ہونے والے اکثر پروگرام اسلامی اصول و اقدار کی نفی کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ بعض اوقات نئی معلومات اور علم مہیا کرتے ہیں لیکن یہ علم ایک ایسے فلسفۂ علم اور ورلڈ ویو کی پیداوار ہے جو اپنی اصل میں غیر اسلامی اور ملحدانہ ہے لہٰذا مغربی تہذیب اور ہندو تہذیب کے درخت کا پھل خواہ ان کے لیے جیسا بھی ہو، ہمارے لیے وہ بہرحال کڑوا ہی ہے۔

پھر یہی نہیں ہمارے ہاں جو تعلیمی ڈھانچہ ہے وہ بھی مغربی فکر و تہذیب پر مبنی ہے۔ ہمارے جو لوگ الیکٹرانک میڈیا

Marfat.com

کو چلانے کی تربیت مغربی ممالک کے تعلیمی وتربیتی اداروں سے لے کر آتے ہیں یا جن مغربی یا لوکل تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ بھی سب مغربی فکر وذہن کے مطابق کام کرتے ہیں لہٰذا ہمارے ٹی وی مالکان ہوں، پروڈیوسرز ہوں، اینکر پرسن ہوں [1] سب مغربی تہذیب کی چکا چوند سے مرعوب ومتاثر اور اس کے پیروکار ہیں اور مغربی تہذیب اور اس کے اداروں اور افراد ہی کو ماڈل سمجھتے ہیں اور انہی کی پیروی کو ترقی اور عظمت کی معراج سمجھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستانی میڈیا پر مغربی فکر وتہذیب کی مکمل چھاپ ہے اور اسلامی رنگ اس میں برائے نام ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میڈیا نے ہمارے ہاں منفی کردار ادا کیا ہے اور کر رہا ہے۔ اس نے اسلامی اقدار کو تباہ کر دیا ہے اور اسلام مخالف مغربی اقدار اور رویوں کو معاشرے میں رواج دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے کسی اور عامل نے مسلم معاشرے کی اسلامی اقدار کو اتنی تیزی اور شدت سے مجروح نہیں کیا جتنا الیکٹرانک میڈیا نے کیا ہے۔ فنی طور پر اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی علم وفکر کو متاثر کرنے والی تین بڑی قوتیں ہیں، قوت بصارت، قوت سماعت اور قوت فیصلہ (یعنی انسانی دل و دماغ) الیکٹرانک میڈیا مثلاً ٹی وی قوت بصارت وسماعت کو نہ صرف مشغول کرتا ہے بلکہ وہ معلومات کو اتنے موثر، جاذب اور دلچسپ پیرائے میں (گلیمرائز کر کے) پیش کرتا ہے اور یہ عمل اتنی تیزی، تسلسل اور شدت سے کرتا ہے کہ وہ انسان کی قوت تجزیہ وتحلیل کو روندتا ہوا آگے بڑھتا ہے جس کے نتیجے میں سننے اور دیکھنے والے کی قوت تحلیل وتجزیہ غیر موثر ہو جاتی ہے اور وہ الیکٹرانک میڈیا کے سحر میں جکڑ کر اس سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں الیکٹرانک میڈیا کے غیر تعمیری، غیر اسلامی اور مغربی وہند وتہذیب کی روشنی میں تیار کیے گئے پروگراموں کے برے اور تباہ کن ایمانی اور اخلاقی اثرات سے بچے کو بچانے کے لیے شعوری کوششیں کرنا ہر متعلقہ فرد کی ذمہ داری ہے مثلاً:

- والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اتنی آزادی نہ دیں کہ وہ جب تک چاہیں ٹی وی کے آگے بیٹھے رہیں اور جو چاہیں دیکھتے رہیں بلکہ انہیں بچوں کو ٹی وی کے مضر اثرات سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے اور اگر ناگزیر ہو تو اپنی موجودگی میں صرف ایسے پروگرام انہیں دیکھنے دیں جو تعلیمی اور معلوماتی ہوں اور ان میں مغربی اصول واقدار کا زہر کم ہو اور پھر اس زہر نا کی کا تدارک کرنے کی مثبت کوشش بھی کریں جیسے بچوں کو اسلامی کہانیاں اور پیغمبروں کے حالات زندگی سنانا، قرآن وسنت کی تعلیم دلچسپ پیرائے میں دینا.....وغیرہ
- ٹی وی پروڈیوسرز، صحافیوں، ادیبوں اور اینکر پرسنز کا فرض ہے کہ وہ شعوری کوشش کریں کہ وہ مسلمان بچوں کے لیے ایسا مواد تیار نہ کریں جو مخرب اخلاق ہو اور جوان کی صلاحیتوں کو غلط رخ دیتا ہو۔

---

[1] بعض پروڈیوسرز اور اینکر پرسنز اسلامی ذہن کے ہوں بھی، تو مالکان کی پالیسی اور اپنی ملازمت کی وجہ سے خود کو مجبور اور بے بس پاتے ہیں۔

Marfat.com

- ٹی وی مالکان کا فرض ہے کہ وہ غیر ملکی اور غیر اسلامی قوتوں، حکومتوں اور ایجنسیوں کے لالچ اور دباؤ کو رد کر دیں اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے مسلمان معاشرے کے لیے غیر اسلامی اصول و اقدار کے حامل پروگرام پیش نہ ہونے دیں بلکہ اپنے سارے عملے کی اسلامی تناظر میں تربیت کا اہتمام کریں تاکہ وہ اسلامی تناظر میں مفید اور اچھے پروگرام پیش کر سکیں۔
- حکومت پاکستان اور اس کے متعلقہ اداروں (وزارت اطلاعات، پیمرا -- وغیرہ) کا فرض ہے کہ وہ ٹی وی چینلز کی کڑی نگرانی کریں اور انہیں ہرگز غیر اسلامی اور مخرب اخلاق پروگرام تیار اور نشر نہ کرنے دیں۔
- حکومت اگر اپنا یہ فرض ادا کرنے میں تساہل سے کام لے تو دینی جماعتوں، تحریکوں، تنظیموں، اداروں، بلکہ پوری سول سوسائٹی اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ متحد ہو کر حکومت اور ٹی وی مالکان کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔ انہیں عدالتوں میں گھسیٹیں، ان کے خلاف پکٹنگ اور مظاہرے کریں اور ان کے خلاف ہر سطح پر بھرپور مہم چلائیں تاکہ وہ اپنی ایمانی اور اخلاقی ذمہ داری پوری کریں اور اپنے ناظرین وسامعین خصوصاً چھوٹے بچوں کے ایمان واخلاق کی تباہی سے باز آ جائیں۔

ہمیں یہ سب کچھ کرنا چاہیے اور یہ سب کچھ ہونا چاہیے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی سا عامل بھی موثر انداز میں کام نہیں کر رہا۔ نہ والدین اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، نہ ٹی وی کا عملہ اور مالک اور نہ حکومت اور اس کے ادارے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پاکستانی مسلمانوں خصوصاً بچوں کے اخلاق تباہ ہو رہے ہیں۔ اسلامی قدریں پامال ہو رہی ہیں اور اللہ جانے ان پروگراموں کو دیکھنے والی نسل جب جوان ہو گی تو کیا رنگ لائے گی؟

اس بحث کو سمیٹنے سے پہلے ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ الیکٹرانک میڈیا کا یہ بگاڑ نہ فطری ہے اور نہ الل ٹپ بلکہ اس کے پیچھے غیر اسلامی قوتیں منظم طریقے سے کام کر رہی ہیں اور ہمارے لیے زیادہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ اس میں یہود و نصاریٰ اور ہنود تینوں ہمارے خلاف متحد ہیں اور مل کر زور لگا رہے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل مسلمان نہ رہے اور اسلام مسلم معاشرے کا سکہ رائج الوقت نہ بن سکے۔ امریکہ، یورپ، اسرائیل اور بھارت سب پاکستانی میڈیا میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رشوت اور پیسے دے کر ٹی وی مالکان، پروڈیوسرز اور اینکر پرسنز کو خرید رہے ہیں اور ان کی پالیسیوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں اور ایسی پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں، ایسی ترجیحات وضع کی جاتی ہیں اور ایسے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں جن سے اسلامیت اور پاکستانیت مجروح ہو اور اسلامی و اخلاقی اصولوں کی پامالی ہو۔ لعنت ہو ان میر جعفروں اور میر صادقوں پر جو قوم کے اسلامی اصول و اقدار کو دنیا کے تھوڑے منافع کے عوض بیچ رہے ہیں اور دوزخ کی آگ سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں اور تف ہے پاکستان کی دینی جماعتوں، اداروں، والدین اور عوام پر کہ وہ یہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بے حس بیٹھے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

Marfat.com

بہر حال میڈیا اور بچے کی تعلیم و تربیت پر اثر انداز ہونے والے ان عوامل کا ذکر اس لیے ضروری تھا کہ ان عوامل سے اثر پذیر ہونے والا بچہ جب سکول پہنچے اور سکول اگر اس کی اسلامی تربیت کرنے کا ارادہ کرے تو اسے خوب اندازہ ہو کہ بچے کا ذہنی افق (mind set) کیسا ہے اور وہ کن حالات میں پلا بڑھا ہے کیونکہ اگر سکول ان عوامل سے ناواقف ہوگا تو بچے کی صحیح اور موثر تربیت نہیں کر سکے گا۔ سکول بچے کی اسلامی تناظر میں کیا تربیت کر سکتا ہے اور کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ ہمارے اگلے باب کا موضوع ہے جس کے لیے ہم اللہ سے توفیق کے طلب گار ہیں۔

..................OOOO..................

Marfat.com

باب چہارم

تربیت طلبہ میں سکول کا کردار

سکول بچے کی تربیت پر بڑی حد تک اثر انداز ہوسکتا ہے اگر چہ گھر میں والدین، بہنوں بھائیوں اور خصوصاً والدہ کا رویہ بچے کی سیرت کی تعمیر اور کردار سازی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے اور خاندان، گلی، محلے اور معاشرے کا ماحول بھی بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔اسی طرح بعض دیگر ادارے خصوصاً میڈیا (بشمول ٹی وی کارٹونز اور بچوں کے پروگرام) بھی بچوں کی ذہن سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سکول بھی بچے کی زندگی میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے اور اگر سکول چلانے والوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتو وہ بچے کی صحیح اور اسلامی خطوط پر تربیت مؤثر انداز میں کر سکتے ہیں بلکہ اگر وہ چاہیں تو اسکول سے باہر جو دیگر عوامل بچے کی غلط تربیت کرتے ہیں وہ ان پر بھی اثر انداز ہو کر بچے کی صحیح تربیت کو بری تربیت سے بچا کر اس میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

.................OOOO.................

Marfat.com

فصل اوّل:

طلبہ کی تعمیر شخصیت پر سکول انتظامیہ، نصاب، استاد اور تعلیمی ادارے کے ماحول کے اثرات

سکول ایک ادارہ ہے جس کے مختلف حصے اور عناصر بچے کی تربیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان عناصر میں سکول انتظامیہ، استاد، نصاب اور سکول کا ماحول بشمول ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیاں شامل ہیں۔ اب ہم بچے کی تربیت کے حوالے سے اس میں سے ہر عنصر کے کردار پر روشنی ڈالیں گے۔

تربیت میں سکول انتظامیہ کا کردار

یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہو کہ آج کل ہمارے ہاں سکولوں کا جو ماحول ہے اس میں بچوں کی تربیت پر سب سے زیادہ سکول انتظامیہ اثر انداز ہوتی ہے۔ روایتی طور پر نصاب اور استاد کا کردار اہم سمجھا جاتا ہے (اور ان کی اہمیت سے انکار کیا ہی نہیں جا سکتا) لیکن جب نصاب کے تعین، اساتذہ کے تقرر و تربیت اور سکول کے ماحول کا فیصلہ کرنا سکول انتظامیہ کے پاس ہو تو ظاہر ہے اس کی اہمیت سب سے بڑھ جاتی ہے۔

پاکستان میں سکول پرائیویٹ سیکٹر میں بھی ہیں اور پبلک سیکٹر میں بھی۔ جب تک پرائیویٹ سیکٹر کو تعلیمی عمل میں شرکت کی اجازت نہ تھی، سرکاری سکول بہت اہمیت رکھتے تھے لیکن تعلیمی عمل میں پرائیویٹ سیکٹر کی شمولیت اور پبلک سیکٹر کے سکولوں کو با قاعدہ منصوبہ بندی سے غیر موثر کرنے کے بعد سے پرائیویٹ سیکٹر کے سکول اہمیت اختیار کرتے گئے اور اب گورنمنٹ سکول بڑی حد تک صرف غریبوں کے بچوں کے لیے رہ گئے ہیں جو پرائیویٹ سکولوں کی فیس ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے حکمرانوں میں عقل ہوتی اور وہ تعلیم کو کما حقہ اہمیت دیتے تو انہیں سوچنا چاہیے تھا کہ پبلک سیکٹر سکولوں کا معیار تعلیم دن بدن کیوں گر رہا ہے اور انہیں سکولوں کے کردار کو مؤثر بنانے کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں تھے کیونکہ تعلیم میں ریاست کے کردار سے پہلو تہی خطرناک نتائج کی حامل ہوتا ہے۔

لیکن پیشتر اس کے کہ ہم نصاب کے تعین، اساتذہ کے تقرر و تربیت اور سکول کے ماحول کے حوالے سے سکول انتظامیہ کے کردار پر روشنی ڈالیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنے معاشرے میں تعلیم اور سکول کے معروضی حالات پر بھی ایک نظر ڈال لیں تا کہ ہمیں اندازہ ہو جائے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو سکول انتظامیہ کے اذہان وقلوب، فکر و عمل اور ان کے رویوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

سکول انتظامیہ سے ہماری مراد پرنسپل یا ڈائریکٹر ہے۔ سکول اگر ایک فرد کا ہو اور وہ چھوٹے پیمانے پر کام کر رہا ہو تو سکول پرنسپل اور مالک دونوں ایک ہی شخص ہوتا ہے لیکن پبلک سیکٹر کے علاوہ پرائیویٹ سیکٹر میں جب سے سکول سسٹمز وجود میں آگئے ہیں یا بعض لوگوں نے تعلیم کو کاروبار بنا کر اس میں سرمایہ کاری شروع کر رکھی ہے تو سکول کی پالیسی انتظامیہ کے پاس ہوتی ہے اور پرنسپل ان کا ملازم اور ان کی پالیسی کو محض نافذ کرنے والا ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ہماری مخاطب سکول انتظامیہ ہی ہے، وہ جو بھی ہو، تو آئیے بات کا آغاز سکول انتظامیہ کے وژن، مشن اور مقصدِ تعلیم کے حوالے سے کرتے ہیں۔

ا۔ سکول کا وژن، مشن اور مقصد تعلیم

اس سے مراد یہ ہے کہ پاکستان میں سکول چلانے والوں کے پیش نظر مقاصد تعلیم کیا ہیں؟ لیکن پاکستان میں چونکہ کئی طرح کے سکول پائے جاتے ہیں لہٰذا ان کی اقسام کا ذکر ناگزیر ہے۔ پاکستان میں بنیادی طور پر دو طرح کے سکول پائے جاتے ہیں، ایک سرکاری یعنی پبلک سیکٹر میں اور دوسرے پرائیویٹ سیکٹر میں۔ سکولوں کی ایک تقسیم اردو اور انگلش میڈیم کے حوالے سے بھی کی جا سکتی ہے اور طبقہ واریت کے لحاظ سے بھی۔ اس آخری تقسیم میں کچھ تفصیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے:

- امیروں کے سکول (ایلیٹ کلاس کے لیے): یہ دو طرح کے ہیں، ایک امیروں کے لیے اور دوسرے بہت زیادہ امیروں کے لیے۔
- متوسط طبقے کے سکول: یہ تین طرح کے ہیں: اعلیٰ متوسط طبقے کے سکول، متوسط طبقے کے اور نچلے متوسط طبقے کے سکول۔
- غریبوں کے سکول: یہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک ایسے غریبوں کے جو تھوڑی بہت فیس دے سکتے ہیں اور دوسرے بہت ہی غریب بچوں کے لیے فری سکول جو بعض مخیر حضرات اور این جی اوز (N GOs) نے کھول رکھے ہیں۔

سکولوں کی ایک تقسیم دینی یا مذہبی حوالے سے بھی کی جا سکتی ہے۔ اس کی بھی کئی انواع ہیں مثلاً ایک نوع 'اقرا روضۃ الاطفال' جیسے سکولوں کی ہے جو بنیادی طور پر جدید اور مقابلتاً بہتر ماحول میں حفظ قرآن کے ادارے ہیں لیکن ان میں سے بعض نے اب جنرل سکول کی طرح بھی کام کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ انگلش میڈیم سکولوں کی طرز پر کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض نے بدقسمتی سے مدارس والی مسلکی تقسیم جدید تعلیم میں بھی داخل کر دی ہے اور اس طرح کا ہر سکول ایک خاص مسلک کے بچوں کو پڑھا رہا ہے اور اب مسلک سے مناسبت رکھنے والا جدید نصاب بھی بننا شروع ہو گیا ہے اور بعض جگہوں پر پڑھایا بھی جا رہا ہے۔ اسلامی سکولوں میں بعض ایلیٹ کے لیے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر مکمل طور پر مغرب زدہ (Westernized) ہیں۔ متوسط طبقے کے سکولوں میں بھی بعض اسلامی ہیں اور بعض دینی جماعتوں کے متوسلین نے پوری چینز (chains) بھی کھولی ہوئی ہیں اور انفرادی سکول بھی ہیں جن میں سے اکثریت کے مالکان نے اسے ذریعۂ روزگار بنایا ہوا ہے۔ اس طرح کے سکول نعرہ تو اسلام اور اسلامی تعلیم کا ہی لگاتے ہیں لیکن اس سے مطلوب غالباً متوسط طبقے کی اسلامیت کو اٹریکٹ کرنا نظر آتا ہے اور عملاً وہ کچھ خاص ڈیلیور نہیں کر رہے ہوتے

Marfat.com

اوران کا ماحول بھی عموماً سستی قسم کی مغربیت پر کاربند اداروں کا سا نظر آتا ہے۔

پرائیویٹ سیکٹر میں مذکورہ بالا سکولوں کی غالب اکثریت کے منتظمین کے پیش نظر تعلیم ایک کاروبار ہے (الا ماشاء اللہ) جس میں ہر آدمی حسب حیثیت و مصلحت شریک ہے اوران کی اکثریت کسی واضح اسلامی وژن اور مشن کے ادراک سے محروم ہے اورانہیں اسلامی حوالے سے تعلیم کے مقاصد اور غایت کا شعور ہی نہیں۔ اکثریت تو اسے روزگار اور کاروبار بنائے ہوئے ہے اوراس سے اوپر اٹھ کر سوچتی ہی نہیں۔ اور جو کوئی اس سے ہٹ کر سوچتا ہے وہ اتنا ہی سوچ پاتا ہے کہ طلبہ کے نمبر اچھے آجائیں، انہیں فارغ التحصیل ہونے کے بعد اچھے تعلیمی اداروں میں داخلہ مل جائے، اچھی ملازمت مل جائے یا وہ کاروبار کرنے کے قابل ہوجائیں۔ اس کے لیے انہیں پہننے بولنے کا سلیقہ آجائے، اچھی انگریزی آجائے (بلکہ وہ منہ بگاڑ کر امریکی یا برطانوی لہجے میں انگریزی بولنے کے قابل ہوجائیں)، ان کی ابلاغی صلاحیت (کمیونیکیشن سکلز) بہتر ہوجائیں، انہیں صاف ستھرا اور سوٹڈ بوٹڈ رہنا آجائے اور ہائی سوسائٹی میں موو کرنے کے آداب کے وہ خوگر ہوجائیں۔ اس طرح کی گرومنگ (بعض اسے تربیت بھی کہتے ہیں) ہی ان 'اچھے' اور 'با مقصد' تعلیمی اداروں کا مقصد ہوتی ہے اور ایسا کر کے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ قوم اور معاشرے کی بہترین خدمت کر رہے ہیں اور ریاست اور معاشرے کو ایسے افراد مہیا کر رہے ہیں جو ''قومی ترقی'' میں اپنا کردار بخوبی ادا کرسکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک تعلیم میں یہ اپروچ خالصتاً مادہ پرستانہ، سیکولر اور مغرب سے مرعوب اور غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے اور عملاً نتیجہ ہے اس تعلیمی حکمت عملی کا جو انگریز نے ہندوستان پر قبضے کے بعد مسلم نظام تعلیم کو تباہ کرنے کے بعد محکوموں کو نیا نظام تعلیم دیتے وقت اپنائی تھی اور جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ تعلیم ایسے لوگ پیدا کرتی رہے جو مغربی فکر و تہذیب، مغربی لائف اسٹائل اور مغربی ترقی کو زندگی کی معراج سمجھیں اور نام کے مسلمان رہیں۔ اس سے برطانوی استعمار کے پیش نظر کئی فائدے تھے ایک تو یہ کہ مسلمان غلام ہی رہیں اور اسے حکومت چلانے کے لیے وفادار کارکن (یعنی کلرک اور بیورو کریٹ) ملتے رہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنی شناخت (identity) یاد نہ رہے۔ بالفاظ دیگر وہ اچھے مسلمان نہ رہیں بلکہ اچھا مسلمان بننے کے خواہش مند بھی نہ رہیں اور انگریز کی غلامی سے جان چھڑا کر اپنی ریاست و حکومت کے بارے میں نہ سوچیں۔ انگریز نے برصغیر میں اس غرض سے اپنا تعلیمی نظام ترتیب دیا اور پھر اس کی کوششوں سے بعض مسلمان خود بھی اس ''کارِ خیر'' میں شریک ہوگئے جس کے نمائندہ فرد سر سید احمد خان تھے۔

اسلام میں مقصدِ تعلیم

یہاں تک پہنچنے کے بعد قاری کے ذہن میں لازماً یہ سوال پیدا ہوگا (یا ہونا چاہیے) کہ اگر یہ سب 'اسلامی' نہیں ہے تو پھر تعلیم کی اسلامی غایت کیا ہے؟ دیکھیے تعلیم میں اسلام کی بنیادی غایت یہ ہے کہ بچے کی فکر و نظر اسلامی ہوجائے، اس کے ذہن و قلب مسلمان ہوجائیں اور وہ عملاً مسلمان ہوجائے یعنی اسے پتہ چل جائے کہ اسلامی زندگی کیسی ہوتی ہے اور وہ کیسے گزارتے

Marfat.com

ہیں اور یہ تعلیم حاصل کرتے ہوئے اس کی ایسی تربیت ہوجائے کہ وہ عملاً ایسی زندگی گزارنے کے قابل ہوجائے۔ یہ ہے اسلام کا مقصدِ تعلیم اور انہی معنوں میں اسلام میں تعلیم لازمی ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے حقوق وفرائض اور حلال وحرام کا شعور ہونا چاہیے کہ اس کے بغیر اس کا مسلمان ہونا ہی بے معنی ہے۔

اس کے بعد وہ علوم وفنون ہیں جن کی معاشرے اور ریاست کے مختلف شعبوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھی یقیناً مطلوب ہیں اور ان کا پورا کرنا بھی عین اسلامی تقاضا ہے۔ لہٰذا تعلیم کا یہ جزو بھی اہم ہے کہ اس کے بغیر مسلم معاشرے اور مسلم ریاست کی بقا ممکن نہیں۔ اس لیے مسلمان ماہرین تعلیم پہلی طرح کی تعلیم کو فرض عین اور دوسری کو فرض کفایہ قرار دیتے ہیں۔ فرض عین سے مراد وہ تعلیم ہے جو ہر فردِ مسلم کے لیے ضروری ہو جیسے بنیادی دینی تعلیم اور فرض کفایہ سے مراد وہ تعلیم ہے جو ہر فرد کے لیے تو ضروری نہیں لیکن اتنے افراد کو ضرور حاصل کرنی چاہیے جس سے معاشرے اور ریاست کی ضرورت پوری ہوجائے جیسے میڈیسن اور انجینئرنگ کی تعلیم۔ یوں تعلیم کی یہ دونوں قسمیں شرعی طور پر ضروری ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر نظامِ تعلیم کا پہلا جزو ختم ہوجائے یا دوسرا جزو اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق نہ ہو تو نظام تعلیم غیر اسلامی ہوجاتا ہے۔ ویسے بھی عقل عام کی بات ہے کہ کامیاب نظام تعلیم وہی ہوتا ہے جو معاشرے کو ایسے افراد تیار کر کے دے جو اس معاشرے کو مطلوب ہوں اور اس کا آئیڈیل ہوں کیونکہ اگر نظام تعلیم ایسے افراد مہیا نہیں کرتا تو معاشرے کی بقاء، تسلسل اور استحکام خطرے میں پڑ جائے گا لہذا ضروری ہے کہ ایک مسلمان معاشرے کا نظام تعلیم ایسے افراد تیار کرے جو دنیوی مہارتوں کے ساتھ ساتھ فکری اور عملی طور پر مسلمان ہوں ورنہ وہ ناکام نظام تعلیم گردانا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ مسلم معاشرے میں ہر سکول کا وژن اور مشن ایسے افراد کی تیاری ہونا چاہیے جو علمی اور عملی طور پر اچھے مسلمان ہوں اور وہ معاشرے اور ریاست کی ضروریات پوری کرنے پر قادر ہوں۔ اس کے لیے ضروری اور ناگزیر ہے کہ سکول کی تعلیم ایسی ہو جو طلبہ کے ذہن وقلب کو مسلمان بنائے اور ان کی تربیت ایسی ہو جو انہیں زندگی عملاً اسلامی احکام کے مطابق گزارنے کے قابل بنائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرے اور انہیں ایسے علوم وفنون میں طاق کرے جس سے وہ معاشرے اور ریاست کے مفید کارکن بن سکیں۔

یہ عقل عام (کامن سینس) کی بات ہے جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ہماری مندرجہ بالا گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ سارے کام سکول کے کرنے کے ہیں اور کالج اور یونیورسٹی کا اس میں کوئی کردار نہیں ہے بلکہ یہ بات خود بخود واضح ہے کہ یہ وژن، مشن اور مقصد تعلیم مسلم معاشرے کے ہر تعلیمی ادارے کا ہونا چاہیے خواہ وہ جس سطح کا بھی ہو اگرچہ وہ تعلیم طلبہ کی عمر اور صلاحیتوں کے مطابق ہی دے گا۔ مطلب یہ کہ سکول اپنے طلبہ وطالبات کو جو تعلیم دے گا وہ سکول سطح ہی کی ہوگی لیکن وہ ایسی ہوگی جو ان مقاصد کو پورا کرنے والی ہو۔

خلاصہ یہ کہ پاکستان میں سکول انتظامیہ کے ہر فرد کے ذہن میں یعنی ہر اس شخص کے ذہن میں جو نیا سکول کھولنا چاہتا ہو

Marfat.com

یا اس وقت سکول چلا رہا ہو یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس کے سکول کھولنے کا مقصد کیا ہے؟ یہ مقصد بنیادی طور پر یہ ہے کہ اس نے بچوں کو فکری اور عملی طور پر مسلمان بنانا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور انہیں ان فنون وعلوم کی تعلیم دینا ہے جو پاکستانی معاشرے اور ریاست کی ضرورت ہیں۔ جو سکول ایسا نہیں کرتا وہ ایک ناکام سکول ہے۔

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

بچے کی اسلامی تربیت میں سکول انتظامیہ کے کردار کے حوالے سے ہم نے جو کچھ کہا ہے اگرچہ وہ بالکل واضح ہے لیکن جس ماحول اور معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں، ہمیں احساس ہے کہ ہمارے اس مؤقف پر سکول چلانے والوں کے ذہن میں کئی سوالات پیدا ہوں گے اور اگرچہ ہم سکولوں کے لیے تربیت گائیڈ لکھنے بیٹھے ہیں کوئی عمومی، تفصیلی اور نظریاتی کتاب نہیں لیکن ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم نے اپنے قارئین کو مطمئن نہ کیا اور ان کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کے اطمینان بخش جوابات نہ دیے تو وہ ہماری اس ''تربیت گائیڈ'' پر عمل نہیں کر پائیں گے۔ اس لیے طوالت کے خطرے کے باوجود ہم یہاں سکول انتظامیہ کے افراد کے ذہنوں میں اٹھنے والے ممکنہ سوالات کے جوابات دینا چاہیں گے۔

سوال:...... آپ نے سطور بالا میں تعلیم کو روزگار اور بزنس بنانے کی مذمت کی ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ سکول بند کر کے کوئی اور کاروبار شروع کر دیں؟ کیا مسلمان بچوں کو تعلیم دینا اور یہ کام کل وقتی کرتے ہوئے روٹی کمانا حرام ہے؟ اور کیا مسلمان پاکستانی بچوں کو تعلیم دینا قوم اور معاشرے کی خدمت نہیں ہے؟

جواب:...... ہمارے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ تعلیمی کام چھوڑ کر جنرل سٹور کھول لیں یا بیچنا شروع کر دیں بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے تھے کہ لوگوں نے تعلیم کو روزگار اور کاروبار بنالیا ہے لیکن وہ اس کے اسلامی تقاضے پورے نہیں کر رہے اور جو تعلیم وہ دے رہے ہیں وہ ناقص اور غیر اسلامی ہے۔

دیکھیے جناب! مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ تعلیم کبھی مسلم معاشرے میں تجارت اور کاروبار نہیں رہی بلکہ ہمیشہ خدمت (service) اور عبادت رہی ہے اور مسلم معاشرہ اس کی اہمیت کے بارے میں اتنا حساس رہا ہے کہ یہ کام اس نے ریاست وحکومت پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ اپنے ہاتھ میں رکھا۔ چنانچہ تعلیم مسلم تاریخ میں اکثر وبیشتر پرائیویٹ سیکٹر میں رہی ہے اور ہمیشہ خدمت اسلام اور خدمت خلق کے جذبے سے لوگ اس کے لیے زندگیاں وقف کرتے اور وسائل مہیا کرتے رہے ہیں۔ حکمران، وزراء، امراء اور عام کھاتے پیتے لوگ اس کام کے لیے پیسے، زرعی زمینیں اور عمارتیں وقف کر دیتے تھے اور یوں تعلیمی اداروں کے اخراجات پورے ہوتے رہتے تھے، اساتذہ کی مالی کفالت ہوتی رہتی تھی اور اساتذہ بھی اس کام کو خدمت، مشن بلکہ دینی فریضہ اور عبادت سمجھ کر ادا کرتے تھے نہ کہ اسے محض روزگار کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ پس جس آدمی میں ذوق اور صلاحیت ہوتی تھی اور وہ کار تعلیم میں لگ جاتا تھا تو معاشرہ اس کی کفالت اپنے ذمے لے لیتا تھا۔ ہمارے معاشرے میں دینی مدارس آج بھی اسی اصول پر کام کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں بھی انگریزوں کے آنے سے پہلے مسلمانوں کا تعلیمی نظام

Marfat.com

اوقاف (وقف یعنی ٹرسٹ) پر مبنی تھا جس سے لوگوں کی دینی ضروریات بھی پوری ہو رہی تھیں اور معاشرے اور ریاست کو رجال کار بھی مہیا ہو رہے تھے۔

عالمی سطح پر تعلیم کو کاروبار بنانا مغرب کی ملحدانہ فکر اور اس کے لادین سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا ثمر ہے جس کے پیش نظر صرف دنیا اور دنیا کی خوشحالی ہے اور ان کے ہاں بزنس سے مقصود صرف نفع اندوزی بلکہ ہر قیمت پر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا ہے جس میں دین اور اخلاق کا کوئی لحاظ نہیں اور چونکہ مغربی تہذیب اس وقت دنیا کی غالب تہذیب ہے جس نے مسلمانوں کو صدیوں تک محکوم رکھا ہے اور مسلم معاشرہ اس وقت جس ذہنی غلامی، معاشی زبوں حالی اور سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے وہ براہ راست نتیجہ ہے اہل مغرب کی حاکمیت، سازشوں اور مسلم دشمنی کا۔ لہٰذا مغربی تہذیب کے تتبع میں مسلم ممالک اور پاکستان میں بھی تعلیم پرائیویٹ سیکٹر میں بڑی حد تک کاروبار بن چکی ہے۔

تعلیم کو کاروبار بنانا کئی لحاظ سے غیر اسلامی ہے۔ بنیادی بات نیت کی ہے جس کا صحیح ہونا اسلام میں بہت ضروری ہے۔ ایک صحابیؓ مکان تعمیر کر رہے تھے۔ انہوں نے کمرے میں روشن دان رکھوایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے روشن دان کیوں رکھوایا ہے؟ اس صحابیؓ نے جواب دیا کہ روشنی اور ہوا کے لیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ روشن دان اس لیے رکھوایا ہے تاکہ تم اذان کی آواز سن سکتے اور نماز با جماعت کے لیے بروقت مسجد میں پہنچ سکتے تو روشنی اور ہوا تو پھر بھی آتی رہتی۔ اسی طرح ایک آدمی کسب رزق کے لیے بہت بھاگ دوڑ کر رہا تھا اور آپ ﷺ کی مجلس کے پاس سے گزرا تو کسی صحابی نے تبصرہ کیا کہ کاش یہ اتنی محنت دینی کاموں کے لیے کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس آدمی کی نیت اپنے اہل وعیال کو رزق حلال مہیا کرنے کی ہے تو یہ عین دینی کام ہی تو کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان طبیب/ ڈاکٹر اگر نیت یہ کرے کہ اس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے مخلوق خدا کی خدمت کرنی ہے ان کے دکھ درد کو دور کرنا ہے تو لوگ پھر بھی اس کو دوا کی قیمت اور اس کی مہارت کا معاوضہ تو دیں گے ہی (یا وہ لے سکتا ہے) لیکن اس کے مقابلے میں اگر اس نے طب/ میڈیسن پڑھی اور سیکھی ہی اس نیت سے ہو کہ اس نے اس پیشے سے کروڑوں کمانے ہیں اور لوگوں کو لوٹنا ہے تو ظاہر ہے یہ نیت پہلی نیت کی مقابلے میں بہت کمتر اور بُری ہے۔

ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان اگر پیشۂ تدریس کو اپناتا ہے یا تعلیمی کاموں پر اپنا مال صرف کرتا ہے تو اس کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنے طلبہ کو اچھا مسلمان بنائے گا، ان کو دین اور دنیا کی تعلیم دے گا تاکہ وہ اپنے مالک وخالق کی رضا کے مطابق زندگی گزار سکیں تو اس نیت کی وجہ سے اس کا کام عین عبادت اور عین دینی کام بن جائے گا، خواہ حکومت معاشرہ اور طلبہ کے والدین اس کی محنت وکوشش کی بنا پر اس کی خوب مالی خدمت کریں اور وہ آسودہ حال ہو جائے۔ لہٰذا نیت کا درست رکھنا ضروری ہے اور اگر نیت درست ہو اور پیش نظر اللہ کی خوشنودی اور اس کی مخلوق کی خدمت ہو تو سارے دنیوی کام عبادت اور نیکی بن جایں گے۔ پھر اس نیت کے اچھے اثرات بھی ہوتے ہیں مثلاً اگر کوئی مریض ڈاکٹر

Marfat.com

کی یا طالب علم استاد کی مالی خدمت اس لیے نہیں کرسکتا کہ وہ مفلس ونادار ہے تو استاد پھر بھی اس کی یم اور ڈاکٹر پھر بھی اس کو دوا دے گا تا کہ یہ اللہ کے نزدیک اس کی نیکی شمار ہو اور اسے ثواب ملے۔اس طرح معاشرے میں محبت اور بھائی چارہ بڑھے گا اور یہ رویہ پیدا نہیں ہوگا کہ جو استاد یا ڈاکٹر کی فیس نہیں دے سکتا وہ اسے تعلیم اور علاج ہی سے محروم کر دے۔

تعلیم کو کاروبار سمجھنے کی ذہنیت کا نقصان یہ ہوا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی اور لالچ وحرص نے ان مسلمان علم فروشوں اور تعلیم کو کاروبار سمجھنے والوں کو مغربی تجارتی اخلاق سے بھی محروم کر دیا ہے (اسلامی اخلاق تو غیر متعلق ہو ہی چکے) کیونکہ مغرب کے تجارتی اخلاق کا بھی تقاضا یہ ہے کہ اگر قیمت اچھی وصول کرنی ہے تو مال بھی اعلیٰ کوالٹی کا دیا جائے اور گاہک کی ضرورت اور مرضی کا بھی خیال رکھا جائے۔لیکن ہمارے تعلیم کو کاروبار بنانے والوں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ قیمت (یعنی فیس) پوری وصول کرتے ہیں لیکن مال (تعلیم) کوالٹی کی نہیں دیتے۔تعلیم کی اعلیٰ کوالٹی کا تقاضا یہ ہے کہ:

۱۔ اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں۔لیکن ہمارے یہ علم فروش منتظم اعلیٰ تعلیم یافتہ استاد نہیں رکھتے کیونکہ انہیں تنخواہ زیادہ دینا پڑتی ہے اس لیے یہ کم پڑھے لکھے اساتذہ رکھتے ہیں تا کہ انہیں تنخواہ کم دینا پڑے۔اس غرض سے یہ تربیت یافتہ اساتذہ بھی نہیں رکھتے کیونکہ انہیں بھی زیادہ تنخواہ دینا پڑتی ہے۔اور یہ خود بھی ان کی ٹریننگ کا انتظام کر سکتے ہیں لیکن نہیں کرتے کیونکہ اس کے لیے پیسے خرچ کرنے پڑیں گے اور محنت بھی کرنی پڑے گی جبکہ یہ (Quality Conscious) ہوئے ہی نہیں اور ان کی نیت اعلیٰ کوالٹی کی تعلیم دینے کی ہوتی ہی نہیں۔

۲۔ یہ موزوں نصاب اور نصابی کتب کی تیاری اور فراہمی پر بھی محنت نہیں کرتے۔

۳۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ طلبہ سے زیادہ سے زیادہ فیسیں لیں اور انہیں کم سے کم سہولتیں دیں تا کہ بچت زیادہ سے زیادہ ہو۔

۴۔ ہم نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں پر بھی یہ کم سے کم خرچ کرتے ہیں اور حیلے بہانے والدین سے زیادہ سے زیادہ فنڈز لینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ تعلیم کو اگر تجارت سمجھا جائے تو مال (تعلیم) کا گاہک کی مرضی اور ضرورت کے مطابق ہونا بھی ایک اہم اخلاقی تقاضا ہے لیکن ہمارے تعلیم فروش اس کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔اپنے بچوں کو ان کے تعلیمی اداروں میں بھیجنے والوں کی اکثریت مسلمان ہوتی ہے اور ایک مسلمان کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ خود وہ خواہ کتنا ہی برا، بداخلاق اور گنہگار کیوں نہ ہو اپنے بچوں کے لیے اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اچھے مسلمان بنیں۔لہٰذا ہر مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد لائق ہو، محنتی ہو، اس کے اخلاق اچھے ہوں، کردار اچھا ہو۔سب مسلم والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ جھوٹ نہ بولے، چوری نہ کرے، گالی نہ دے، لڑائی جھگڑا نہ کرے.... لیکن ہمارے ہاں کے تعلیم فروش اس بات کا ذرا لحاظ نہیں کرتے اور بچوں کی ذرا بھی اسلامی تربیت نہیں کرتے۔

Marfat.com

۶۔ پھر ہر معاشرے کو یہ مطلوب ہوتا ہے کہ اس کے تعلیمی ادارے ایسا فرد پروان چڑھائیں جو اس معاشرے کے نظریات ومعتقدات کے مطابق ہو، جس کے اخلاق و عادات اور رویے معاشرے کے آئیڈیلز سے ہم آہنگ ہوں تا کہ وہ اچھا شہری اور معاشرے کا مفید اور کارآمد کارکن بن سکے لیکن ہمارے تعلیم فروش معاشرے کی اس ضرورت کو پورا کرنے کا سامان بھی نہیں کرتے بلکہ وہ مسلمان معاشرے کے لیے کالے انگریز پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر بامر مجبوری ہم نے تعلیم کو کاروبار بنا ہی لیا ہے تو بھی ہمارے تعلیم فروشوں کو اتنا تو ضرور کرنا چاہیے کہ وہ اعلیٰ کوالٹی کی تعلیم دیں اور ایسی تعلیم دیں جس میں دنیاوی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ مؤثر دینی تعلیم بھی ہو۔ بچوں کی اس طرح تربیت کریں جس طرح والدین اور معاشرہ چاہتا ہے یعنی ان کی تعمیر سیرت وکردار، اسلامی اصولوں پر کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو یہ نہ صرف اسلامی تعلیمات اور دینی تقاضوں کے خلاف ہے بلکہ یہ مغرب کے طے کردہ تجارتی اصولوں (Business Ethics) کے بھی خلاف ہے۔

سوال:......آپ کا اس بات پر اصرار کہ اسکول اسلامی ہو اور مغربی تہذیب کو رد کرے، محض ایک نعرہ اور تھیوری (Theoretical Assumption) ہے جس کا عملی زندگی کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں تو یہ حالت ہے کہ سکول انگلش میڈیم نہ ہو اور آکسفورڈ کی کتابیں نہ لگوائیں تو والدین اپنے بچے کو ایسے سکول میں داخل ہی نہیں کراتے اور نہ اچھی فیس دینے پر تیار ہوتے ہیں۔ شلوار قمیض والے اردو میڈیم سکول کو اب کون پوچھتا ہے؟

جواب:......ہمیں آپ کی رائے میں کچھ مبالغہ محسوس ہوتا ہے۔ معاملے کے صحیح فہم کی خاطر یہاں دو باتوں میں فرق کرنا چاہیے: ایک اصولی اور آئیڈیل مؤقف اور دوسرے عملی اصلاح کی خاطر صحیح نیت کے ساتھ لیکن کراہت ومجبوری کے تحت کچھ Compromises کر لینا۔

اصولی اور آئیڈیل مؤقف یہ ہے کہ:

۱۔ ہمارا موجودہ نظام تعلیم دورِ غلامی کی یادگار اور اس کا تسلسل ہے۔ یہ غلام ذہن کے مغرب زدہ ملازمین پیدا کرنے کے لیے وضع کیا گیا تھا اور یہ وہی کام آج بھی خشوع وخضوع سے کر رہا ہے۔

۲۔ اس میں درخ اندوزی یعنی (patch work) اور معمولی کمی بیشی سے کوئی بڑی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔ یہ مکمل اوورہالنگ کا متقاضی ہے۔ اگر ہم غلامانہ ذہنیت سے اوپر اٹھ کر سوچ سکیں تو یہ دریا برد کرنے کے قابل ہے یا اس کی راکھ ایک نئے نظام کی ولادت درکار ہے۔ جس کے مقاصد اپنے ہوں، اسلامی تقاضوں کے مطابق نیا نصاب ہو، تربیت اساتذہ کا نیا منہج ہو اور جس میں سکولوں کے ماحول کو بدلنے کے لیے ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں کو نیا آہنگ دیا جائے۔

۳۔ مسلم تعلیم کی ویسٹرنائزیشن یعنی اسے کو علی الاعلان پوری شعوری قوت کے ساتھ رد کر دیا جائے کیونکہ:

Marfat.com

(i)......مغربی فکر و تہذیب ملحدانہ اور کافرانہ فکر و تہذیب ہے اور یہ بات ہم غلامی کے ردعمل اور مغرب کے خلاف تعصب یا نفرت کی وجہ سے نہیں کہہ رہے بلکہ دلائل کی بنیاد پر، مغربی فکر و تہذیب کے مطالعے کے بعد، عقلی و منطقی بنیادوں پر کہہ رہے ہیں کہ مغرب کی بنیادی فکر اور اس کا ورلڈ ویو (تصور انسان، تصور کائنات اور تصور الٰہ) خلاف اسلام ہے۔

مغرب کے ورلڈ ویو کی بنیاد ہیومنزم، سیکولرزم، کیپٹل ازم اور ایمپریسزم پر ہے۔ ہیومنزم کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنا خدا خود ہے، کسی 'الٰہ' کا 'عبد' نہیں ہے۔ سیکولرزم کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے خدا کو ماننا ہی ہے تو اپنی نجی زندگی میں مان لے لیکن اجتماعی زندگی یعنی معاشرے اور ریاست کے امور میں بہرحال خدا کی خدائی کا کوئی کردار نہیں۔ کیپٹل ازم کے مفاہیم کا نچوڑ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے۔ انسان کی ساری تگ و دو اور اس کی کوششوں کا محور یہی دنیا کی بہتری اور مادی ترقی و فوائد ہونے چاہئیں اور آخرت کے تصور کو اس کے آڑے نہیں آنا چاہیے۔ ایمپریسزم کا مطلب یہ ہے کہ 'حق' کی بنیاد ہماری حِسّوں (senses) سے موصول ہونے والا معلوماتی مواد ہے جس کا ہم اپنی عقل استعمال کرتے ہوئے تجربہ اور مشاہدہ کر سکتے ہیں لہٰذا انسانی زندگی پر وحی اور خدائی ہدایت (یعنی مذہب) کا غلبہ اور حاکمیت (sovereignty) قبول نہیں کی جا سکتی۔

یہ ہے وہ فکر اور ورلڈ ویو جس پر مغرب کی تہذیب کھڑی ہے۔ اب ہر شخص یہ دیکھ اور سمجھ سکتا ہے کہ مغرب کی یہ فکر اور ورلڈ ویو اسلام کی فکر اور ورلڈ ویو کے بالکل متضاد ہے۔ کیونکہ اسلام نام ہی اس چیز کا ہے کہ اللہ ایک ہے، وہ سب سے بڑا ہے۔ خالق، مالک، رب، نفع و نقصان اور زندگی و موت پر قادر ہے اور انسان محض اللہ کا عبد اور بندہ ہے جس کا کام اللہ کی عبادت اور غیر مشروط و لامحدود اطاعت ہے، جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر گوشے کو محیط ہے اور اس کی زندگی کی آخری غایت اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے۔ آخرت کی زندگی کو دنیا پر ترجیح حاصل ہے اور انسان کی ہدایت کا انحصار اللہ تعالیٰ کی رہنمائی یعنی وحی (قرآن و سنت) پر ہے۔ لہٰذا مغرب کی فکر اور ورلڈ ویو خلاف اسلام ہے اور مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول ہے۔ خلاصہ یہ کہ مغرب کے علوم اور اس کی تعلیم، اس کا نصاب، اس کا منہجِ تربیتِ اساتذہ اور اس کی ساری نصابی، ہم نصابی اور غیر نصابی سرگرمیاں جو اس خلاف اسلام ورلڈ ویو پر مبنی ہیں، مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول اور زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(ii)......دنیا کی کسی قوم اور ملک نے آج تک اپنی تہذیب چھوڑ کر کسی دوسری تہذیب، اس کے علوم، اس کی تعلیم، اس کی زبان، اس کے رہن سہن (لائف اسٹائل) اور اس کے لباس کی نقالی کر کے ترقی نہیں کی۔ ہمارے سامنے جاپان اور چین نے ترقی کی ہے لیکن دونوں کا اپنا نظام تعلیم ہے، اپنی زبان ہے، اپنی پالیسیاں ہیں۔ یہاں تک کہ خود یورپ میں فرانس کے فرانسیسی، اٹلی کے اٹالین اور جرمنی کے جرمن انگریزی بولنے سے احتراز کرتے ہیں اور اپنی زبان بولنے، لکھنے اور پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں کیونکہ اسی سے ان کی انفرادیت اور پہچان ہوتی ہے لہٰذا اہل پاکستان کو بھی اپنے دین، اپنی تہذیب، اپنی زبان، اپنی تعلیم، اپنے علوم اور اپنی تعلیمی پالیسیوں پر عمل اور فخر کرنا چاہیے اور اس اصول کو کسی عقلی اور منطقی دلیل سے کوئی رد نہیں کر سکتا سوائے اس شخص کے جو مغربی فکر و تہذیب اور اس کے علمبردار اہل مغرب کا ذہنی غلام ہو۔

Marfat.com

ان دو اصولوں کو تسلیم کر کے کہ پاکستان کے نظام تعلیم کی اساس اسلامی ورلڈ ویو پر ہونی چاہیے اور مغربی ورلڈ ویو پر مبنی تعلیم رد کی جانی چاہیے (سوائے کچھ محتاط استفادے کے مشروط اور محدود)۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سکول انتظامیہ کے پاس طلبہ کی اسلامی تعلیم و تربیت کے جو تین بڑے ذرائع ہیں یعنی نصاب، اساتذہ اور ہم نصابی سرگرمیاں، ان میں اسے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے (تفصیل میں جانے کی بجائے ہم محض اشارات پر اکتفا کریں گے تفصیلات کے لیے دیکھیے ہماری کتاب 'ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل')۔

۱۔ نصاب

- ہر سطح کی تعلیم کے تمام مضامین کے نصاب، نصابی کتب اور نصابی مواد کی تدوین نو تعلیم کے اسلامی مقاصد اور تناظر میں کی جائے اور ثنویت کا خاتمہ کیا جائے۔
- انگلش میڈیم کو فی الفور ختم کر کے اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اور انگریزی مڈل سے اختیاری مضمون کے طور پر پڑھائی جائے، انگریزی ذریعہ تعلیم انتہائی غیر سائنسی اور تعلیمی لحاظ سے سخت نقصان دہ ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے ہمارا بروشر 'انگلش میڈیم فائدے اور نقصانات' جو خط لکھ کر بلا معاوضہ طلب کیا جا سکتا ہے)۔
- غیر مسلم اور غیر پاکستانی مؤلفین کی مرتب کردہ نصابی کتابوں کی بجائے معیاری نصابی کتب مقامی طور پر تیار کی جائیں اور غیر ملکی پبلشرز سے معذرت کر لی جائے۔
- غیر ملکی یونیورسٹیوں اور امتحانی بورڈوں کے امتحانات (او اور اے لیول اور یونیورسٹیوں کے سپلٹ پروگرام) ختم کیے جائیں اور مقامی امتحانی نظام کو مؤثر بنایا جائے۔
- نصاب سارے ملک کے لیے یکساں ہونا چاہیے اور یہ شعبہ مرکزی حکومت کے پاس ہونا چاہیے۔
- نصاب میں مؤثر دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہونا چاہیے (موجودہ نصاب خاصا ناقص ہے)
- طالبات کا نصاب ان کی صنفی ضرورتوں کے مطابق طلبہ سے الگ ہونا چاہیے۔

۲۔ اساتذہ

- تربیت کے بغیر کسی استاد کو پڑھانے کی اجازت نہ ہو۔
- تربیت میں فنی پہلو کے ساتھ اخلاقی اور دینی تربیت پر توجہ مرکوز کی جائے اور اساتذہ کو بتایا جائے کہ وہ اپنے طالب علموں کو عملی مسلمان کیسے بنائیں اور خود انہیں رول ماڈل بن کر کیسے دکھائیں؟ کہ یہی ان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔
- اساتذہ کی تنخواہیں اور معاشرتی حیثیت بڑھانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ تا کہ ذہین اور محنتی لوگ اس شعبے میں آئیں۔

Marfat.com

۳۔ انتظامی اقدامات/ ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیاں

- غیر ملکی یونیفارم ختم کر کے مقامی لباس کو رواج دیا جائے اور اسلامی روایات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔
- مخلوط تعلیم ختم کر دی جائے اور تدریسی سطح پر خواتین اور مردوں کا میل جول ختم کر دیا جائے۔
- تربیت کے لیے عملی اقدامات کئے جائیں

(تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب 'تعلیمی ادارے اور کردار سازی' اور پروفیسر محمد سلیم صاحب کی کتاب 'درسگاہ کی ہم نصابی سرگرمیاں')۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سطور بالا میں ہم نے جن امور کی نشان دہی کی ہے، حکومت ان پر عمل کرے اور کرائے لیکن اگر حکومت ان باتوں پر عمل کرنے اور کرانے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر ساری ذمہ داری پرائیویٹ سیکٹر پر آ پڑتی ہے اور دینی جماعتوں اور تحریکوں کا فرض ہے کہ وہ اس تعلیمی صورت حال کی اصلاح کے لیے کوششیں کریں اور تعلیم کے سارے شعبوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق اور مغربی تہذیب کے رد پر مبنی تنظیم نو کے لیے عملی اقدامات کریں مگر ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہماری دینی تحریکوں اور جماعتوں نے اس معاملے کی طرف کما حقہ، توجہ نہیں دی۔ حالانکہ اگر دینی تحریکیں اصلاح تعلیم کی طرف توجہ دیتیں تو وہ یہ کام کر سکتی تھیں اور ایسے تعلیمی ادارے قائم کر سکتی تھیں جو مالی طور پر منفعت بخش نہ بھی ثابت ہوتے تو وہ اصلاح کی خاطر اس مالی خسارے کو برداشت کرتیں لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

اب اس صورت حال میں کہ نہ حکومت نظام تعلیم وتربیت میں مندرجہ بالا دو اصولوں کی بنیاد پر اصلاح کے لیے تیار ہے اور نہ دینی تحریکیں و جماعتیں اس پر کما حقہ توجہ دے رہی ہیں تو اکا دکا چھوٹے اداروں کو چھوڑ کر باقی لوگ تعلیم میں ویسٹرنائزیشن قبول کرنے پر اور برائے نام اسلامائزیشن کا ذکر کر دینے پر قانع ہو گئے ہیں۔ اس مجمع میں وہ لوگ جو ذاتی لحاظ سے دینی پس منظر رکھتے تھے یا کسی دینی تحریک سے وابستہ تھے جب وہ تعلیم میں بزنس کلچر کو قبول کر کے آئے تو اپنے دینی پس منظر کی وجہ سے نعرہ تو انہوں نے اسلامی تعلیم، اسلامی نظام تعلیم اور دین و دنیا کے حسین امتزاج وغیرہ کا لگایا لیکن عملاً وہ ویسٹرنائزیشن کے جال سے نکل بچ نہ سکے اور Compromises پر اتر آئے اور انہوں نے مجبوری اور معاشرے کے دباؤ کے عنوان سے انگلش میڈیم، آکسفورڈ کی کتابیں، او اور اے لیول، مخلوط تعلیم، مغربی یونیفارم وغیرہ کو قبول کر لیا اور اپنا لیا۔ اس رویے کے جو نتائج نکلے وہ یہ ہیں:

- اس تضاد نے ان کو غیر مؤثر کر دیا کیونکہ نظریاتی اور نفسیاتی لحاظ سے تحرک اور فعالیت اسی وقت آتی ہے جب ذہنی اور فکری یکسوئی ہو اور یہاں اسی کا فقدان ہے۔
- بعض پڑھے لکھے لوگوں نے ان Compromises کو فلاسیفائز کرنے کی کوشش شروع کر دی اور کہنا شروع کر دیا کہ عصر حاضر میں اسلامی تعلیم کا صحیح تصور اور طریقہ ہی یہ ہے اور یہ کہ اسلام زمانے کے ساتھ چلنے سے منع تو نہیں

Marfat.com

کرتا وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر چہ ایسے لوگ اسلامی تحریکوں، تنظیموں کی پبلک میٹنگوں میں مدافعانہ رویہ اختیار کرتے ہیں لیکن اپنے نجی حلقے میں اور اپنے تعلیمی اداروں میں وہ اپنے نقطۂ نظر کو مدلل بنا کر پیش کرتے اور اپنے رویے کو justify کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

- اس رویے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس نے مسلم معاشرے میں مغرب کی ملحدانہ فکر و تہذیب سے مرعوبیت پیدا کی ہے، معاشرہ مغرب زدہ ہو رہا ہے اور مسلم معاشرے میں مغرب کے علمی، فکری تعلیمی اور تہذیبی غلبے کی راہ ہموار ہوئی ہے اور ان شعبوں میں اسلامی فکر و تہذیب پسپا ہوئی ہے۔
- ان دینی عناصر کے ادارے (سول سوسائٹی کے دیگر تعلیمی اداروں سے مل کر) مغربی اثرات کے تحت مسلم معاشرے کی اس معاشی و معاشرتی طبقہ واریت کو مستحکم کر رہے ہیں جن کی بنیاد نظام سرمایہ داری پر ہے اور جس میں ہر سطح کا نچلا طبقہ معیار زندگی کی دوڑ میں اوپر والے طبقے میں شامل ہونا چاہتا ہے اور جیسا کہ تفصیلاً آگے ذکر آئے گا کہ اوپر کا ہر طبقہ مغرب زدگی میں آگے بڑھ رہا ہے اور اسلامیت میں پیچھے جا رہا ہے۔
- بعض اوقات یہ تضاد بھی سامنے آتا ہے کہ ایک دینی تحریک یا جماعت سیاسی سطح پر مغرب کی مخالفت کر رہی ہوتی ہے لیکن تعلیمی سطح پر اس سے وابستہ افراد اور ادارے مغربی نظام تعلیم کو فروغ دے رہے ہیں۔

ہماری رائے میں یہ نتیجہ ہے ایمان کی کمزوری کا اور مغربی فکر و تہذیب کے غلبے اور اس کے اثرات کو قبول کرنے کا (خواہ وہ لاشعوری ہی کیوں نہ ہو)۔ اگر اخلاص ہوتا اور ایمان مضبوط ہوتا تو ان دینی عناصر کو چاہیے تھا کہ مسلم نظام تعلیم میں مغرب کے اثرات کی مزاحمت کرتے اور اسی بنیاد پر اپنے تعلیمی ادارے چلاتے۔ اس سے ممکن ہے ان کو آمدنی کم ہوتی لیکن اس ایثار سے معاشرہ اسلام کے قریب آتا اور مغرب کی ملحدانہ فکر و تہذیب سے دور ہوتا اور ہمیں یقین ہے کہ اگر ان عناصر کا رویہ مستحکم رہتا اور اس میں تسلسل رہتا تو جلد یا بدیر معاشرہ بھی ان کے نقطۂ نظر کو سمجھنے لگتا اور جدید تعلیم کو اسلامی رنگ دینے کے عمل کو اسلامی کاز سمجھنے لگتا اور یوں معاشرے کی حمایت ان عناصر کو میسر آ جاتی۔ ہمارے معاشرے میں دینی مدارس کا کامیابی سے چلتے رہنا بلکہ ان میں دن بدن اضافہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ قوم تعلیم کے جس کام کو 'دینی کام' سمجھتی ہے اس کے لیے پھر مالی وسائل کی کمی نہیں رہنے دیتی۔ لیکن بدقسمتی سے ان دینی عناصر نے اپنے مؤقف پر قائم رہ کر اسے عوام میں پھیلانے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کی بجائے تعلیم میں مغربی تہذیب کا بزنس کلچر اور فیسوں اور ٹیوشنوں کا نظام قبول کر لیا جس کے نتیجہ میں اسلام تو آیا نہیں (اور منطقی طور پر آنا بھی نہیں چاہیے تھا) البتہ مغربیت، سکہ رائج الوقت بن چکی ہے اور معاف کیجیے گا مغرب زدگی کا مطلب ہے اسلام کی نفی اور دیس نکالا اور مغرب کی ملحدانہ تہذیب اور کافرانہ اقدار کا غلبہ۔

سوال:......آپ نے کافی تفصیل سے ہمارے سوال کا جواب دیا ہے لیکن معاف کیجیے گا ہمیں دوٹوک انداز میں اس کا جواب نہیں ملا کہ تعلیم میں بزنس کلچر اور اس کے نظریاتی پہلو میں ہم آہنگی کیسے پیدا کی جائے اور موجودہ ماحول میں ان

Marfat.com

دونوں چیزوں کو ساتھ رکھ کر کامیاب تعلیمی ادارہ کیسے چلایا جائے؟

جواب:......آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے مناسب محسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے اسلامی، معاشی، سماجی اور تعلیمی حالات کا ایک معروضی جائزہ لیں جو ہمارے مطالعے، مشاہدے اور فہم کی حد تک یہ ہے:

ا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا پاکستانی معاشرہ سماجی اور معاشی لحاظ سے کئی طبقات میں بٹ چکا ہے:

ا۔ بہت امیر ۲۔امیر ۳۔اعلیٰ متوسط طبقہ ۴۔متوسط طبقہ ۵۔نچلا متوسط طبقہ ۶۔غریب ۷۔بہت ہی غریب

۲۔ مغربی اثرات۔کے قبول وعدم قبول اور دینی تعلیمات واقدار پر عمل وعدم عمل کے حوالے سے بھی پاکستانی معاشرہ کئی طبقات میں تقسیم ہو چکا ہے۔

		مغربی تہذیب کی قبولیت	اسلامی اثرات
- بہت امیر طبقہ		90٪	10٪
- امیر طبقہ		80٪	20٪
- اعلیٰ متوسط طبقہ		65٪	35٪
- متوسط طبقہ		50٪	50٪
- نچلا متوسط طبقہ		40٪	60٪
- غریب	لاتعلقی 40٪	30٪	30٪
- بہت غریب	لاتعلقی 60٪	20٪	20٪

اس تقسیم پر تبصرے کے حوالے سے ہمارے دو ملاحظات ہیں:

i......ایک چیز جو ان سب طبقات میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے وہ یہ کہ ہر سطح کا نچلا طبقہ چھلانگ لگا کر اوپر کے طبقے میں شامل ہونا چاہتا ہے اور یہ چھلانگ نہ صرف معاشی ہوتی ہے بلکہ دینی اور معاشرتی بھی ہوتی ہے یعنی نچلے طبقے کا فرد جب معاشرتی لحاظ سے اوپر کے طبقے میں شامل ہوتا ہے تو اس طبقے کے معاشرتی اور دینی رویے بھی اپنا لیتا ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کہہ سکتے ہیں ان میں مغربی تہذیب کی قبولیت کا تناسب بڑھتا اور دینی تعلیمات واقدار پر قائم رہنے کا تناسب کم ہوتا جاتا ہے۔

ii......غریب اور امیر طبقات کا تصورِ دین زیادہ تر ''روایتی'' ہے شعوری اور حقیقی نہیں مثلاً غریب آدمی نماز پڑھ کر اور روزے رکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ پورے دین پر عمل ہو گیا۔ اسی طرح امیر طبقہ نماز پڑھ کر یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں چندہ دے کر سمجھتا ہے کہ اس نے دین کا حق ادا کر دیا جب کہ متوسط طبقے کا دین وایمان کچھ شعوری بھی ہوتا ہے، وہ دین کا کچھ مطالعہ بھی کرتا ہے اور دینی حوالے سے عصری تقاضوں کا بھی کچھ ادراک رکھتا ہے چنانچہ یہی طبقہ اکثر و بیشتر جدید دینی تحریکوں اور اداروں کا حصہ بنتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ ہمارے تعلیمی ادارے (بشمول دینی لوگوں کے قائم کردہ جدید تعلیم کے ادارے) ۔الا ماشاء اللہ اس وقت اس طرح کی تعلیم دے رہے ہیں جو مغربیت (ویسٹرنائیزیشن) کو قبول کرتی ہے۔اس کے لئے ان کا بہانہ یا جواز (justification) یہ ہے کہ یہ پبلک کی ڈیمانڈ ہے۔ یہاں چند لمحے رک کر یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ:

۱۔آیا یہ پبلک کی ڈیمانڈ ہے؟

۲۔اگر ہے تو کیوں؟

۳۔پبلک کی اس ڈیمانڈ کو پورا کرنے کے طریقے کیا ہو سکتے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں پبلک کی ڈیمانڈ کسی حد تک موجود ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو جان جائیں گے کہ یہ ڈیمانڈ جینوئن نہیں fake ہے: فطری نہیں جعلی (fabricated) ہے اور اسے اہل مغرب نے دنیا پر اپنی ملحدانہ تہذیب کے غلبے اور مسلم معاشروں کو کمزور، محکوم اور اسلام سے دور رکھنے کے مذموم مقاصد سے پروان چڑھایا ہے لہٰذا اس جعلی ڈیمانڈ کو پورا کرنے کی بجائے اسے رد کرنے کی ضرورت ہے اور اگر رد کرنا بوجوہ ممکن نہ ہو تو اس کے امالے کی ضرورت ہے۔

پبلک ڈیمانڈ کے حوالے سے ہم نے سطور بالا میں جو کچھ عرض کیا ہے ہمیں اس کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے:

- دیکھیے! ڈیمانڈ جینوئن بھی ہو سکتی ہے اور غیر جینوئن بھی۔مسلمانوں میں سے جو لوگ تہجد پڑتے ہیں یا فجر کی اذان دیتے ہیں بلکہ عام مسلمانوں کو بھی رمضان میں اس کا تجربہ ہوتا ہے خصوصاً ان کو جو دیہات میں کھلی فضا میں رہتے ہیں اور جو وقت کے لئے شہری لوگوں کی طرح صرف گھڑی پر اکتفا نہیں کرتے کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب بھی طلوع ہوتی ہے۔اسی طرح ہم نے قدرتی طریق علاج پر ایک جرمن ڈاکٹر لوئی کوہنی کی کتاب پڑھی تھی جس میں وہ کہتا ہے کہ جب تک سچی بھوک نہ لگے کھانا مت کھاؤ۔یہ حقیقت ہے کہ کئی لوگ بھوک کے کچے ہوتے ہیں اور ہر چند گھنٹے بعد انہیں کھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ دراصل جھوٹی بھوک (جوع کاذب) ہوتی ہے اور اگر وہ چند گھنٹے مزید نہ کھائیں تو پھر انہیں سچی بھوک لگتی ہے۔

اسی مفہوم میں ہم کہہ رہے ہیں کہ مسلم معاشرے میں مغربی تہذیب سے متاثر و مرعوب نظام تعلیم کی ڈیمانڈ جینوئن نہیں ہے بلکہ لوگ دراصل یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد کو اچھی انگریزی آجائے تاکہ انہیں اچھی ملازمت مل سکے کیونکہ جس کو اچھی انگریزی آتی ہے اسے اچھی ملازمت مل جاتی ہے۔معاشرے میں اس کی ''ٹور'' یعنی عزت ہوتی ہے۔یہ اس لئے بھی ہے کہ پاکستان میں دفتری زبان ابھی تک انگریزی ہے، مقابلے کے امتحانوں کی زبان بھی انگریزی ہے اور اسی لئے پاکستان میں انگریزی پہلی جماعت سے لے کر بی اے تک بطور لازمی مضمون رائج ہے اور اکثر پرائیویٹ سکول انگلش میڈیم ہیں۔

انگریزی زبان اور مغرب سے مرعوب و متاثر نظام تعلیم کا مسلم معاشروں خصوصاً پاکستان میں تسلسل سے جاری رہنا کوئی

Marfat.com

حادثہ نہیں بلکہ یہ مغربی استعمار کی پلاننگ کا ایک حصہ ہے۔ جب مغربی استعمار نے مسلم ممالک پر قبضہ کرلیا تو ہر جگہ اس نے وہاں کا نظام تعلیم ختم کر کے اپنا نظام تعلیم جاری کر دیا تا کہ ان کی نسلوں میں خوئے غلامی رچ بس جائے اور وہ سر اٹھانے اور مزاحمت جہاد اور آزادی کا نہ سوچیں۔

پھر جب مغرب، مشیت ایزدی کے تحت، باہمی جنگوں سے کمزور ہو گیا (جنگ عظیم اوّل و دوم میں) تو وہ مسلم ممالک کو آزادی دینے پر مجبور ہو گیا جب کہ مسلم ممالک میں ہر جگہ آزادی کی تحریکیں بھی چل رہی تھیں لیکن استعمار نے جانے سے پہلے یہ انتظام کیا کہ نو آزاد ممالک میں حکمران انہی کی مرضی کے رہیں، سول اور فوجی بیوروکریسی ان کی پسند کی رہے، تعلیمی نظام، معاشی نظام، سیاسی نظام، قانونی نظام۔۔۔ سب میں اسی کی مرضی چلے اور اس کے لئے جو حکمت عملی اس نے وضع کی اس میں وہ کامیاب رہا۔ اسی لئے ہم کہہ رہے ہیں کہ اگر پاکستان میں مغرب سے متاثر و مرعوب تعلیمی نظام ہے اور انگریزی زبان اور کلچر کا غلبہ ہے تو یہ کوئی حادثہ نہیں بلکہ یہ مغرب کی پلاننگ کا نتیجہ ہے۔ اور مغرب کی سرمایہ دارانہ اور تاجرانہ ذہنیت نے اسے یہ سکھایا ہے کہ پہلے ڈیمانڈ پیدا کرو تو مارکیٹ اور بازار کے اصولوں کے مطابق سپلائی کے ذرائع خود بخود حرکت میں آجائیں گے چنانچہ جب استعمار نے برصغیر میں ڈیمانڈ یہ پیدا کی کہ ملازمت اسے ملے گی جسے اچھی انگریزی آتی ہوگی تو ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانوں میں سے ہی بعض لوگ اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ ڈیمانڈ ہم پوری کریں گے۔ برصغیر میں اس کے بانی سرسید احمد خان تھے۔

غرض سادہ لوح مسلم عوام تو غلط نظام تعلیم اور غلط نظام حیات کی وجہ سے بیماری کی اصل جڑ کا ادراک ہی نہیں رکھتے وہ تو محض اچھی ملازمتوں اور اچھے روزگار کے متلاشی ہیں۔ اہل مغرب کی ہوشیاری یہ ہے کہ انہوں نے ملازمتوں کے اس نظام کو ابھی تک انگریزی اور انگریزی نظام تعلیم سے باندھا ہوا ہے۔ آج انگریزی کو اس مقام سے ہٹا کر اردو اور اسلامیات کو اس کی جگہ دے دیں تو لوگ انگریزی چھوڑ کر اردو اور اسلامیات پڑھنے لگیں گے۔ جامعہ رحمانیہ لاہور کے مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی بتاتے ہیں کہ جب جنرل ضیاء الحق نے عدالتی نظام کو اسلامی بنانے کی کوشش کی اور قاضی کورٹس بنانے کا اعلان کیا تو ہم نے قاضی کلاسیں شروع کر دیں۔ پہلے گروپ میں چند لوگ آئے، دوسرے میں درخواستوں کی تعداد سیکڑوں اور تیسرے میں ہزاروں تک پہنچ گئی اور وزیروں کے سفارشی فون آنے لگے اور ہم نے فضلاء کے لئے سعودی عرب کی ایک جامعہ سے بات کر کے کچھ تربیت کا وہاں انتظام بھی کرلیا۔ لیکن جب قاضی کورٹس عملاً نہ بنیں تو لوگوں کا رجحان بھی نہ رہا۔ اور اب وہی جامعہ رحمانیہ ہے اور وہی حافظ مدنی ہیں لیکن نہ کوئی قاضی کلاس وہاں ہوتی ہے اور نہ کوئی قاضی کلاس میں داخلہ لینے والا ہے۔ تو خلاصہ یہ کہ انگریزی اور انگریزی نظام تعلیم کی جعلی ڈیمانڈ انگریز نے پیدا کی ہے۔

اس کا حل کیا ہے؟ اگر مسلم عوام و خواص کو اس مرض کا ادراک ہو جائے تو اس نظام کو بدلا جا سکتا ہے لیکن جن لوگوں نے سیاسی جدوجہد کے ذریعے اس نظام کو بدلنے کی کوشش کی انہیں بوجوہ اس میں ناکامی ہوئی (جس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع

Marfat.com

نہیں) چنانچہ اب اس نظام کو اگر ہم ختم نہیں کر سکتے، اس کا ازالہ نہیں کر سکتے تو اس کی اصلاح اور امالہ تو کر سکتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ معاشرہ کے ذہین، اسلامی اور مخیر عناصر مل کر ایسے تعلیمی ادارے قائم کریں جن میں انگریزی تو اچھی ہو لیکن انگریزی کلچر کا غلبہ نہ ہو۔ سوشل سائنسز ایسے پڑھائی جائیں کہ اس میں مغربی علم کے ساتھ اسلامی علم اور روح بھی ان میں موجود ہو۔ یہ کام ہو سکتا ہے اور حکومت کی مدد کے بغیر بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے ایسے ذہن کی ضرورت ہو جو محض تاجرانہ نہ ہو بلکہ مذکورہ اصلاح اور امالے کے لئے مخلص اور کمٹڈ ہو اور وہ کوشش کرے کہ Compromises کم سے کم ہوں اور اسلامی مقاصد بھی حاصل ہو جائیں۔ پاکستانی معاشرے کی طبقاتی تقسیم کے تناظر میں اس کام کی حکمت عملی یہ ہو سکتی ہے:

- جہاں تک غریبوں کے لئے تعلیمی اداروں کا تعلق ہے تو چونکہ وہ مالی طور پر محتاج ہیں اور اسلامیت کے بھی مخالف نہیں لہٰذا معاشرہ اور اسلامی NGOs منظم ہو کر مطلوبہ اسلامی تعلیم کا انتظام کر سکتی ہیں مطلب یہ کہ یہاں بڑی حد تک کلی اصلاح ممکن ہے۔
- متوسط طبقے کے لئے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جن میں انگریزی تو بہت اچھی ہو لیکن انگریزی نظام کی شیطانی روح اس میں موجود نہ ہو۔ گویا یہاں compromises کو minumum یعنی کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ایک ادارے کے خدوخال نیچے دیے جا رہے ہیں:
- امیروں کے لئے ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جہاں ان compromises کو مجبوراً قبول کر لیا جائے لیکن اگر اخلاص نیت اور کمٹمنٹ ہو تو موزوں نصاب، اساتذہ اور تعلیمی ماحول کے ذریعے ایسے حالات پیدا کئے جا سکتے ہیں کہ ان اداروں سے نکلنے والے طلبہ بھی معاشرے کے اسلامی آئیڈیلز سے دور نہ ہوں بلکہ انہیں سمجھتے ہوں، ان سے ہمدردی رکھتے ہوں اور ان میں سے کچھ ایسی سعید روحیں بھی نکل آئیں گی جو سو فیصد حق کو قبول کر لیں اور اسلام کے حق میں توانا آواز بن کر کھڑی ہو جائیں۔ اس طرح کے مجوزہ سکول کا مختصر خاکہ بھی آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

متوسط طبقے کے لئے امالے کے اصول پر مجوزہ سکول کے خدوخال

۱۔ اس تعلیمی پراجیکٹ کو کامیاب بنانے کی پہلی ضرورت اخلاص اور کمٹمنٹ کی ہے یعنی سکول انتظامیہ یہ عہد کرے کہ محض پیسے کے لئے اپنے اسلامی اور تعلیمی اہداف سے ہٹنا نہیں بلکہ اصلاح کے لیے ڈٹے رہنا ہے۔

۲۔ دوسری شرط کوالٹی کی ہے کہ آپ عملاً کوالٹی ڈیلیور کریں، محض نعرے نہ لگائیں۔ اس مجوزہ سکول میں کوالٹی کیسے آ سکتی ہے؟ اس کے لئے چند تجاویز درج ذیل ہیں:

i......سکول خوبصورت اور صاف ستھرا ہو۔ پھول، پودے، گملے، درخت، کیاریاں اور روشیں ہوں۔ کمروں میں رنگ و روغن ہو چکا ہو۔ فرنیچر پالش شدہ ہو ٹوٹا ہوا نہ ہو۔

iii......سکول میں نظم و ضبط ہو، ہڑبونگ اور شور شرابا نہ ہو۔ سکول کے سارے پروگراموں میں وقت کی پابندی کی

Marfat.com

جائے۔

iiii...... اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ ہوں (اگر کوئی ڈگری نہ ہو تو سکول خود ان کی ٹریننگ کرے) یعنی انہیں پڑھانے کا فن آتا ہو۔ وہ مہذب ہوں، طلبہ کو مار پیٹ اور سختی نہ کریں، گالی نہ دیں۔ اساتذہ کو معقول معاوضہ ملنا چاہیے تاکہ وہ مایوس اور بددل نہ ہوں اور سکول چھوڑ کر دوسری جگہ بہتر جاب کا نہ سوچیں۔

iv...... ماہانہ اور سہ ماہی ٹیسٹ لئے جائیں جن کا نتیجہ والدین کو بھجوایا جائے۔ اس کے علاوہ بھی والدین سے رابطہ رکھا جائے۔

v...... طے شدہ فیس کے علاوہ والدین سے حیلے بہانے پیسے نہ بٹورے جائیں۔

vi...... بچے خود اور ان کا یونیفارم صاف ستھرا ہو۔

vii...... ہوم ورک باقاعدگی سے چیک کیا جائے (بہتر یہ ہے کہ سکول ہی میں کروا دیا جائے تاکہ بچوں کو ٹیوشن سنٹر نہ جانا پڑے)

viii...... تعلیمی معیار بہت اونچا ہو۔ ٹارگٹ یہ ہونا چاہیے کہ بچے بورڈ کے امتحان میں پوزیشن لیں یا کم از کم سارے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوں۔

ix...... بچوں کی انگریزی (خصوصاً ادائیگی الفاظ) بہت اچھی ہونی چاہیے، اتنی اچھی کہ وہ انگلش میڈیم سکولوں سے بہتر ہو یا کم از کم ان کے مقابلے کی ہو۔

x...... بچوں کو تقریر کی پریکٹس کرائی جائے اور انہیں بیت بازی اور مباحثوں میں شریک کیا جائے تاکہ سکول کے بچے مقامی اور ضلعی تقریری مقابلوں میں جیتیں اور انگلش میڈیم سکولوں کو ہرائیں۔

xi...... بچوں کو ٹور اور پکنک پر لے جایا جائے اور انہیں تاریخی اور مشہور مقامات کی سیر کرائی جائے۔

xii...... سکول مندرجہ بالا نتائج تبھی دے سکتا ہے جب اس کا سربراہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار ہو اور سکول کا وژن اور اسے بلندیوں پر لے جانے کا مشن ہمہ وقت اس کے سر پر سوار رہے۔

ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی سکول ان باتوں پر عمل کرے اور ان اقدامات سے جو اچھے نتائج نکلنے چاہئیں، وہ نکال کر دکھائے تو اسے طلبہ اور فیسوں کی کمی کی شکایت نہیں رہے گی اور اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے گا خواہ سکول انگلش میڈیم نہ ہو اور آکسفورڈ کی کتابیں نہ ہوں۔

امیروں کے لیے ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جہاں ان (compromises) کو مجبوراً قبول کر لیا جائے لیکن اگر اخلاص نیت اور کمٹمنٹ ہو تو موزوں نصاب، اساتذہ اور تعلیمی ماحول کے ذریعے ایسے حالات پیدا کیے جا سکتے ہیں کہ ان اداروں سے نکلنے والے طلبہ بھی معاشرے کے اسلامی آئیڈیلز سے دور نہ ہوں بلکہ انہیں سمجھتے ہوں، ان سے ہمدردی رکھتے

Marfat.com

ہوں اوران میں سے کچھ ایسی سعید روحیں بھی نکل آئیں گی جو سو فیصد حق کو قبول کرلیں اور اسلام کے حق میں توانا آواز بن کر کھڑی ہو جائیں۔اس طرح کے مجوزہ سکول کا مختصر خاکہ یہ ہوسکتا ہے:

اسلامی تربیت کے لئے امالے کے اصول پر امیروں کے سکول کے خدوخال

۱۔ اگر اخلاص ،کمٹمنٹ اور صحیح سمت میں کوششوں میں تسلسل ہوتو انگلش میڈیم، آکسفورڈ کی کتابوں، او اور اے لیول کے باوجود بھی اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔

۲۔ کوالٹی ناگزیر ہے جس کے لئے اساتذہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ،ٹرینڈ اور اچھی تنخواہ کے حامل ہونے چاہئیں۔مطلوبہ اسلامی ذہن کے اساتذہ اگر مارکیٹ سے نہ ملیں تو سکول انتظامیہ کو ذہین اور اسلامیت کو قبول کر سکنے والے تازہ فضلاء (Fresh Graduates) لے کرخود ان کی تربیت کرنا چاہیے۔

۳۔ نصاب میں سکول اپنی طرف سے کچھ اضافی چیزیں پڑھا سکتا ہے۔اس کے لئے ہر کلاس کے نصاب اور طلبہ کی ذہنی و تعلیمی استعداد کو سامنے رکھ کر مواد تیار کرنا ہوگا۔یہ کام بعض جگہوں پر ہو رہا ہے اس لئے اس طرح کا تیار شدہ مواد بھی مل سکتا ہے لیکن اس کے حصول اور مقامی ضروریات کے مطابق اسے Tailor کرنے کے لئے سکول انتظامیہ کو محنت کرنا ہوگی۔(یہ مواد کہاں سے مل سکتا ہے۔اس کے لئے رہنمائی اس" تربیت گائیڈ" میں دوسری جگہ موجود ہے)۔

۴۔ یہ کلیہ ذہن میں رہے کہ اگر استاد اچھا اور موزوں ہوتو وہ نصاب کی خامی اور کمی آسانی سے دور کرسکتا ہے خواہ اضافی نصابی مواد نہ بھی موجود ہو۔استاد کی تربیت کرتے وقت اس کے ذہن نشین کر دیا جائے کہ وہ مدرس (teacher) نہیں مربی (mentor) ہے۔

۵۔ سکول میں انتظامیہ ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں کے ذریعے ایسا ماحول پیدا کرسکتی ہے جس میں بچوں کی اسلامی تربیت ہو(یہ ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیاں کیا ہوسکتی ہیں؟ اس کی تفصیل اس" تربیت گائیڈ" میں دوسری جگہ موجود ہے)۔

۶۔ انگلش میڈیم میٹرک میں بہت اچھی نصابی کتب موجود ہیں۔او اور اے لیول میں بھی اسلامک سٹڈیز موجود ہے اور اگر اس مضمون کا استاد اپنے مضمون کا ماہر اور اس سے لگن رکھنے والا ہو، تو وہ بہت کام دکھا سکتا ہے۔اگر لوگ اسلامیات سے الرجک ہوں تو 'ethics' کے عنوان سے ڈسپلن رکھ کر بالواسطہ طور پر اسلامی اخلاقیات کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔

ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر امیروں کے سکول کی انتظامیہ اسلامی اہداف حاصل کرنے کے لئے مخلص ہوتو وہ ایسا کرسکتی ہے لیکن اس کے لئے کمٹمنٹ ،صحیح سمت میں جدو جہد اور جرأت ضروری ہے۔جہاں تک سمت (direction)،طریق کار اور حکمت عملی (methodology) کا تعلق ہے تو اس" تربیت گائیڈ" میں اس موضوع پر کافی رہنمائی موجود ہے۔

اسلامی تربیت کے لئے سکول انتظامیہ کا طریق کار

ہم شروع میں ذکر کر چکے ہیں کہ طلبہ کی اسلامی تربیت اور شخصیت کی تعمیر کے لئے سکول انتظامیہ کو جو وسائل (tools)

Marfat.com

درکار ہیں وہ تین ہیں: ۱۔نصاب ۲۔اساتذہ ۳۔تعلیمی ادارے کا ماحول۔ ان تینوں کے بارے میں اختصار کے ساتھ ذکر سطور بالا میں آچکا، ان کی تفصیل اسی باب میں آگے آرہی ہے لہٰذا ہم یہاں موضوع کو مکمل کرنے کی خاطر بعض اشارات پر اکتفا کریں گے:

نصاب

۱۔ نصاب میں مؤثر دینی تعلیم شامل کرنا

۲۔ دیگر علوم خصوصاً سوشل سائنسز کی اسلامی تناظر میں تدوین نو

۳۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں ایسے مواد کا انتخاب جو تربیت میں مدد ہو

۴۔ مذکورہ دونوں اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حسب ضرورت اضافی مواد کی تیاری

۵۔ جہاں ممکن ہو وہاں پورے نصابی ڈھانچے پر نظر ثانی او:اس کی تدوین نو

۶۔ مارکیٹ میں موجود نصابی کتب اور مواد میں سے اسلامی حوالے سے احسن ترین اور موزوں ترین کتب و مواد کی تلاش اور انتخاب۔

استاد

۱۔ ایسے اساتذہ کا حصول جو سکول کے وژن اور مشن سے متفق ہوں اور اس کے لئے جذباتی لگن رکھتے ہوں

۲۔ ایسے اساتذہ اگر مارکیٹ سے نہ ملیں تو فریش گریجوایٹس ہائر کر کے خود ان کی تربیت کرنا

۳۔ مذکورہ تربیت میں فنی اور پیشہ ورانہ پہلوؤں کے ساتھ اس امر پر ترکیز کہ خود اچھا مسلمان کیسے بننا ہے اور طلبہ کو کیسے بنانا ہے؟ اساتذہ کو بہت اچھی تنخواہ دینا

۴۔ ایسے پرنسپل کا انتخاب جو اس مقصد کے لئے ٹیم کی رہنمائی کر سکے اور ٹیم کو متحرک کر کے اہداف حاصل کر سکے۔

تعلیمی ادارے کا ماحول

۱۔ اس کے لئے ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیوں کی تنظیم۔ان سرگرمیوں کی تفصیل اس ہینڈ بک میں دوسری جگہ موجود ہے بطور مثال:

طلبہ کے درمیان تقریری و تحریری مقابلے اور ان میں ایسے موضوعات کا انتخاب جو اسلامی ہوں۔ ہر طالب علم کی فائل بنانا جس میں تربیتی حوالے سے اس کا ریکارڈ ہو۔طلبہ کی تربیت کے لئے لائحہ عمل تیار کرنے اور تربیتی مسائل کے حل کے لئے تربیت کمیٹی کا قیام اور اسے فعال، متحرک اور مؤثر بنانا۔تربیت کے حوالے سے والدین سے رابطہ اور ان کا تعاون حاصل کرنا۔ کھیل اور تعمیری تفریح کے مواقع مہیا کرنا۔سکول میں اچھی لائبریری قائم کرنا اور اس سے استفادے کے عملی مواقع دینا۔ سکول اور ہوم ورک کے لئے ٹائم ٹیبل بنانا اور اس پر مؤثر عمل درآمد.... **وغیر ذلک**

Marfat.com

تربیت طلبہ میں نصاب کا کردار

نصاب سے مراد یہ ہوتی ہے کہ طلبہ کو پڑھایا کیا جائے گا اور نصابی کتب اس مواد کی نمائندگی کرتی ہیں جو پڑھایا جانا مطلوب ہوتا ہے۔

نصاب کی اہمیت

سطور بالا کی بحث سے واضح ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم خصوصاً نصاب میں دو خصوصیات ہونی چاہئیں۔ ایک یہ کہ وہ اسلامی ورلڈ ویو پر مبنی ہو اور دوسرے یہ کہ اس میں اسلام مخالف مغربی ورلڈ ویو پر مبنی نقطۂ نظر رد کر دیا جائے۔ یہ نقطہ نہ صرف موجودہ تعلیم ونصاب کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو میں اساسی اہمیت رکھتا ہے بلکہ تربیت اور تعمیر شخصیت وکردار میں بھی بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت ہمیں تب سمجھ میں آسکتی ہے جب ہم یہ پیش نظر رکھیں کہ انسانی شخصیت کس طرح وجود میں آتی ہے۔ اگر کسی نے نفسیات پڑھی ہو تو وہ اس بات کو بہت آسانی سے سمجھ سکتا ہے (اور نہ پڑھی ہو تو بھی اس کی تفہیم بہت مشکل نہیں ہے) کہ نفس انسانی میں (اسلامی روایت کی رو سے قلب میں اور مغربی اصطلاح میں دماغ میں) کچھ کچے پکے خیالات کے ہیولے (حدث یا Images) ابھرتے ہیں جن کا منبع حواس سے وصول ہونے والا ڈیٹا یا ماورائے حواس [غیب] ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تجزیہ وتنقیح، سوچ بچار اور دل ودماغ کو مسلسل موصول ہونے والے سگنلز یا ڈیٹا میں ہم آہنگی کی وجہ سے کچھ امیجز واضح خیالات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کے پراسیس کے جاری رہنے سے یہ خیالات پختہ ہونے لگتے ہیں اور ان پر عمل کی نیت پیدا ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے ارادے کی شکل اختیار کرتی ہے۔ ارادہ جب پختہ ہو جاتا ہے تو عزم ابھرتا ہے اور خیالات کے مطالبے اور ضرورت کے مطابق قوائے جسمانی کو حرکت دیتا ہے تو عمل وجود میں آتا ہے۔ دل ودماغ میں ہونے والا یہ پراسیس جاری رہے تو عمل بار بار وقوع پذیر ہوتا ہے اور عادت بن جاتا ہے۔ یہی عادتیں اور رویے تکرار سے پختہ ہو کر نفس کو ایک خاص منہج اور شکل دے دیتے ہیں جسے ہم شخصیت کہتے ہیں۔ یہ بات مسلمان ماہرین علم النفس نے بھی کہی ہے جیسے غزالی اور ابن سینا وغیرہ اور جدید نفسیات اور علم فزیالوجی و نیورالوجی بھی اسی کی تصویب کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شخصیت کے بننے اور ایک خاص رخ، شکل، منہج، کردار اختیار کرنے کا انحصار اس امر پر ہے کہ اسے خیالات کا ہم آہنگ ڈیٹا بار بار اور مسلسل ملتا رہے۔ اگر یہ ہم آہنگی نہ ہوگی تو خیالات پختہ ہو کر نیت، ارادے اور عزم کو حرکت میں نہ لاسکیں گے۔ گویا اعمال وکردار کا منبع ہے فکری یک سوئی۔ اور مسلمان آج کردار اور قوت عمل وحرکت سے اس لیے محروم ہیں کہ وہ فکری یک سوئی سے محروم ہیں اور وہ فکری یک سوئی سے اس لیے محروم ہیں کہ ان کے دل ودماغ کو ہم آہنگ خیالات کا ڈیٹا نہیں ملتا۔ کچھ باتیں وہ اسلام کی سیکھتے ہیں تو کچھ مغربی فکر وتہذیب کی جو خلاف اسلام ہوتی ہیں، اس سے ذہنی، قلبی اور فکری

Marfat.com

انتشار پیدا ہوتا ہے اور آدمی قوت عمل اور کردار سے محروم ہو جاتا ہے۔

قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ یہ نصاب اور نصابی کتب ہوتی ہیں جو ہمیں ہمارے اعمال کے لیے ڈیٹا فیڈ کرتی ہیں۔ جیسا ڈیٹا فیڈ ہوگا ویسے ہی اعمال، عادتیں اور رویے بنیں گے اور کردار و شخصیت بنے گی۔ لہٰذا اگر ہم اپنی نئی نسل کو باعمل مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو یہ بالکل ناگزیر ہے کہ ہمارا نصاب اور نصابی کتب سو فیصد اسلامی مواد پر مبنی ہوں اور ان میں ایک فیصد بھی غیر اسلامی (خصوصاً مغربی فکر و تہذیب جو اپنی اساس میں غیر اسلامی ہے) نہ ہو تاکہ طلبہ کے ذہن میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی مُطالبات کے حوالے سے فکری یکسوئی پیدا ہو اور ان کا کردار سو فی صد مطابق اسلام ہو۔

نصاب کی نوعیت

یہ بھی ذہن میں رہے کہ علم (جس کا اظہار تعلیمی ادارے میں نصابی کتب کی صورت میں ہوتا ہے) کوئی بین الاقوامی نوعیت کی معروضی چیز نہیں ہوتی جو سب انسانوں اور معاشروں کے لیے یکساں طور پر مفید، قابل عمل اور قابل قبول ہو بلکہ کسی بھی تہذیب میں علم (Knowledge) ہمیشہ فلسفۂ علم (Epistemology) کی پیداوار ہوتا ہے اور فلسفۂ علم ہمیشہ اس کے ورلڈ ویو (تصور انسان، تصور کائنات اور تصور الٰہ) یا عقیدے کی پیداوار ہوتا ہے۔[1] مثلاً مغرب میں علم انسانی حسی (Sence) خصوصاً مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہونے والی ان معلومات کا نام ہے جن کی عقلی توجیح ممکن ہو اور اس فلسفۂ علم کی بنیاد ان کا وہ ورلڈ ویو ہے جو مبنی ہے ہیومنزم (انسان اپنا خدا خود ہے)، سیکولرزم (اگر کوئی خدا ہے بھی تو یہ فرد کا ذاتی معاملہ ہے، معاشرے اور ریاست کے امور میں اسے مداخلت کا کوئی حق نہیں)، کیپٹل ازم (دنیا اور اس کی آسائشیں اور راحتیں ہی بہر قیمت مطلوب و مقصود ہونی چاہئیں اور آخرت کے تصور کو اس میں آڑے نہیں آنے دینا چاہیے) اور اس ورلڈ ویو کے نتیجے میں ابھرتا ہے ان کا فلسفۂ علم جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ علم نتیجہ ہے انسانی عقل پر مبنی تجربے اور مشاہدے کا اور اس میں وحی اور دین (یعنی آسمانی ہدایت) کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ ان کی تعلیمات اکثر و بیشتر توہمات پر مبنی ہوتی ہیں۔

مغربی تہذیب یا موجودہ مغرب کا سارا علم اسی بنیاد پر مبنی ہے اور جس کا اظہار ہمارے سامنے نصابی کتابوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کے ورلڈ ویو میں بنیادی اہمیت باری تعالیٰ کے وجود کو حاصل ہے اور مسلمانوں کا تصور الٰہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی انسان اور کائنات کا مالک و خالق ہے اور اس کے نفع نقصان اور زندگی و موت پر قادر ہے اور وہی ہادی ہے (توحید)، وہ اپنی ہدایت بذریعہ فرشتہ و کتاب (وحی) اپنے منتخب انسانوں تک پہنچاتا ہے جو اسے عام انسانوں تک منتقل کرتے ہیں (رسالت)۔ اور یہ کہ دنیا ہی سب کچھ نہیں بلکہ دنیا کی یہ زندگی عارضی اور وقتی ہے اور ہمیشہ کی زندگی انسان

[1] یہ بات ہم ہی نہیں کہہ رہے بہت سے مغربی مفکرین مثلاً کوہن اور پوپر وغیرہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

کے مرنے کے بعد شروع ہوگی جس میں انسان کو دنیا میں اپنے اختیار کردہ طرزِ عمل کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا (آخرت) ۔اور اس عقیدے اور ورلڈ ویو کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو فلسفۂ علم اللہ نے عطا کیا ہے وہ یہ ہے کہ علم کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (الکتاب) اور دنیا میں انسان اپنے تجربے اور کائنات میں تصرف سے جو معلومات حاصل کرتا ہے اور جن علوم و معارف کو ترتیب دیتا ہے انہیں بھی الکتاب کے مفاہیم و مقاصد کے مطابق ہونا چاہیے (الحکمۃ) اور یہ کہ علم اور تعلیم سے اصل مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی کی ایسی تربیت ہو جائے کہ وہ دنیا کی زندگی میں اللہ کی عبادت و اطاعت کا خوگر ہو جائے تا کہ آخرت میں کامیاب رہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی نعمتوں کا مستحق ٹھہرے۔

مندرجہ بالا مختصر بحث کے نتیجے میں آسانی سے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ایمان و عقل دونوں کا یہ تقاضا ہے کہ ان کا علم اور نصابی کتب ''الکتاب'' پر مبنی ہونی چاہئیں اور علوم حکمہ بھی قرآن کے مطابق ہونے چاہئیں اور اس کے خلاف نہیں ہونے چاہئیں اور علوم کتاب و حکمہ کی تعلیم و تدریس ایسے ہونی چاہیے کہ طالب علم اسلامی تعلیمات کے حوالے سے فکری طور پر یکسو ہو جائے اور ان پر عمل کی ترغیب و تادیب (تربیت) عمل تعلیم و تدریس کا لازمی جزو ہونی چاہیے کہ اس کے نتیجے میں نفس انسانی کا تزکیہ ہو جائے اور الٰہی احکام پر عمل (عبادت و اطاعت) اس کے لیے آسان ہو جائے۔

نصابی لائحۂ عمل

سطور بالا کی بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پاکستان میں نصاب تعلیم اسلام پر مبنی ہونا چاہیے تا کہ مسلمان طالب علم میں فکری یکسوئی پیدا ہو اور وہ تزکیۂ نفس کے ذریعے عملی مسلمان بن کر دنیا میں اللہ کے راستے پر چلتے ہوئے آخرت میں اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکے اور اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ نصاب پر مغرب کی ملحدانہ و خلاف اسلام فکر و تہذیب کی پرچھائیں نہ پڑنے دی جائے تا کہ مسلمان طالب علم فکری یکسوئی سے محروم ہو کر اور فکری انتشار اور ذہنی ژولیدگی میں مبتلا ہو کر دنیا میں باعمل مسلمان بننے کی نعمت سے اور آخرت میں اللہ کی خوشنودی کے حصول سے محروم نہ ہو جائے۔

یہ بھی واضح ہے کہ اس وقت پاکستان میں مروج نصاب ان خوبیوں کا حامل نہیں لہٰذا موجودہ نصاب کی اصلاح اور اس پر نظر ثانی اور اس کی تشکیل و تدوینِ نو ضروری ہے۔ اس کے لیے اولاً نصاب کے مقاصد میں صراحت سے اس کا ذکر ہونا چاہیے کہ تعلیم و تدریس سے مقصود اسلامی تعلیمات پر فکری لحاظ سے یکسوئی پیدا کرنا اور عمل کی ترغیب و تشویق ہے۔ تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے سکول کے نصاب میں جو تغیرات درکار ہیں، اب ہم ان کی طرف آتے ہیں:

۱۔ نصاب سے ثنویت کا خاتمہ کیا جائے۔ یہ تصور کہ جدید علوم کی تعلیم مذہبی تعلیم و تربیت سے عاری ہو اور دینی مدارس میں مذہبی تعلیم دنیوی اور معاصر علوم سے تہی دست ہو، سیکولرزم پر مبنی اور صریحاً خلاف اسلام ہے۔ اس نے فرد اور مسلم معاشرے و ریاست کو اسلام سے دور کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور اس اصول و اسلوب کو رد کر کے جدید تعلیم میں مذہبی تعلیم و تربیت کو شامل کرنا ازبس ضروری ہے۔

Marfat.com

۲۔ اسلامیات کے موجودہ ناقص نصاب پر نظر ثانی کی جائے اور اسے متوازن، جامع اور موثر بنایا جائے۔ اس میں تین پہلوؤں پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے ایک اللہ سے مضبوط تعلق اور آخرت کی فکر کہ ان کے بغیر مسلمان کے کردار میں مثبت تبدیلی آ ہی نہیں سکتی۔ دوسرے دین کا جامع تصور کہ عبودیت صرف نماز روزے اور چند مظاہر تقویٰ کا نام نہیں بلکہ حسنِ عبادت کے ساتھ ساتھ زندگی کے سارے پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے اور تیسرے یہ کہ ایک مسلمان کی آخری غایت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہے۔

۳۔ مطالعۂ قرآن وحدیث کے نام سے پہلی جماعت سے لے کر ثانویہ (ایف اے) تک ایک نیا لازمی مضمون متعارف کرایا جائے تاکہ طلبہ کو قرآن وسنت کی نصوص کے مطالعہ کا براہ راست موقع مل سکے۔

۴۔ عربی زبان بھی تیسری جماعت سے لے کر میٹرک تک ہلکے پھلکے اور دلچسپ انداز میں لازمی ہوگی تاکہ طلبہ قرآن حکیم اور احادیث رسول ﷺ کو براہ راست سمجھنے کے قابل ہوسکیں۔

۵۔ چھٹی سے ایف اے تک آرٹس، سائنس، کامرس کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ گروپ، کا تخصص بھی جاری کیا جائے تاکہ جو طلبہ بی ایس/ ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ میں کرنا چاہتے ہیں انہیں مضبوط بنیاد مل جائے اور وہ اسلامیات لازمی کے ساتھ اسلامیات اختیاری بھی پڑھ سکیں۔

۶۔ عمرانی علوم (Social Sciences) کی تدوین نو کی جائے اور انہیں اسلامی تناظر میں اس طرح مدون کیا جائے کہ وہ ان علوم کا مطالعہ کرنے والوں کی ذہن سازی اسلامی نقطۂ نظر سے کرے۔

۷۔ نیچرل سائنسز، فنون اور مہارتوں کی تعلیم کو بھی اسلامی اسلوب میں مدوّن کیا جائے۔

۸۔ اس اصول کو اپنانے کے بعد کہ ہمیں نصاب سازی اسلامی اصولوں کے مطابق کرنی ہے اور مغربی فکر وتہذیب کو رد کرنا ہے، عمرانی وسائنسی علوم کی تعلیم وتدریس میں مغرب کی علمی وفنی ترقی سے جزوی استفادہ کیا جاسکتا ہے جس کی شرط یہ ہے کہ اہل مغرب کے وہ تصورات ومعلومات جو خلاف اسلام نہ ہوں انہیں لے کر پہلے اسلامی قالب میں ڈھالا جائے اور پھر جزو نصاب بنایا جائے۔ اور یہ کام صرف وہ سکالرز اور ماہرین تعلیم کریں جو مغرب کے حوالے سے تنقیدی ذہن رکھتے ہوں۔

۹۔ نصاب سارے ملک کے لیے یکساں ہونا چاہیے اور یہ شعبہ مرکزی حکومت کے پاس ہونا چاہیے۔

۱۰۔ طالبات کا نصاب ان کی صنفی ضرورتوں کے مطابق طلبہ سے الگ ہونا چاہیے۔

۱۱۔ انگلش میڈیم کو فی الفور ختم کر کے اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اور انگریزی مڈل سے اختیاری مضمون کے طور پر پڑھائی جائے، انگریزی ذریعہ تعلیم انتہائی غیر سائنسی اور تعلیمی لحاظ سے سخت نقصان دہ ہے مثلاً اس سے شرح تعلیم میں کمی واقع ہوتی ہے (کیونکہ طلبہ انگریزی میں فیل ہوجاتے ہیں اور سکول چھوڑ جاتے ہیں)، اس سے رٹا بازی (Rote

Marfat.com

Learning) کی عادت پختہ ہوتی ہے کیونکہ طلبہ انگریزی میں کمزور ہوتے ہیں، اسے سمجھ نہیں سکتے لہٰذا رٹنے اور بلا سوچے سمجھے یاد کرنے کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ اس سے ان کے اندر فکری حریت تخلیقی صلاحیت اور تنقیدی ذہنیت (Critical Thinking) پنپ نہیں سکتی۔ اس سے مغربی فکر وتہذیب سے مرعوبیت پیدا ہوتی اور مغرب کی ذہنی غلامی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اس سے اردو کی حق تلفی ہوتی اور اسلامی ذہن سازی کو زک پہنچتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب 'ہمارا تعلیمی بحران۔ اسباب اور حل' میں مضمون 'انگلش میڈیم۔ فائدے اور نقصانات')۔

۱۲۔ غیر مسلم اور غیر پاکستانی مؤلفین کی نصابی کتابوں کی بجائے معیاری نصابی کتب مقامی طور پر تیار کی جائیں اور غیر ملکی پبلشرز سے بھی معذرت کر لی جائے۔

۱۳۔ غیر ملکی یونیورسٹیوں اور امتحانی بورڈوں کے امتحانات (او اور اے لیول اور یونیورسٹیوں کے سپلٹ ڈگری پروگرام) ختم کیے جائیں اور مقامی امتحانی نظام کو مؤثر بنایا جائے۔

تربیت طلبہ میں اساتذہ کا کردار

حقیقت یہ ہے کہ تربیت طلبہ میں سب سے زیادہ کردار استاد کا ہوتا ہے، نصاب سے بھی بڑھ کر اور تعلیمی ادارے کی انتظامیہ سے بھی زیادہ۔ اسی لیے اکبر الہ آبادی مرحوم نے فرمایا تھا کہ :

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی، آدمی بناتے ہیں

یہ بھی ثقہ روایت سے مروی ہے کہ مصر میں جب الاخوان المسلمون کی تحریک شروع ہوئی تو ایک مجلس میں ایک اخوانی نے یہ دیکھ کر مرشد عام کا رجحان لکھنے لکھانے کی طرف زیادہ نہیں ہے، ان سے کہا کہ 'لم لا تصنف لنا ؟' (آپ ہمارے لیے تصنیف و تالیف کا کام کیوں نہیں کرتے ؟) امام حسن البنا نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر اسے دیکھتے ہوئے سادگی سے کہا "ماعندی وقت...... اصنف الرجال" (میرے پاس اس کام کے لیے وقت نہیں ہے...... کیونکہ میں انسان سازی کے کام میں مصروف ہوں'۔ ایک استاد کے لیے اپنے شاگرد کو تعمیر سیرت و کردار کی اہمیت بتانے کے لیے اس سے مختصر اور بلیغ جملہ شائد ہی کوئی ہو!

حقیقت یہ ہے کہ ایک استاد کے لیے اپنے شاگرد کی اسلامی تربیت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور یہ کام اسے اللہ کے لیے کرنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اسے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے اسے پوری توجہ اور محنت سے کرنا چاہیے اور اجر کی امید اللہ سے رکھنی چاہیے۔ دیوبند کے ایک استاد ایک دفعہ ایک طالب علم کی مسلسل لاپرواہی اور غفلت سے چڑ گئے اور انہوں نے اسے سزا دینے کے لیے چھڑی سے مارنا شروع کیا۔ طالب علم کو جب چوٹ لگی اور درد ہوئی تو اس نے ہاتھ اُٹھا کر بلبلاتے ہوئے کہا

Marfat.com

'استاد جی! اللہ کے لیے مجھے نہ ماریے' مولانا نے کہا 'اے احمق! تجھے اللہ ہی کے لیے تو مار رہا ہوں تا کہ تم سنبھل جاؤ۔ سنور جاؤ، ورنہ میرا تم نے کیا بگاڑا ہے؟

استاد طالب علم کو صرف اس وقت بدل سکتا ہے جب اسے یقین ہو کہ استاد مجھ سے محبت کرتا ہے اور میرا خیر خواہ ہے لہٰذا استاد کو چاہیے کہ اپنے ہر طالب علم سے اتنی ہی محبت کرے جتنی وہ اپنی سگی اولاد سے کرتا ہے کہ اس کے بغیر وہ اپنے طلبہ میں تبدیلی نہیں لا سکتا۔ راقم نے جب ۱۹۶۱ء میں مڈل کا بورڈ کا امتحان مڈل سکول جنڈانوالہ (تحصیل کھاریاں ضلع گجرات) سے دیا اور جب امتحان میں ایک ڈیڑھ ماہ رہ گیا تو استاد صاحب نے فرمایا کہ اپنے بستر سکول لے آؤ چنانچہ استاد صاحب ہمیں دن کے وقت بھی پڑھاتے اور رات کو بھی بلکہ صبح فجر کی نماز کے بعد پھر پڑھاتے۔ اس وقت ہمیں پتہ ہی نہیں تھا کہ ٹیوشن کیا ہوتی ہے۔ نہ استاد صاحب نے کبھی ٹیوشن کا مطالبہ کیا، نہ ہم نے کبھی ان کی کوئی خدمت کی، نہ سکول سے انہیں اس کام کی زائد تنخواہ ملتی تھی۔ تو جب تک ایسی بے نفسی اور اخلاص استاد میں نہ ہو وہ طلبہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

پاکستان میں تعلیم پر مغربی تہذیب کے اثرات نے جس طرح ہمارے نظام تعلیم اور اسلامی اصول و اقدار کو مجروح کیا ہے اور اس کے جو برے اثرات اساتذہ اور استاد۔ شاگرد تعلقات پر پڑے ہیں، ان کا ایک نظر میں جائزہ لے لیجیے:

۱۔ تعلیمی ادارہ چونکہ طلبہ کی فیسوں سے چلتا ہے اور اسی میں سے اساتذہ کو تنخواہ ملتی ہے لہٰذا بعض طلبہ یوں محسوس کرتے ہیں (خصوصاً یونیورسٹی سطح پر) کہ گویا استاد ان کا ملازم ہے لہٰذا ان کے دل میں استاد کی قدر اور احترام نہیں رہتا۔ راقم نے اپنے کانوں سے یونیورسٹی میں طلبہ کو استاد پر آوازے کستے سنا اور ان سے تو تکار کرتے اور الجھتے دیکھا ہے جب کہ مسلم روایت میں استاد کے احترام کی یہ حالت تھی کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اپنے استاد کا عبید (ایک حقیر غلام) ہوں، وہ چاہے تو مجھے اپنی خدمت کے لیے اپنے پاس رکھے اور چاہے تو بیچ دے۔

۲۔ مسلم روایت میں استاد اپنی جگہ/اپنے کمرے میں بیٹھتا تھا اور طلبہ کے مختلف گروپ اس سے پڑھنے آتے جاتے رہتے تھے۔ مغرب کے زیر اثر نظام تعلیم میں طلبہ اپنے کمرے میں بیٹھے رہتے ہیں اور استاد بدلتے رہتے اور آتے جاتے رہتے ہیں۔ بظاہر یہ کوئی بڑی بات نہیں لگتی لیکن اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ طلبہ کی اہمیت استاد سے زیادہ ہے کیونکہ وہ پیسے ادا کرتا ہے اور ذریعۂ آمدنی ہے۔ یہ لے یہاں تک بڑھی ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے بعض اداروں میں طلبہ کو 'طالب علم' ہی نہیں کہا اور سمجھا جاتا بلکہ انہیں شریک کار (Participants) اور بعض اوقات گاہک (Client) کہا جاتا ہے۔ گویا علم مال (مبیع) ہے اور طلبہ اس کے خریدار ہیں، استاد علم دینے والا اور سکول انتظامیہ علم بیچنے والی ہے۔ ایسے ماحول میں استاد کا احترام کہاں باقی رہ سکتا ہے؟ اس ضمن میں مسلم روایت کا حال اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا حکمران عباسی خلیفہ ہارون الرشید حج کے موقع پر مدینہ منورہ آیا تو اس کی خواہش ہوئی کہ امام مالک اس کے بیٹوں کو حدیث پڑھانے آئیں لیکن امام صاحب نے انکار کر دیا اور صاف کہا کہ اگر شاہزادے

Marfat.com

پڑھنا چاہتے ہیں تو ان کے درس میں آ جائیں۔ چنانچہ شہزادے آئے اور چونکہ تاخیر سے آئے تھے لہٰذا اور لوگوں کا اژدھام تھا، انہیں لوگوں کے جوتوں کے پاس جگہ ملی۔ وہ حدیث سنتے رہے اور درس کے خاتمے کے بعد خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ اصول یہی ہے کہ پیاسا کنویں پر جاتا ہے نہ کہ کنواں چل کر پیاسے کے پاس آتا ہے مگر مغربی تہذیب کے اصول نرالے ہیں اور خالص کاروباری ہیں۔

۳۔ مسلم روایت یہ تھی کہ طالب علم لمبا عرصہ اپنے استاد کے ساتھ گزارتا تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ شاگرد نہ صرف استاد کا اکثر علم حاصل کر لیتا تھا بلکہ اس کے اخلاق و کردار کا اثر بھی لیتا تھا اور اس کے رنگ میں رنگ جاتا تھا مثلاً امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ 'میں اپنے استاد حماد کے ساتھ اٹھارہ برس رہا اور ان کی مسند تدریس پر ان کے انتقال کے بعد ہی بیٹھا'۔ ہمارے یہاں مغربی تہذیب کے شارٹ ڈگری کورسز، ڈپلوموں اور سمسٹر سسٹم نے استاد شاگرد رشتے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے کیونکہ طالب علم ایک استاد کے پاس صرف چند ماہ پڑھتا ہے لہٰذا وہ استاد کے علم کا بہت کم حصہ وصول کر سکتا ہے اور اس پر استاد کا رنگ بھی نہیں چڑھ سکتا۔

۴۔ جب تک کمرشلائزیشن کا غلبہ نہیں ہوا تھا، ہر ادارہ چاہتا تھا کہ وہ بہترین سے بہترین استاد حاصل کرے اور اساتذہ بھی لالچی نہیں ہوتے تھے اور پیسے کے لالچ میں ادارہ نہیں بدلتے تھے۔ اب یہ ہے کہ ہر سکول کی خواہش ہوتی ہے کہ سستے سے سستا ٹیچر ملے، بہتر ہے کہ تربیت یافتہ بھی نہ ہو تاکہ اسے زیادہ تنخواہ بھی نہ دینا پڑے۔ چنانچہ اکثر سکول ان غیر تربیت یافتہ ایف اے، بی اے پاس لڑکیوں کو استاد کی ملازمت دینا پسند کرتے ہیں جو شادی کے انتظار میں گھر میں فارغ بیٹھی ہوتی ہیں اور معمولی تنخواہ پر کام کرنا قبول کر لیتی ہیں اور جو لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتی ہیں وہ مجبوراً ایسے سکولوں میں عارضی طور پر کام تو شروع کر دیتی ہیں لیکن وہاں ٹکتی نہیں اور جوں ہی اچھی ملازمت ملے چھوڑ کر چلی جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں یہ خواتین اساتذہ بچوں میں کیا دلچسپی لیں گی اور ان کی کیا تربیت کریں گی؟ یہاں ہمیں وہ واقعہ یاد آ گیا کہ جب حیدرآباد دکن میں جامعہ عثمانیہ قائم ہوئی اور منتظمین نے ہر فن کے باکمال اساتذہ کو اپنی جامعہ میں لانے کی تگ و دو شروع کی تو دیوبند میں شیخ الادب مولانا مملوک علی صاحب کو بھاری مشاہرے پر جامعہ میں تشریف لانے کی دعوت دی لیکن مولانا نے یہ کہہ کر آنے سے انکار کر دیا کہ میں زیادہ پیسے لے کر ان کا کیا کروں گا؟ میری یہاں اچھی گزر بسر ہو رہی ہے۔

اساتذہ کے صحیح کردار کی بحالی

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اساتذہ کا وہ کردار بحال ہو جائے جو دراصل اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت میں ہونا چاہیے کہ وہ اپنے کام کو خدمت و عبادت سمجھیں، اسے صدقۂ جاریہ سمجھیں اور اسے اپنی عاقبت میں کامیابی کا ذریعہ گردانیں تو اس کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات ناگزیر ہیں:

Marfat.com

۱۔ کسی بھی تعلیمی سطح پر ایسے شخص کو تدریس کی ذمہ داری ہرگز نہ سونپی جائے جو تربیت یافتہ نہ ہوتا کہ دوران تربیت اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ اس کی فکر اور عقیدہ صحیح ہے، وہ سنجیدہ اور صاحبِ کردار فرد ہے، وہ طلبہ کا ہمدرد ہے اور طلبہ کی تدریس و تربیت کی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۲۔ اساتذہ کی تربیت کا موجودہ نصاب بدلا جائے اور اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کی تشکیل نو کی جائے اور اسے صرف فنی اور پیشہ ورانہ تربیت تک محدود کرنے کی بجائے اس میں نظریاتی تربیت کو بھی شامل کیا جائے۔ نظریاتی تربیت میں دو نکات پر ترکیز ہو:

ایک:...... استاد کا بنیادی فریضہ اپنے طلبہ کو اچھا مسلمان بنانا ہے، انہیں اچھا انسان اور اچھا پاکستانی بنانا ہے، ان کی تعمیر شخصیت اور کردار سازی کرنا ہے، ان کی صلاحیتوں کو نشوونما دینا ہے اور انہیں اس قابل بنانا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر اپنے دل کی خوشی سے اس طرح عمل کریں جیسا کہ ان کا حق ہے تاکہ وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوسکیں اور آخرت میں بھی اپنے خالق و مالک کی خوشنودی سے متمتع ہوکر جنت کی ابدی نعمتوں کے حق دار ٹھہریں۔ اس غرض سے تربیت اساتذہ کے نصاب میں طلبہ کی اسلامی تربیت کو مرکزی موضوع اور مضمون کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے، اس پر سیر حاصل بحث ہونی چاہیے اور استاد کو اس سوال کا واضح جواب ملنا چاہیے کہ اسے طلبہ کی اسلامی تربیت کیسے کرنی ہے، اور اس کے لیے کیا اقدامات کرنے ہیں۔

دوم:...... استاد کو یہ بتانا چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کو اچھا مسلمان نہیں بنا سکتا جب تک وہ خود اچھا مسلمان نہ بنے کیونکہ طلبہ اپنے اساتذہ کو آئیڈلائیز کرتے ہیں، وہ ان جیسے بننا چاہتے ہیں لہٰذا وہ اس کی باتوں سے اتنا متاثر نہیں ہوتے جتنا اس کے کردار و اعمال سے ہوتے ہیں لہٰذا تربیت اساتذہ کے نصاب میں یہ موضوع اور مضمون تفصیل سے زیر بحث آنا چاہیے کہ وہ اپنی اصلاح کیسے کریں اور اچھے مسلمان کیسے بنیں؟

سوم:...... ہر سطح کے اساتذہ کو اونچا معاشرتی رتبہ دیا جائے، معاشرے کے معزز افراد میں ان کا شمار کیا جائے، ان کو بہت اچھی تنخواہ دی جائے اور اعلیٰ سکیل و گریڈ دیا جائے تاکہ نوجوان مجبوری سے استاد نہ بنیں بلکہ اپنی خوشی اور پسند (Choice) سے استاد بننا چاہیں اور یہ ایک پرکشش کیریئر ہو۔

تربیت طلبہ پر سکول کے ماحول کے اثرات

طلبہ کی تربیت پر سکول کا مجموعی ماحول بھی شدت سے اثر انداز ہوتا ہے۔ سکول کے ماحول اور کلچر کو ایسا مخصوص رنگ، شکل اور رجحان دینے میں کہ وہ بچوں کی اسلامی تربیت میں ممد و معاون ہو، مندرجہ ذیل عوامل بنیادی کردار ادا کرتے ہیں:

انسانی عوامل: ۱۔ سکول انتظامیہ ۲۔ اساتذہ ۳۔ طلبہ

دیگر عوامل: ۱۔ نصاب ۲۔ ہم نصابی سرگرمیاں

Marfat.com

ان میں سے سکول انتظامیہ استاد اور نصاب کے کردار کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ہم نصابی سرگرمیوں اور تربیتی مقاصد سے ان کی تنظیم اور جانچ کی تفصیلات 'تربیت طلبہ ہینڈ بک' میں دے دی گئی ہیں لہٰذا ہمیں یہاں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، لہٰذا بعض بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کر کے ہم آگے بڑھ جائیں گے۔

ماحول کو بہتر بنانے میں سکول انتظامیہ کا کردار

سکول کا نظم و نسق چونکہ سکول انتظامیہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے لہٰذا وہی ماحول کو اسلامی تربیت کے لیے سازگار بنانے والے انسانی عوامل (اساتذہ وطلبہ) اور غیر انسانی عوامل (نصاب، ہم نصابی سرگرمیاں، تربیتی سرگرمیوں کی تنظیم اور جانچ) کو کنٹرول کرتی ہے۔لہٰذا جتنی احسن اور موثر کارکردگی وہ ان وسائل کو تربیتی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں دکھائے گی اتنے ہی اچھے تربیتی نتائج نکلیں گے۔لہٰذا سکول انتظامیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تربیتی مقاصد کے لیے ان وسائل کا موثر استعمال سیکھے اور اس مقصد کے لیے ہونے والی ٹریننگ میں سنجیدگی سے حصہ لے۔وہ سکول اساتذہ کو بھی اس اہم کام کی طرف توجہ دلائے اور طلبہ کو بھی ذہنی طور پر اس کے لیے تیار کرے۔وہ اس کام کے لیے موزوں نصاب کا انتخاب کرے،اس کے لیے ہم نصابی سرگرمیوں کو منظم کرے اور تربیتی سرگرمیوں کی تنظیم اور جانچ کا اہتمام کرے۔

اساتذہ

اساتذہ کو خود یہ بات سمجھنی چاہیے اور انتظامیہ کو انہیں اس بات کی یاد دہانی کرواتے رہنا چاہیے کہ ان کا فریضہ محض تعلیم و تدریس نہیں بلکہ طلبہ کی تربیت بھی ان کی ذمہ داری ہے۔اسلامی روایت میں معلم محض مدرس (Teacher) نہیں ہوتا بلکہ مربی (Mentor) بھی ہوتا ہے۔اساتذہ کو اس غرض سے خصوصی مطالعہ کرنا چاہیے اور اس پر غور و فکر بھی کرنا چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کو اچھا مسلمان بنانے کی ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہوں۔ اس کے لیے سٹڈی سرکل بھی قائم کیا جا سکتا ہے تا کہ اجتماعی مطالعے اور غور و فکر اور گفتگو کا ایک پلیٹ فارم میسر آئے اور اساتذہ کی باقاعدہ ٹریننگ بھی ہونی چاہیے کہ اساتذہ کس طرح مل جل کر سکول میں ایسا ماحول پیدا کریں جو بچوں کی اسلامی تربیت میں معاون ہو سکے۔

طلبہ

سکول سطح پر خصوصاً نچلے درجوں میں طلبہ کی ذہنی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کی بات مانتے ہیں اور سکول انتظامیہ اس ضمن میں جو اقدامات کرے اسے قبول کرتے ہیں لہٰذا سکول سطح پر طلبہ کی تربیت آسان ہوتی ہے (البتہ کالجوں یونیورسٹیوں میں یہ مشکل پیش آ سکتی ہے کہ وہاں طلبہ کا خوشدلانہ تعاون میسر نہ آ سکے) لہٰذا سکول انتظامیہ اور اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ طلبہ کی ذہن سازی کریں تا کہ وہ ان کے تربیتی اقدامات سے خوشدلانہ تعاون کریں بلکہ تربیتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ یہ عمر کا وہ حصہ ہوتا ہے جس میں طلبہ اپنے اساتذہ کو آئیڈیلائز کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا طلبہ کی تربیت مشکل نہیں ہوتی۔ظاہر ہے اس عمر میں تربیت طلبہ کی نہیں بلکہ اساتذہ اور انتظامیہ کی ذمہ داری

Marfat.com

ہوتی ہے لہٰذا طلبہ میں تربیت میں کمی بیشی کے ذمہ دار طلبہ نہیں بلکہ ان کے اساتذہ اور پرنسپل ہوتے ہیں۔

نصاب

نصاب کا تربیت طلبہ میں اہم کردار ہوتا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اگر نصاب ایسا ہو جو تربیت طلبہ میں مدد ہو تو سکول میں ایسا ماحول بنانے میں آسانی ہوگی جو تربیت کو آسان بنائے اور اگر نصاب اس میں معاون نہ ہو تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر اگر سکول طالبات میں حیا پیدا کرنا چاہتا ہو لیکن نصاب ایسا ہو جو آزادخیالی اور رنگین مزاجی پیدا کرتا ہو تو تربیت کا ماحول کیا خاک بنے گا؟

ہم نصابی سرگرمیاں

ہم نصابی سرگرمیاں سکول میں تربیت کا ماحول پیدا کرنے میں انتہائی بنیادی کردار ادا کرتی ہیں مثلاً تربیت کا اصول یہ ہے کہ وقت کی پابندی کی جائے لہٰذا اگر سکول میں کوئی فنکشن ہو رہا ہو مثلاً یوم والدین وغیرہ تو جو طلبہ یہ فنکشن آرگنائز کر رہے ہوں اور جس کا وقت ۱۰ بجے صبح مقرر ہو تو پروگرام ہر صورت میں دس بجے شروع ہو جانا چاہیے، اس سے بچے سکول میں وقت کی پابندی کا سبق حاصل کریں گے۔ یا تربیت کا اصول یہ ہے کہ طلبہ نظم وضبط کے خوگر ہوں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ کلاس کو سکول میں آتے جاتے قطار بنانے اور خاموش رہنے کو کہا جائے تا کہ نہ ہڑبونگ مچے اور نہ شور شرابہ ہو۔ اسی طرح صفائی مطلوب ہے تو ضروری ہے کہ سکول میں ڈسٹ بن ہوں جنہیں طلبہ استعمال کریں تا کہ سکول کے صحن، باغیچے، برآمدوں اور کمروں میں کاغذ کا کوئی ٹکڑا نظر نہ آئے۔

سکول میں تربیت کا ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم نصابی سرگرمیوں کو تربیتی مقاصد کے لیے منظم کیا جائے، ان کا ایک شیڈول بنایا جائے اور اس پر سختی سے عمل کیا جائے مثلاً طلبہ کی ابلاغی صلاحیتوں (Communication Skills) کو ابھارنے کے لیے اگر ہر ہفتے ایک متعین دن 'بزم ادب' کا پروگرام رکھا جائے جس میں تقریریں، مباحثے، بیت بازی کے مقابلے وغیرہ ہوں تو اس دن کچھ اور نہ رکھا جائے بلکہ یہی پروگرام کیا جائے۔

اسی طرح تربیتی سرگرمیوں کو موثر اور نتیجہ خیز نہیں بنایا جا سکتا جب تک ان کی جانچ (Evaluation) کا انتظام نہ ہو اور طلبہ کا پاس فیل ہونا اس سے مربوط نہ ہو یا اچھے طلبہ کی حوصلہ افزائی نہ ہو اور بگڑے طلبہ کی تادیب و سرزنش نہ ہو۔

..................OOOO..................

Marfat.com

فصل دوم

سکول میں طلبہ کی منفی تربیت کرنے والے عوامل

کسی معاشرے اور ملک کا نظام تعلیم جیسا ہو ویسے ہی وہ طلبہ کی تربیت کرتا ہے لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پاکستان کا موجودہ نظام تعلیم طلبہ کی تربیت نہیں کر رہا۔ وہ تربیت کر رہا ہے لیکن چونکہ موجودہ نظام تعلیم مغربی فکر و تہذیب پر مبنی ہے اور ساتھ ہی اسے اسلامی بنانے کے لیے کچھ نیم دلانہ اقدامات بھی کیے گئے ہیں جو فکری لحاظ سے ایک دوسرے سے متضاد ہیں لہٰذا فکری یکسوئی پیدا نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ کی تعمیری بنیادوں پر اور اسلامی تناظر میں موثر تربیت نہیں ہو پا رہی۔ چنانچہ ہم نے سابقہ سطور میں یہ بتانے کی کوشش کی کہ نظام تعلیم کے مختلف اجزاء کی کس طرح اصلاح اور تشکیل نو کی جائے کہ وہ طلبہ کی اسلامی تناظر میں تربیت کریں تا کہ صحیح رخ میں طلبہ کی تعمیر سیرت و کردار کے وافر مواقع میسر آ سکیں۔

تا ہم جو لوگ مذکورہ بالا اصلاحی خطوط پر نظام تعلیم کی اصلاح و تشکیل نو کی کوشش کریں ان کو یہ بھی ادراک ہونا چاہیے کہ موجودہ نظام تعلیم کے مختلف اجزاء کس طرح مسلمان طلبہ کی غیر اسلامی تربیت کر رہے ہیں یا غیر موثر اسلامی تربیت کر رہے ہیں تا کہ وہ اپنی جدوجہد کے دوران ان منفی عوامل سے بھی بچ سکیں جو طلبہ کی غلط تربیت کرتے ہیں۔ لہٰذا آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے منفی عوامل ہیں جو پاکستان کے مسلمان طلبہ کی غیر اسلامی تربیت کر رہے ہیں۔

ا۔ تعلیمی ثنویت

تعلیمی ثنویت سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی تعلیم مذہبی تعلیم و تربیت سے خالی ہو اور مذہبی تعلیم دنیاوی تعلیم سے۔ ہمارے ملک میں اس وقت دنیاوی تعلیم (جسے جدید یا عصری تعلیم بھی کہا جاتا ہے) مغربی تہذیب سے ماخوذ اور اس پر مبنی ہے اور اسلامی تعلیم و تربیت اس میں برائے نام اور غیر موثر ہے۔ اور مذہبی تعلیم کے نام سے جو تعلیم دینی مدارس میں دی جا رہی ہے وہ دنیاوی یعنی جدید یا معاصر علوم سے تہی دست ہے۔ اس دوئی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مسلمان طلبہ کی ناقص اور غلط تربیت ہوتی ہے۔ ان میں دین و دنیا میں تفریق کا تصور ابھرتا ہے جس سے ایک نوع کا سیکولرزم پروان چڑھتا ہے۔ اس سے ایک جزوی اور غیر متوازن مذہبی شخصیت جنم لیتی ہے، مسٹر اور ملا میں فرق دن بدن وسیع ہو رہا ہے، معاشرے میں ہم آہنگی کا فقدان ہے اور معاشرے و ریاست کو متوازن شخصیت کے حامل تعلیم یافتہ کارکن میسر نہیں آ رہے۔ اس کے مقابلے میں صحیح اسلامی تربیت کا تقاضا یہ ہے کہ نظام تعلیم میں وحدت کا تصور ہو تا کہ صحیح تربیت سے ایسی متوازن شخصیت جنم لے سکے جو دنیا و آخرت دونوں کے لیے مفید ہو اور دونوں میں کامیاب ہو سکے۔

Marfat.com

۲۔ناقص نصاب

مسلمانوں کے زوال کا ایک بڑا اور بنیادی سبب یہ تھا کہ ان کا نظام تعلیم وتربیت غیر موثر ہو گیا تھا۔ پھر مغربی استعمار نے مسلم ممالک پر قبضہ کرنے کے بعد پہلے تو انہیں عیسائی بنانے کی کوشش کی تاکہ ترک اسلام کے ساتھ ان کے دماغ سے خوئے حکمرانی بھی نکل جائے اور وہ ہمیشہ مغربی استعمار کے غلام بننے پر آمادہ ہو جائیں لیکن اس میں ناکام ہونے پر انہوں نے (برصغیر میں لارڈ میکالے کی تجویز پر ۱۸۳۲ء میں) یہ فیصلہ کیا کہ انہیں نظام تعلیم میں تبدیلی کے ذریعے نامسلمان اور مغرب پرست بنا دیا جائے اور وہ نام کے مسلمان رہیں چنانچہ انہیں اس طریق کار میں کامیابی ملی اور تعلیم پر مغربی فکر وتہذیب کا غلبہ ہو گیا اور انہیں تعلیمی اداروں سے وفادار مسلمان ملازم ملنے لگے۔ یہ نظام ۱۹۴۷ء تک اس طرح چلتا رہا کہ جدید تعلیم میں اسلامیات یا دینیات کا ایک معمولی اور غیر موثر مضمون ہوتا تھا اور اس کا مدرس استاد علوم شرقیہ (Oriental Teacher) کہلاتا تھا جس کا درجہ اور تنخواہ دیگر اساتذہ سے کم ہوتی تھی۔ بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں نے معاشرے کی اسلامی تشکیل نو نہ کی اور نہ تعلیم کو اسلامی اور آزاد اسلامی مملکت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جس کا ایک نتیجہ یہ نکا کہ پاکستان میں مطالعۂ اسلام کا مضمون آج بھی ناقص ہے۔ پہلے دینیات اور آج کل اسلامیات کی ایک مختصر سی کتاب ہوتی ہے جو بہت سے معاصر اور لازمی مضامین (core cousq) کے اندر بے وقعت اور بے حیثیت ہوتی ہے اور عموماً غیر موثر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہونا یہ چاہیے تھا کہ مسلمان معاشرے میں قرآن وحدیث (جو ہمارے دین کے بنیادی ماخذ ہیں) کی تعلیم کا موثر نظام ہوتا۔ مطالعۂ اسلام کے حوالے سے ایک جامع نصاب ہوتا اور عربی زبان کی تعلیم ہر مسلمان کے لیے لازمی ہوتی تاکہ وہ قرآن حکیم وسنت رسول ﷺ کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کے قابل ہوتا۔ جہاں تک دوسرے دنیاوی علوم (عمرانی وسائنسی علوم) کا تعلق ہے، انہیں بھی اسلامی تناظر میں پیش کیا جاتا تاکہ وہ مسلمان بچے کی صحیح رخ میں ذہن سازی اور تعمیر شخصیت وکردار میں معاون کردار ادا کرتے۔ نصاب کے علاوہ مغربی فکر وتہذیب کے غلبے نے ہمارے نظام تعلیم وتربیت میں جو دیگر مفاسد پیدا کیے ہیں ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

۳۔انگریزی کا غلبہ

آئین میں درج ہونے اور اعلیٰ عدالتوں کے احکام کے باوجود اردو کو آج بھی قومی اور دفتری زبان کا درجہ نہیں مل سکا بلکہ اس کی جگہ عہد غلامی کی طرح انگریزی نے لے رکھی ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اگر انگریزی پڑھائی جاتی تو شائد اس کا کچھ جواز نکالا جا سکتا تھا لیکن ہمارے ملک میں مغرب کے ذہنی طور پر غلام حکمرانوں (سکول سطح پر بھی کالے انگریزوں) نے تو انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم (Medium of Instructions) بنا دیا ہے اور پہلی جماعت سے بنا دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں افراد قوم کو انگریزی زبان آئے نہ آئے، قوم ہمیشہ مغربی فکر وتہذیب اور مغرب کے استعماری ممالک کی غلام ضرور بنی رہے گی کیونکہ زبان ہمیشہ کلچرل اور تہذیبی بالادستی کا ذریعہ ہوتی اور بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے اردو کو

Marfat.com

ہندوستان میں مسلمانوں کی زبان سمجھا جاتا تھا اور مسلمان بھی اس کی سرپرستی کرتے تھےلیکن اب پاکستان میں ہر کہیں انگریزی کی بالادستی ہے اور اردو کوخصوصاً اردو ذریعہ تعلیم اور اردو میڈیم سکولوں کو جہالت اور پسماندگی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور انگریزی کوترقی، خوشحالی اور روشن خیالی کا زینہ اور ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔اس کے لیے سول سروسز کے مقابلے کے امتحانات آج بھی انگریزی میں ہوتے ہیں تاکہ اسلام، پاکستانیت اور مشرقیت کے حامی اور علمبردار اس میں نہ آسکیں یا کم سے کم آئیں۔

۴۔مخلوط تعلیم

مغربی تہذیب کا ایک ہدف یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اعلیٰ معاشرتی اخلاق واقدار سے محروم کر دیا جائے اور انہیں مغرب کی مادر پدر آزادی خصوصاً جنسی آزادی کا عادی بنا دیا جائے چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے مسلم معاشروں میں مخلوط تعلیم کو رواج دیا ہے تاکہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھیں اور ان کے اخلاق خراب ہوں، وہ قلب و نظر کی پاکیزگی سے محروم ہو جائیں اور فحاشی عریانی وزنا میں مبتلا ہو جائیں۔ پہلے یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم ہوتی تھی اور اب سکولوں میں بھی شروع ہوگئی ہے۔خصوصاً آج کل (جولائی ۲۰۱۷ء) میں جب یہ سطور قلم بند کی جارہی ہیں پنجاب میں مسلم لیگ (ن) کی ناعاقبت اندیش حکومت نے اپنے امریکی اور برطانوی مشیروں کے کہنے پر نہ صرف اردو ذریعہ تعلیم کی حوصلہ شکنی کی ہے بلکہ پہلی جماعت (بلکہ پلے گروپ اور نرسری سے) انگریزی کو لازمی کر دیا ہے اور نہ صرف طلبہ میں بلکہ اساتذہ میں بھی اختلاط کو رواج دیا جارہا ہے یعنی لڑکوں کے سکولوں میں خواتین اساتذہ اور لڑکیوں کے سکولوں میں مرد اساتذہ تعینات کیے جارہے ہیں حالانکہ اسلام واضح طور پر اختلاط مرد و زن سے منع کرتا ہے اور قلب ونظر کی پاکیزگی اور حیا وعفت کو پروان چڑھانا چاہتا ہے اور بھارت وامریکہ وغیرہ میں کئی خواتین یونیورسٹیاں موجود ہیں لیکن ہمارے مغرب کے ذہنی غلام حکمران عورتوں اور مردوں کی تعلیم الگ کرنے کی بجائے انہیں دن بدن ایک دوسرے میں مدغم کر رہے ہیں۔

۵۔تعلیم ایک کاروبار

مسلم روایت کی رو سے تعلیم ایک خدمت ہے، تعلیم دینا اور حاصل کرنا کارِ ثواب ہے لیکن مغرب کی سرمایہ دارانہ معیشت نے اسے کاروبار بنا دیا ہے لہٰذا مغرب کی پیروی میں یہ مصیبت پاکستان میں نہ صرف آ گئی ہے بلکہ آ کر لوگوں کے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔اور چلیے اگر اسے کاروبار بھی سمجھا جاتا تو ایک بات تھی کیونکہ کاروبار کا اصول بھی یہ ہے کہ اگر پیسے اچھے لیے جائیں تو مال بھی کوالٹی کا دیا جائے۔گاہک کی ضرورت اور پسند کا بھی خیال رکھا جائے۔لیکن ہمارے ہاں عجیب خود غرضی اور بے اصولی کا ماحول ہے۔اچھی تعلیم کے نام پر مسلمانوں کی جیبیں کاٹی جاتی ہیں لیکن ان کے بچوں کو مسلمان بنانے کی بجائے انہیں مغرب پسند، روشن خیال اور ان مغربی اصول واقدار کا شیدا اور پیرو بنایا جاتا ہے جو اصلاً اسلام مخالف ہیں۔ دو باہم مخالف نظریات وتصورات کے ادغام کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فکری انتشار اور ذہنی عدم یکسوئی جنم لیتی ہے اور بے کرداری

Marfat.com

پروان چڑھاتی ہے۔

۶۔غیر ملکی نصاب

مغرب پرستی کا ایک شاخسانہ یہ ہے کہ نصاب پر نقب لگائی گئی ہے اور غیر ملکی اداروں (مثلاً آکسفورڈ کے طباعتی ادارے) کو پاکستانی طلبہ کے لیے کتابیں تیار اور مہیا کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جو اپنے وسیع مالی اور اشاعتی ذرائع کو بروئے کار لا کر اچھی شکل وصورت کی جاذب نظر کتابیں مارکیٹ میں لے آئے ہیں۔ یہ کتابیں بسا اوقات غیر پاکستانی اور غیر مسلم مصنفین کی مرتب کردہ ہوتی ہیں اور اسلامی فکر ونظر کو رڈ کرتے ہوئے مغربی نقطہ نظر کو پروموٹ کرتی ہیں۔

۷۔غیر ملکی امتحانات

غیر ملکی نصاب کو رائج کرنے کے لیے غیر ملکی امتحانات کو بنیاد بنایا جایا ہے کیونکہ سکول سطح پر نصاب (پہلے) پاکستان کی مرکزی حکومت کی ذمہ داری تھی (یہ بھی اہل مغرب کی خواہش وکوشش بلکہ سازش اور ہماری بے عقلی، بے حسی اور بے حمیتی ہے کہ پاکستانی آئین میں ترمیم کر کے تعلیم اور خصوصاً نصاب کو صوبائی معاملہ بنا دیا گیا ہے، چنانچہ آکسفورڈ وغیرہ کو کتابیں پاکستانی نصاب کے مطابق بنانا پڑتی تھیں اس میں بھی وہ اپنے نظریات توسموتے تھے لیکن اس کی گنجائش ذرا کم تھی کیونکہ طلبہ کو اس نصاب کے مطابق پاکستان کے امتحانی بورڈز کا امتحان دینا ہوتا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس رکاوٹ کو ختم کرنے کے لیے پاکستان میں او اور اے لیول کا امتحانی نظام متعارف کروا دیا تا کہ پاکستانی نصاب کی پابندی کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اس کے لیے پاکستان کے امتحانی نظام کو بودا اور بے کار ثابت کرنے کے لیے کئی سازشیں کی گئیں اور وسیع پیمانے پر جھوٹا سچا پروپیگنڈا کر کے اور خراب حالات پیدا کر کے پبلک سیکٹ امتحانات خصوصاً میٹرک اور ایف اے کے امتحانات کو بے معنی، غیر موثر اور ناکارہ ثابت کیا گیا اور برطانوی سکولوں کے نظام اور نصاب کے مطابق میٹرک اور ایف اے کی بجائے او اور اے لیول کے امتحانات متعارف کروائے گئے، اور پاکستان میں بھی آغا خان بورڈ قائم کر دیا گیا۔ اسی طرح پاکستانی یونیورسٹیاں اپنے نصابات میں عموماً مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں کی اندھی پیروی کرتی ہیں لیکن اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ بعض پاکستانی یونیورسٹیوں نے غیر ملکی یونیورسٹیوں کے ساتھ مل کر سپلٹ ڈگری پروگرام شروع کر دیے ہیں یعنی آدھا کورس پاکستان میں اور آدھا بیرون ملک کی یونیورسٹی میں۔ غیر ملکی نصابات اور امتحانات کے نتیجے میں ایک ایسی مسلمان شخصیت پروان چڑھتی ہے جو نام کی مسلمان ہوتی ہے اور عملی زندگی مغربی فکر وتہذیب کے مطابق گزارنا اس کی پہلی اور آخری ترجیح ہوتی ہے۔

۸۔تربیت اساتذہ

ہمارے ہاں تربیت اساتذہ کا منہج ناقص ہے۔ سکول سطح پر بلاشبہ اساتذہ کی تربیت کے ادارے پبلک سیکٹر یعنی سرکاری سطح پر موجود ہیں لیکن ان تربیتی اداروں کا نصاب صرف فنی اور پیشہ ورانہ امور سے بحث کرتا ہے مثلاً اسباق کی تیاری، کلاس میں نظم وضبط برقرار رکھنا، ابلاغی صلاحیتوں کی نشوونما وغیرہ۔ اور اگرچہ یہ پہلو بھی اطمینان بخش نہیں کیونکہ پچھلے چند سالوں میں

Marfat.com

پاکستان میں پرائیویٹ سیکٹر میں ہزاروں سکول کھلے ہیں جن کے ہاں تربیت اساتذہ کا کوئی چلن نہیں اور نہ حکومت کی طرف سے کوئی پابندی ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کے سکول اپنے اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کا انتظام کریں۔اور پبلک سیکٹر میں جہاں یہ کام ہو رہا ہے اس کا معیار بھی ناگفتہ بہ حد تک گر چکا ہے لیکن سب سے بڑی اور بری بات یہ ہے کہ ان تربیتی اداروں میں مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اساتذہ کے نصاب تعلیم وتربیت میں یہ بات شامل ہی نہیں کہ ان کی سب سے بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے طلبہ کی اسلامی تربیت کریں اور انہیں مستقبل کا اچھا مسلمان شہری بنائیں، جو متقی ہو اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والا ہو۔اور انہیں یہ بتانے والا بھی کوئی نہیں کہ طلبہ کو مسلمان بنانے کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ وہ خود اچھے مسلمان بنیں کیونکہ طلبہ انہیں اچھا مسلمان دیکھ کر ہی تو اچھے مسلمان بنیں گے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ تربیت اساتذہ کے اداروں کے نصاب میں یہ پہلو شامل کیا جائے کہ وہ خود اچھے مسلمان کیسے بن سکتے ہیں؟ اور طلبہ کو اچھا عملی مسلمان کیسے بنا سکتے ہیں؟ جب تک یہ بات شامل نصاب نہ کی جائے، اس پر پڑھنے پڑھانے کا مواد نہ تیار کیا جائے، اسے کلاس روم میں زیر بحث نہ لایا جائے اور اس کا امتحان نہ لیا جائے اس وقت تک موجودہ حالات میں ایک مسلمان معلم کے دل میں یہ خیال کیسے آئے گا کہ اس کی بنیادی ذمہ داری طلبہ کی اسلامی تربیت کرنا ہے۔وہ تو بس جیسے تیسے سبق پڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور گھر بھاگنے کی کرتا ہے کہ جا کر اپنے ٹیوشن سنٹر میں پیسے کمائے اور مغربی تہذیب کے پیدا کردہ علم کو رٹو اکر طلبہ کو امتحان پاس کرائے۔کہاں کی تربیت اور کہاں کا اسلام؟

۹۔پری سکول ایجوکیشن (Pre-School Education)

مغرب میں اہل یہود کے پیدا کردہ اس نظام سرمایہ داری میں جس میں جب تک گھر کا ہر فرد نہ کمائے، مردوں کے ساتھ عورتیں بھی نہ کمائیں (اور عورت کے ذہن میں یہ خناس بھی بھر دیا جائے کہ وہ مرد کی اطاعت کرنے اور گھر پہ رہ کر بچوں کی تربیت کرنے کی بجائے مرد کے برابر کی حیثیت رکھنے اور آزادانہ وخودمختار زندگی گزارنے کے لیے خود بھی کمائے) تو گھر نہیں چل سکتا لہٰذا مغرب کی عورت اول تو بچے پیدا کرنا نہیں چاہتی اور کرے تو اس کے پاس انہیں پالنے کے لیے وقت نہیں ہوتا لہٰذا ان کی معاشرت میں ''ڈے کیئر سنٹر'' ہونے چاہئیں تاکہ جب باپ اور ماں نوکری کرنے چلے جائیں (دادا دادی اور نانا نانی تو اولڈ ہوم میں ہوتے ہیں) تو یہ ڈے کیئر سنٹر ان کا بچہ پالے اور جب بچہ دو تین سال کا ہو جائے تو سکولوں میں ''پلے گروپ'' ہو جو بچوں کو کھلائے اور مصروف رکھے اور باقاعدہ تعلیم سے پہلے 'نرسری' اور 'پریپ' ہو جو بچے کو تعلیم وتربیت کے نام پر مصروف رکھے۔مغرب میں ان کی اختیار کردہ تہذیب کے مطابق یہ سب ناگزیر ہے اور وہاں ارلی چائلڈ ہڈ ایجوکیشن (Early Childhood Education) یا پری سکول ایجوکیشن کے نام پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور دو ٹانگوں کے جانور بکثرت پیدا ہو رہے ہیں لیکن ہم مسلمان پاکستانی معاشرے کو کیا ضرورت لاحق ہوگئی ہے کہ وہ ڈے کیئر سنٹر، پلے گروپ، نرسری اور پریپ کے اس تعلیمی نظام کو اپنائے جہاں ۹۹ فیصد مائیں گھر پہ ہوتی ہیں اور ملازمت نہیں کرتیں اور ان کی بنیادی

Marfat.com

ذمہ داری ہی گھر پہ رہ کر گھر کا نظام چلانا اور بچوں کی اسلامی تربیت کرنا ہے! اس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں اور اس کی کوئی عقلی توجیہ اور Rationale ممکن نہیں سوائے اس کے کہ مغرب اپنا نظام معاشرت اور نظام تعلیم ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے اور ہم بدھوؤں بلکہ غلاموں کی طرح ان کے ہر مطالبے کے آگے سر تسلیم خم کیے کھڑے ہیں اور ان کی ہر بات مانتے چلے جا رہے ہیں اور دو تین سال کا مسلمان اور پاکستانی بچہ جب سکول سے واپس آ کر اپنے والدین کو' ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار' اور' بابا بلیک شیپ' جیسی انگریزی نظمیں اپنی توتلی زبان میں سناتا ہے تو وہ خوشی سے دیوانے ہو کر اس کا منہ چوم لیتے ہیں کہ'' ماشاء اللہ ہمارا بچہ کتنا پیارا اور لائق ہے، کل کو بڑا ہو کر افسر لگے گا''۔ تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو۔ کاش! ہمارا نظام تعلیم بنانے اور چلانے والے، ہمارے سکولوں کے پرنسپلز، اساتذہ اور والدین ان باتوں پر غور کریں اور عبرت پکڑیں۔

۱۰۔ ہم نصابی سرگرمیاں

ہم نصابی سرگرمیوں کو اگر اسلامی پس منظر میں اختیار کیا جائے تو ان سے بچوں کی اسلامی تربیت ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن اس وقت بدقسمتی سے ہمارے سکولوں میں بالعموم انہیں غیر اسلامی تربیت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے مثلاً لباس فرنگیوں جیسا ہے اور اس کی پابندی کروائی جاتی ہے (ہم نے ایک عزیز کی بچی کو دیکھا جو اس لیے رو رہی تھی اور سکول نہیں جا رہی تھی کہ اس کی نکٹائی نہیں مل رہی تھی۔ یاللعجب!) ڈرامے، ٹیبلو، کنسرٹ، مخلوط پکنکس اور تعلیمی ٹورز، لڑکیوں لڑکوں کے مخلوط کھیل بلکہ اب تو پنجاب کی (انگریز) حکومت نے اردو میڈیم (ذریعہ تعلیم) پرائمری سے ختم کر کے انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا دیا ہے اور نہ صرف طلبہ و طالبات کو زبردستی اختلاط پر مجبور کر دیا ہے بلکہ بوائز سکولوں میں استانیوں کے تقرر اور گرلز سکولوں میں مرد اساتذہ کے تقرر کو بھی (امریکی ایڈ وائزروں کے منصوبے کے مطابق) حکماً رواج دے دیا ہے۔ دس بیس سال بعد اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہ دیکھنے کو تو میاں شہباز شریف وزارت علیٰ کی کرسی پر موجود نہ ہوں گے لیکن قوم تو بھگتے گی، معاشرہ تو بھگتے گا اور ظاہر ہے میاں شہباز شریف بھی قبر میں بھگتیں گے کہ اسلامی طرزِ معاشرت کیوں ختم کیا اور مغربی تہذیب کی ملحدانہ فکر و تہذیب کو مسلمانوں پر کیوں مسلط کیا؟ کاش ہمارے حکمرانوں کو، بیوروکریسی کو، سکول مالکان، پرنسپلز، اساتذہ اور والدین کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نکلنے کی توفیق ملے اور یہ توفیق اللہ ہی دے سکتا ہے لیکن اللہ نے اپنا طریق کار واضح کر دیا ہے کہ وہ لوگوں کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ اگر وہ اپنے آپ کو نہ بدلنا چاہیں تو اللہ انہیں زبردستی نہیں بدلتا، لہٰذا اے خدا کے بندو! سنبھل جاؤ، شعبہ تعلیم میں اسلامی احکام کی پابندی کرو ورنہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ صاف نظر آ رہا ہے۔

................OOOO.................

Marfat.com

باب پنجم

تربیتی مآخذ و مراجع

نوٹ: بچوں کی درسی کتب شامل نہیں کی گئیں

اردو کتب

۱۔ ابن تیمیہ، امام: امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اردو ترجمہ ڈاکٹر رانا خالد علوی، ادارہ اشاعت اسلام، لاہور

۲۔ ابوبکرالجزائری، مولانا: منہاج المسلم، دارالسلام، لاہور، 1997ء

۳۔ احمد جاوید: ترک رذائل، مطبوعات طلبہ، لاہور 2012ء

۴۔ احمد جاوید: اکتساب فضائل (زیر طبع)

۵۔ ارشد جاوید، پروفیسر: روزمرہ آداب، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، 1997ء

۶۔ ارشد جاوید، پروفیسر: اچھا مسلمان، برا مسلمان علم وعرفان پبلشرز، لاہور، 2011ء

۷۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا: تزکیۂ نفس، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 1998ء

۸۔ افضل حسین: فن تعلیم و تربیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

۹۔ النووی، یحییٰ بن شرف، ریاض الصالحین (اردو ترجمہ: حافظ صلاح الدین یوسف بعنوان دلیل الطالبین) دارالسلام، لاہور، ۱۹۹۷ء

۱۰۔ انصاری، ظفر آفاق، ڈاکٹر (مرتب) اردو ترجمہ نفس انسانی کے قرآنی تصورات، عالمی ادارہ فکر اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۶۶ء

۱۱۔ بچے کی تربیت، دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۱۲۔ بچے کی تربیت، ادارہ بتول، لاہور

۱۳۔ بلند شہری، مولانا عاشق الٰہی، تذکرۃ الرشید، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۸ء

۱۴۔ تھانوی، مولانا محمد اشرف علی، تربیۃ السالک، مکتبہ زکریا، کراچی، ۱۹۸۲ء

۱۵۔ تھانوی، مولانا محمد اشرف علی، شریعت وطریقت (مرتب: محمد دین چشتی) ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۸۱ء

۱۶۔ چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، تاریخ تصوف، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ۱۹۷۶ء

۱۷۔ چودھری، ڈاکٹر علی اصغر، ذہنی اضطراب اور سکون کی راہ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۴ء

Marfat.com

۱۸۔ خرم مراد: احیائے اسلام اور معلم، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور

۱۹۔ دریابادی، مولانا عبدالماجد، تصوف اسلام، ناشران قرآن، لاہور، س ن

۲۰۔ رضوی، ڈاکٹر اظہر علی ودیگر، مسلم نفسیات کے خدوخال، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۹۷ء

۲۱۔ سرہندی، شیخ احمد، مجدد الف ثانی، مکتوبات، ملک فضل دین وچنن دین، لاہور، س ن

۲۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی: سید خورشید احمد، پروفیسر، نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور

۲۳۔ سید محمد سلیم، پروفیسر: اسلام کا نظام تعلیم، الفیصل ناشران کتب، لاہور

۲۴۔ سید مناظر احسن گیلانی: ہندوستان کا نظام تعلیم وتربیت

۲۵۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان، مولانا: اخلاق وفلسفۂ اخلاق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1996ء

۲۶۔ صائم صدیقی: طلوع سحر، مکتبہ سلیمانیہ، لاہور

۲۷۔ طالب الہاشمی: حکایات رومی، البدر پبلی کیشنز، لاہور

۲۸۔ طالب الہاشمی: حکایات صوفیہ، البدر پبلی کیشنز، لاہور

۲۹۔ طالب الہاشمی: حکایات سعدی، البدر پبلی کیشنز، لاہور

۳۰۔ عبدالرزاق، پروفیسر، تصوف اور تعمیر سیرت، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال، س ن

۳۱۔ عبدالرشید، میاں: اسلام اور تعمیر شخصیت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1998ء

۳۲۔ عبدالحی علوی: پروفیسر، تعلیمی نفسیات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

۳۳۔ عبدالرزاق، پروفیسر: تصوف اور تعمیر سیرت، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال

۳۴۔ علوان عبداللہ ناصح، شیخ: اسلام اور تربیت اولاد، اردو ترجمہ مولانا حبیب اللہ مختار، جامعہ علوم اسلامیہ، کراچی

۳۵۔ غزالی، ابوحامد محمد، امام: سرگزشت غزالی (المنقذ من الضلال کا اردو ترجمہ از محمد حنیف ندوی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1969ء

۳۶۔ غزالی، ابوحامد محمد، امام، احیاء علوم الدین، اردو ترجمہ مولانا محمد احسن نانوتوی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

۳۷۔ غزنویہ، سیدہ سعدیہ، اسوۂ حسنہ اور علم نفسیات، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ۱۹۹۷ء

۳۸۔ فاروق، ڈاکٹر عبدالغنی، ہمیں خدا کیسے ملا، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۹۸ء

۳۹۔ فراہی، ڈاکٹر عبیداللہ، تصوف ایک تجزیاتی مطالعہ ادارہ تحقیق وتصنیف، علی گڑھ، ۱۹۸۷ء

۴۰۔ قادری، سید احمد عروج، اسلامی تصوف، یونیورسل بکس، لاہور، س ن

۴۱۔ محمد امین، ڈاکٹر: تعلیمی ادارے اور کردار سازی، عزیز بک ڈپو لاہور، 1997ء

Marfat.com

۴۲۔ محمد امین، ڈاکٹر: اسلام اور تزکیۂ نفس، اردو سائنس بورڈ لاہور، 2004ء
۴۳۔ محمد بشیر جمعہ: شاہراہ زندگی پر کامیابی کا سفر، میلاد پبلی کیشنز، کراچی
۴۵۔ محمد قطب: تعلیمی مباحث اسلامی تناظر میں، الفیصل ناشران کتب، لاہور
۴۶۔ محمد قطب: اسلام کا نظام تعلیم و تربیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور
۴۷۔ محمد یوسف اصلاحی، مولانا: آداب زندگی، اسلامک پبلی کیشنز، کراچی
۴۸۔ مشتاق الرحمٰن صدیقی، ڈاکٹر: تربیت اساتذہ
۴۹۔ مقصود احمد، پروفیسر: بچوں کی لائبریری، تعمیر ملت فاؤنڈیشن، اسلام آباد 1998ء
۵۰۔ مقصود احمد، پروفیسر: کرنیں (حصہ اول تا پنجم) تعمیر ملت فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۵۱۔ میر، ولی الدین ڈاکٹر: قرآن اور تعمیر سیرت، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1952ء
۵۲۔ نعمانی، مولانا محمد منظور، تصوف کیا ہے، کتب خانہ الفرقان لکھنؤ، ۱۹۵۲ء
۵۳۔ نعیم صدیقی: تعلیم کا تہذیبی نظریہ، الفیصل ناشران کتب، لاہور
۵۴۔ نعیم صدیقی: رسول اللہ بحیثیت معلم، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور

بچوں کے اردو جرائد

۱۔ ماہنامہ کوثر، لاہور
۲۔ ماہنامہ نور، لاہور
۳۔ ماہنامہ ہمدرد نونہال، کراچی
۴۔ ماہنامہ پیغام ڈائجسٹ، لاہور
۵۔ ماہنامہ تعلیم و تربیت، فیروز سنز، لاہور
۶۔ ماہنامہ، پھول/نوائے وقت، لاہور
۷۔ ماہنامہ بچوں کا باغ، لاہور
۸۔ ماہنامہ بزم قرآن، لاہور
۹۔ ماہنامہ ذہین، لاہور
۱۰۔ ماہنامہ ساتھی، کراچی
۱۱۔ ماہنامہ مجاہد، راولپنڈی
۱۲۔ ماہنامہ شاہین ڈائجسٹ، پشاور
۱۳۔ ماہنامہ معمار جہاں، کراچی
۱۴۔ ماہنامہ شہباز، کوئٹہ
۱۵۔ ماہنامہ بچوں کی دنیا، لاہور
۱۶۔ ماہنامہ تعلیمی ڈائجسٹ، لاہور
۱۷۔ ماہنامہ چھوٹی دنیا، لاہور

تعلیم و تربیت سے متعلق جرائد

۱۔ ماہنامہ البرہان، لاہور
۲۔ سہ ماہی تعلیمی زاویے، لاہور
۳۔ ماہنامہ افکار معلم، لاہور
۴۔ ماہنامہ تعمیر افکار، کراچی

Marfat.com

۵۔ ماہنامہ شاہراہ تعلیم، لاہور
۶۔ ماہنامہ تعلیمات، ادارہ تعلیم و تحقیق، جامعہ پنجاب، لاہور
۷۔ ماہنامہ بیداری، حیدرآباد

اسلامی تعلیم و تربیت پر بعض انگریزی کتب

1: Ansari, Dr. Zafar Afaq,(Ed.),Quranic Concept of Human Psyche, International Istitute of Islamic Thought,Islamabad,1994
2: Nicholson, R.A,The Secrets of the Self, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore,1998.
3: Nicholson R.A the storis of Jalaluddin Rumi,Luzac and Co,London 1925.
4: Nicholson, R.A Translation of Hijwari's Kashf-al-Mahjub,Routledge, London, 1962.

ENGLISH JOURNALS

1: Quarterly Islamic Studies International Islamic university Islamabad.
2: Quarterly Iqbal Review' Iqbal Academy, Lahore
3: Quarterly Islamic Education Cambridge, UK
4: Quarterly America Journal of Islamic Social Sciences, USA

WEB SITES

1: www.ummah.com
2: www.oxfordislamicstudies.com
3: www.cubefoundation.org/education-tarbiyyah.com
4: www.safaschoolsystem.edu..com

.................OOOO.................

Marfat.com

تعلیمی اداروں میں تعمیرِ سیرت

[تربیتِ طلبہ ہینڈ بک و گائیڈ]

ڈاکٹر محمد امین

کتاب محل

Marfat.com